۷۸٦

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اور ہو جاوے تم میں سے ایک ایسی جماعت جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں

باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

مصنفہ

شیخ محمد یوسف ایڈیٹر نور سابق سورن سنگھ دولن

مصنف اظہار حق۔ سوانحعمری باوا نانک۔ اسلام اور سکھ ازم۔ جاگو جاگو خالصہ نیند نکرو بیار۔ گوروکی بانی۔ آریہ دھرم کا پول۔ آریہ دھرم کا فوٹو سٹونگلا۔ روح اور مادہ کی ازلیت کا رد۔ قرآن شریف اور وید۔ قدیم ہندوستان کی [illegible] تعلیم [illegible]

سنہ ۱۹۱۹ء

باہتمام شیخ گلزار محمد پرنٹر گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں چھپی

بار اول — قیمت مجلد [illegible] — بغیر جلد [illegible]

www.aaiil.org

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
ایڈیٹر نور کے شاندار کام پر مختلف اخبارات کی رائیں	۱
دیباچہ	۲
وید اور باوا نانک صاحب	۳
مسئلہ چھوت ″ ″	۱۱
نیر کتھ ″ ″	۲۲
جنیئو ″ ″	۲۷
مورتی پوجا ″ ″	۲۹
سوتک ″ ″	۳۶
اوتار ″ ″	۴۱
گئو رکھشا ″ ″	۴۵
مردے کا جلانا ″ ″	۴۸
ذبیحہ و جھٹکا ″ ″	۵۵
تناسخ ″ ″	۵۹
پانچ ککے ″ ″	۶۳
اسلام اور باوا نانک صاحب	۶۹
کلمہ طیبہ ″ ″	۷۲
نماز روزہ اور باوا نانک صاحب	۷۶
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ″ ″	۸۶
حج کعبہ ″ ″	۹۳
قیامت پر ایمان ″ ″	۹۶
ملائکہ ″ ″	۱۰۰
قرآن مجید ″ ″	۱۰۳
صرف اسلام میں نجاۃ ″ ″	۱۱۵
شیطان سے پناہ ″ ″	۱۱۷
کسی کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا ″ ″	۱۱۹
صوفیاء کرام سے میل جول ″ ″	۱۲۱
باوا نانک کے چیلے	۱۲۷
باوا نانک صاحب کے اقوال کا ماخذ قرآن کریم	۱۳۱
مسلمانوں کے تعلقات سکھ گوروں سے	۱۳۸
ایڈیٹر نور کے عظیم الشان کام کے متعلق پنجاب سندھ اور ممالک متحدہ کے سکھوں اور نانک پنتھیوں کے خطوط	۱۶۴

ایڈیٹر نور کے مقدس مشن تبلیغ اسلام کے متعلق ہندوستان کے مشہور و معروف اخبارات کی رائیں

مسلم اخبارات کی رائیں

ہمعصر پیسہ اخبار لاہور

اپنے ۱۴ فروری سنہ ۱۹۱۵ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف صاحب سابق سورن سنگھ ودوان (نو مسلم) ایڈیٹر نور نے کچھ عرصہ سے سندھ اور صوبجات متحدہ میں نانک پنتھی لوگوں میں تبلیغ کا کام جاری کر رکھا ہے چنانچہ ۱۷ اور ۲۴ جنوری کے نور سے اور نیز انکے سندھی اور ناگری پمفلٹوں سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ انکے دلائل اس بارہ میں کیسے معقول ہیں کہ باوا نانک صاحب اسلام کے دلدادہ اور معترف تھے اور کہ شیخ محمد یوسف صاحب کے کام کی ان لوگوں میں قدر بھی ہوئی ہے کہ جنمیں وہ کام کر رہے ہیں ایسے دلائل کے اسلحہ سے مسلح ہو کر جتنے گروہ ہو رہے ہیں جس میدان میں بھی وہ جنگ کرینگے کامیاب ہونگے۔

خالصہ سماچار کے ایڈیٹر صاحب نے اپنے گزشتہ پرچوں میں شیخ محمد یوسف صاحب کو چیلنج دیا تھا کہ باوا صاحب کا اسلام ثابت کریں چنانچہ نور کے اس پرچہ میں انہوں نے بہت عمدگی سے اس کوشش میں کامیابی حاصل کی ہے۔

آریہ اخبارات کی رائیں

ہمعصر اخبار پرکاش لاہور

جو متعصب آریہ اخبار ہے اپنے ۹ مئی سنہ ۱۹۱۵ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ اخبار نور قادیان کے ایڈیٹر سردار سورن سنگھ حال محمد یوسف مہینوں سے اپنی اخبار میں سکھ مذہب کو اسلام کی ایک شاخ بیان کر رہے ہیں اور باوا نانک صاحب کو ایک راسخ الاعتقاد مومن ثابت کر رہے ہیں۔ اور اسکے ساتھ ہی للکار کر سکھ صاحبان کو مباحثہ کرنیکی دعوت بھی دے چکے ہیں مگر کسی سکھ نے انکے چیلنج کو منظور نہیں کیا۔ کیا خالصہ کیمپ میں کوئی بھی ایسا آدمی نہیں ہے جو ایڈیٹر نور سے مباحثہ کر سکے؟

ہمعصر اخبار آریہ گزٹ

جو کٹر آریہ اخبار ہے اپریل سنہ ۱۹۱۶ء کے اشو میں لکھتا ہے۔ نور یہ لکھ رہا ہے کہ سکھ مذہب کا بانی اسلام کا پیرو تھا۔ اسکے ثبوت میں وہ بہت کچھ لکھ چکا ہے مگر افسوس کہ ہمارے سکھ بھائیوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا جسے دیکھ کر یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ایڈیٹر نور بازی لے گیا؟

ہمعصر اہلحدیث امرتسر اپنے ۱۹ فروری سنہ ۱۹۱۵ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ پنجاب میں سکھوں کی قوم بڑی بہادر اور قابل توجہ ہے اس قوم کی ابتداء مسلمانوں سے بہت قریب تھی مگر ہندوانہ رسم و رواج نے ان کو مسلمانوں سے ہٹاکر ہندوؤں کے زیادہ قریب کر دیا حالانکہ اس قوم کے سب سے بڑے گورو نانک صاحب مسلمان بزرگوں سے بہت مانوس تھے۔ ہم اس قصور کا اعتراف کرتے ہیں کہ علماء نے اس قوم میں اشاعت اسلام کا خیال نہ کیا تو خدا نے انہیں میں سے ایک شخص سورن سنگھ کو شیخ محمد یوسف بنا کر سکھوں میں اشاعت اسلام کا کام انکے سپرد کر دیا۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ خدا اس بہادر قوم کو عرب اور پٹھان بہادروں کی طرح اسلام جیسے بہادر مذہب سے بہرہ ور کرے شیخ محمد یوسف صاحب گو مرزا صاحب قادیانی کے مرید ہیں مگر ہم تو اپنے اصول کے پابند ہیں کہ مشترک کام میں ہم ایک ہیں اس لئے ہماری دعا ہے کہ خدا شیخ صاحب موصوف کو اس مہم میں کامیاب کرے۔ جو صاحب اس امر میں شیخ صاحب موصوف سے خط وکتابت کریں یا کسی قسم کی امداد بھیجنا چاہیں وہ دفتر نور قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ سے بھیجیں۔ شیخ صاحب نے متعدد رسالے سکھوں اور گورو نانک جی کے متعلق لکھے ہیں جو قابل دید ہیں +

المشیر مراد آباد اپنے فروری سنہ ۱۹۱۵ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ قادیان سے ہمارے نومسلم دوست شیخ محمد یوسف صاحب ایک ہفتہ وار اخبار ایڈٹ کرتے ہیں۔ چونکہ آپ پہلے سکھ تھے اس لئے نانک پنتھیوں میں نہایت خلوص دل سے تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ ہندی اور ناگری میں ٹریکٹ چھپوا کر مفت تقسیم کیئے گئے۔ مگر نور کا فنڈ کمزور ہے۔ اس لئے اہل دل مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس کار خیر میں دامے درمے قدمے سخنے محترم معاصر نور کی دستگیری کریں۔ نور کا مشن نہایت مقدس ہے۔ نانک پنتھیوں میں اسلام کی تبلیغ کی اشد ضرورت ہے اس لئے شیخ محمد یوسف صاحب ہر آئینہ قابل ستائش ہیں۔ اور دردمندان ملت کو ضرور ان کی

حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔ المشیر نور کا ہاتھ بٹانے کے لئے ہر وقت تیار ہے +

ہمعصر بدر

۱۷۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ معزز ہمعصر نور نے بہت عمدگی سے باوا نانک صاحب کا اسلام ثابت کیا ہے اور اسے اس خوبی سے ظاہر کیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ باوا صاحب کی رُوح بھی خوش ہو کر ہمارے نوجوان ودوان کے حق میں دعائے خیر کر رہی ہوگی۔ یہ مضمون اخبار نور کے ۱۵۔ اکتوبر کے پرچہ میں شائع ہوا ہے اگرچہ نور کا ہر ایک پرچہ محنت سے لکھے ہوئے مفید معلومات کا مجموعہ ہوتا ہے مگر یہ پرچہ خصوصیت سے پڑھنے کے لائق ہے +

ہمعصر المنیر جھنگ

۲۴۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے اپنے ۱۵۔ اکتوبر کے پرچہ میں بارہ صفحہ کا ایک بسیط مضمون شائع کیا ہے نہایت متین اور محققانہ طریقہ سے شری گرنتھ صاحب وجنم ساکھی کلاں سے مستند حوالہ جات کی بنا پر خود باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے یہ ثابت کر دکھلایا ہے کہ وہ فی الحقیقت مسلمان تھے۔ اور مدت العمر قرآن مجید کی مقدس تعلیم کو بغایت عزیز رکھتے اور عقائد اسلامی کا وعظ فرماتے رہے۔ لہذا جن اصحاب کو اس سے دلچسپی ہو وہ نور کے اس پرچہ سے قیمتی معلومات حاصل کر سکتے ہیں +

ہمعصر اہل فقہ امرتسر

۴۔ نومبر ۱۹۱۲ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے ایک بسیط اور معنی خیز مضمون اپنے پرچہ میں شائع کیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے باوا صاحب کے ریلجس کیرکٹر پر عجیب روشنی پڑتی ہے اور باوا صاحب کا اسلام صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ شیخ صاحب ممدوح بھی اس سے قبل سکھ مت کے پیرو تھے چونکہ خداتعالے نے آپ کو قلب بصیر دے رکھا ہے اس لئے آپ بعد تحقیق حق مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ جن اصحاب کو باوا نانک صاحب کے مذہبی عقائد معلوم کرنے کا شوق ہو وہ نور۔ قادیان کا مطالعہ کریں جس میں نہایت عمدگی سے اس پوائنٹ پر

روشنی پڑتی ہے +

ہمعصر الحکم اپنے ۲۸- اکتوبر ۱۹۱۴ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ میرے معزز ہمعصر نور کے قابل ایڈیٹر شیخ محمد یوسف صاحب نے بڑی قابلیت اور عمدگی۔ نہایت شرح اور بسط کے ساتھ گرنتھ صاحب اور سکھ ازم کی مستند تاریخ کی بنا پر یہ ثابت کیا ہے کہ باوا صاحب ولی اللہ اور باخدا مسلمان تھے۔ یہ مضمون قابل دید اور قابل اشاعت ہے اور میں ایڈیٹر صاحب الحق کی تائید کرتا ہوں کہ اسے گورمکھی حروف میں بصورت ٹریکٹ شائع کرنا چاہیئے +

ہمعصر الحق دہلی لکھتا ہے کہ معزز ہمعصر ایڈیٹر نور نے بربناء واقعات صحیحہ و روایات صریحہ واقوال صادقہ نہایت شرح وبسط کے ساتھ براہین قاطعہ وادلہ ساطعہ سے ثابت کر دکھایا ہے کہ عالیجناب باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ ایک مرد کامل باخدا اور پابند مذہب سچے مسلمان تھے۔ ایڈیٹر صاحب "نور" سلمہ کی قلم میں اپنے بھائی سکھوں کی سچی خدمتگزاری کا وفاداری کے ساتھ پورا جوش ہے۔ ہمارے خیال میں یہ مضمون "نور" سے ایک ٹریکٹ کی صورت میں گورمکھی حروف میں شائع ہونا چاہیئے۔ اس ڈیفنس کا اجر عظیم شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کو خداوند کریم عطا فرماوے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ آمین +

نور

تمام ہندوستان میں سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کے لئے اکیلا ہی ذریعہ ہے اگر اسوقت تک آپ ایسے مجاہد پرچے کے خریدار نہیں بنے۔ تو اب صرف آپ خریدار ہی نہیں بلکہ اس مجاہد پرچہ کی سرپرستی فرما کر اللہ تعالے کے حضور اجر عظیم کے مستحق بنیں۔ سالانہ قیمت صرف ے/

مینیجر اخبار نور قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پنجاب میں غالبًا ایسا شخص کوئی بھی نہ ہوگا۔ جو باوا نانک جی کے نام نامی اور خوبیوں سے آگاہ نہ ہو۔ اس لئے کچھ چنداں ضرورت نہیں کہ ہم اُن کی سوانح اور طریقِ زندگی کی نسبت بسوط مضمون لکھ کر ناظرین کی تضیع اوقات کریں۔ باوا صاحب موصوف ہندوؤں کے شریف خاندان میں اپریل* سنہ ۱۴۶۹ء میں مہتہ کالورام کے گھر میں پیدا ہوئے چونکہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں اخلاص و یقین رکھتے تھے۔ اس لئے بہت جلدی زہد و تقوےٰ و پرہیزگاری میں شہرت پا گئے اور ایسی قبولیت کے مرتبہ کو پہنچ گئے کہ درحقیقت ہندوؤں کے دوسرے رشی و منی و اکابر اس رتبہ سے ساقط رہے۔ آج تیس لاکھ کے قریب عقیدت مند جان نثار باوا نانک جی کے جھنڈے تلے ہیں جو اُن کے نام پر سو جان سے قربان ہوتے ہیں۔ مگر ہم کو بجائے خوشی کے رونا آتا ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ

---

* ناظرین پر واضح رہے کہ باوا جی کی پیدائش کے متعلق مختلف روایات ہیں باوا صاحب کی ایک جنم ساکھی میں اُن کی پیدائش ۳ بیساکھ سمت ۱۵۲۶ بکرمی مطابق ۱۵۔ اپریل سنہ ۱۴۶۹ء سکھوں کے واجب الاحترام بزرگ بھائی گورداس جی بھی ماہ بیساکھ یعنی ماہ اپریل کا حوالہ باوا جی کی پیدائش کے متعلق دیتے ہیں۔ لیکن بعض سکھ صاحبان کے نزدیک یہ یقینی نہیں وہ ماہ نومبر کی پیدائش مانتے ہیں۔ مگر سب سے پرانی جنم ساکھی جو کہ انڈیا آفس لنڈن میں موجود ہے۔ وہاں بھی باوا جی کی پیدائش اپریل ہی میں بتائی گئی ہے۔ اس لئے باوا صاحب کی پیدائش ماہِ اپریل میں ہی ماننی پڑے گی۔

وہ ست مارگ (صراط مستقیم) جس کی طرف باوا نانک جی نے ہدایت فرمائی تھی خود تراشیدہ دلیلوں چند اجتہادی غلط فہمیوں اور اغوان میں پڑکر سکھ صاحبان اس صراط مستقیم سے بہت دُور جا پڑے ہیں۔ جس پر ہمیں آہ سرد کھینچ کر یہ کہنا پڑتا ہے:۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو مے روی ترکستان است

اب ہم ایک نہایت ہی آسان اور سہل ترین طریقہ حضرت باوا نانک صاحب کے عقیدہ کے پرکھنے کے لئے ناظرین کرام کے سامنے رکھتے ہیں وہ کسوٹی ایسی بے لاگ اور رعایت سے مبترہ ہے کہ جسکے سامنے کسی بھی معقول پسند انسان کو ایک طرفۃ العین کے لئے بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ وہ یہ کہ سب سے اوّل ہم ہندوؤں کے کل چیدہ چیدہ عقاید کو لیتے ہیں۔ اور اس پر حضرت باوا صاحب کا عقیدہ پرکھتے ہیں اگر حضرت باوا نانک صاحب ہندو کے کل عقائد یا کم از کم ایک عقیدہ کی بھی تائید میں ہوں تو میں بخوشی کہدوں گا کہ حضرت باوا صاحب ہندو ہیں۔ کیونکہ ہم ہٹ دھرمی اور ضدی نہیں ہم سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہنے والے ہیں۔ اگر باوا صاحب ہندو عقائد کے حق میں ہیں تو لاریب وہ ہندو۔ اور اگر ہندو عقائد کی مخالفت میں ہوں تو ہر ایک معقول پسند ہمارے ساتھ اتفاق کرے گا کہ کوئی شخص ہندوؤں کے کل عقائد کی تردید کرتا ہُوا ہندو نہیں ہوسکتا ۔

ہندوؤں کے چیدہ چیدہ عقائد درج ذیل ہیں :۔

(۱) وید سمرتی پران پر ایمان۔

(۲) جاتی ورن یعنی مسئلہ چھوت چھات

(۳) تیرتھ یاترا یعنی ہندوؤں کے مقدس مقامات کا احترام۔

(۴) رسمی جنئو یا زنار۔

(۵) مورتی پوجا یعنی بت پرستی۔

(۶) سوتک پاتک یعنی جس گھر میں کوئی بچہ پیدا ہو اس کا ناپاک ہونا۔

(۷) اوتار یعنی خدا انسانی قالب میں حلول کرتا ہے۔

(۸) گئو پوجا یعنی پرستش گائے۔

(۹) مُردے کا جلانا۔

(۱۰) گرنتھ میں ذبیحہ کی اجازت ہے یا جھٹکا کی؟

(۱۱) تناسخ۔

میرے نزدیک یہی گیارہ چیدہ چیدہ اور موٹے موٹے عقائد ہیں جس پر ہندو دھرم قائم ہے۔ اگرچہ اور عقائد بھی ہیں مگر وہ سب انھیں گیارہ عقائد کی شاخیں ہیں آؤ اب ہم تعصب اور ضد وغیرہ سے الگ ہوکر ہندوؤں کے اُن عقائد میں سے ایک ایک عقیدہ لیں اور اس پر باوا صاحب کا فتوے ڈھونڈیں۔ اگر باوا صاحب اِن عقائد یا اِن میں سے کسی عقیدہ کی بھی تائید کریں تو بلاشبہ وہ ہندو۔ ورنہ دُنیا کا کوئی معقول پسند ایک ایسے شخص کو جو ہندوؤں کے کل عقائد کی سختی سے تردید کرتا ہو ہندو نہیں کہے گا۔ اور پھر لطف یہ کہ ہم باوا نانک صاحب کے اقوال بھی اس کتاب سے پیش کریں گے جو سکھوں کے ہاں سب سے زیادہ مقدس اور جس پر سکھ مذہب کا مدار ہے یعنی شری گورو گرنتھ صاحب آدہاں اس کی تائید میں ہم سکھ صاحبان کی دیگر کتب کے حوالجات بھی پیش کرسکیں گے۔ مگر مدارِ دعویٰ گرنتھ صاحب ہی ہوگا جو سکھ صاحبان کی مقدس ترین کتاب ہے اور جس پر سکھ مذہب کا مدار ہے +

پہلا عقیدہ

وید سمرتی پران اور باوا نانک جی

آپ صاحبان کو یاد رہے۔ کہ سناتنی و آریہ صاحبان ویدوں کو اکاش

بانی یعنی الہامی کتب سمجھتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کے متعلق باوا صاحب کا کیا عقیدہ ہے۔ اگر وہ مثل سناتنی و آریہ ویدوں کو مانتے ہیں تو بلاشبہ باوا صاحب ہندو۔ اور اگر آپ ویدوں کی تردید اور مخالفت میں ہیں تو ایک شخص ویدوں کی مخالفت اور تردید کرتا ہوا ہندو نہیں ہو سکتا۔ اس کے متعلق باوا نانک جی کے شلوک گرنتھ و جنم ساکھی سے لیکر آپ صاحبان کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ تاکہ آپ اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکیں کہ باوا نانک جی کے دل میں ویدوں کی کیسی عظمت تھی جسے سناتنی اور آریہ صاحبان الہامی سمجھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی انصاف کے حامیوں سے اس بات کی داد چاہتا ہوں جو باوا نانک جی کو ہندو سمجھتے ہیں۔ وہ باوا نانک جی کے اقوال سے اُن کے مذہب کی پریکھیا (اندازہ) کرلیویں۔ وہ شلوک یہ ہیں :۔

شلوک گرنتھ صاحب سے سورٹھ محلہ پہلا۔

شاست بید بیجے کھڑو بھائی کرم کرہو سنساری

پاکھنڈ میل نہ چوک آئی بھائی انتر میل وکاری

ترجمہ۔ شاستر اور ویدوں کی تعلیم سے دل دُنیاوی کدورتوں سے پاک نہیں ہوتا خواہ تم ویدوں پر کتنا ہی عمل کیوں نہ کرو۔ واقعی باوا جی کا یہ شلوک سند پکڑنے کے قابل ہے۔ پھر

گرنتھ صاحب شلوک ۔ سورٹھ محلا ۳

پنڈت میل نا چوکئی بے وید پڑھے جگ چار

ترجمہ۔ ہندو لوگ آفرینش تا قیامت اس طول طویل زمانہ کو چار حصوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ جن کو علیحدہ علیحدہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اول۔ ست جگ دواپر۔ ترتیا۔ کلجگ۔ چاروں کو ملاکر چار جگ کہتے ہیں سو باوا نانک جی پنڈت کو مخاطب کرکے کہتے ہیں۔ کہ اگر آفرینش تا قیامت ویدوں کا سمرن اور پوجا کرو تو بھی مُکتی حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر باوا صاحب

گرنتھ صاحب انند محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

سمرت شاست پُن پاپ وچار تتے سار نہ جانی

ترجمہ۔ شاستر یعنی ہندوؤں کی مذہبی کتب مقدسہ تو ثواب اور گناہ کے تفرقہ سے بھی عاجز ہیں۔ راہ ہدایت کی طرف رہنمائی کرنا تو الگ۔ پھر آگے باوا صاحب

گرنتھ صاحب دھناسری محلہ ۵ میں فرماتے ہیں۔

پڑھ رہے سگلے وید نا چوکے من بھید

ترجمہ۔ باوا نانک جی فرماتے ہیں کہ چاروں ویدوں یعنی رگ۔ یجر۔ شام۔ اتھرو وید کے پڑھنے سے بھی اطمینان قلب اور شانتی حاصل نہیں ہوتی۔ پھر باوا صاحب آگے چل کر

گرنتھ صاحب سے بارو محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

وید پڑھے ہر نام نا بوجھے
مایا کارن پڑھ پڑھ لوجھے

ترجمہ۔ وید پڑھنے سے شانتی یعنی اطمینانِ قلب حاصل نہیں ہوتا بلکہ وید کی تعلیم تو ذیبوئی گندوں اور کدورتوں اور ملونیوں میں پڑنے کی ترغیب دیتی ہے پھر باوا صاحب

گرنتھ صاحب ملار محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

وید بانی جگ ورتتا ترے گن کرے وچار
بن ناوین جم ڈنڈ سہے مر جنمے وار وار

ترجمہ۔ وید بانی نے جو دنیا کو سب سے بڑھ کر معجزہ یا کرامت دکھلائی جس پر برہما بشن مہیش جو ہندوؤں دیوتاؤں میں اکابرین سے بڑے غور و خوض سے کام لیا۔ وہ تناسخ (آواگون) ہے۔ جائے غور ہے کہ اس جگہ باوا جی نے تناسخ سے صریحاً آزردگی و کشیدگی ظاہر فرمائی ہے اور تناسخ کو بڑی حقارت کی

نگاہ سے دیکھا ہے۔ چونکہ تناسخ کے متعلق بات آگئی۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے اس عقیدہ کے متعلق بھی باوا صاحب کے ایک دو اور شلوک درج کئے جائیں۔ باوا جی گرنتھ میں فرماتے ہیں۔

حکمی آوے حکمی جائے

ترجمہ۔ مرنا و جینا اور آنا جانا ایک حکمی امر ہے۔ پھر باوا صاحب شری گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں

عزرائیل فرشتہ بیٹھا کڈھ وہی

طلباں پوسن آ کیاں باقی جنہاں رہی

قیامت کے روز عزرائیل فرشتہ خدا کے اذن سے لوگوں کا حساب کتاب خدا کے حضور پیش کرے گا جن کے اعمال بد ہونگے وہ خدا کے حضور سزا یاب ہونگے اب تناسخ کا عقید تمند قطعاً قیامت کے روز حساب وکتاب کا قائل نہیں ہوگا اس سے بھی معلوم ہوا کہ باوا صاحب ہندوؤں کے تناسخ کے عقید تمند نہیں + پھر باوا صاحب شری گرنتھ صاحب فرماتے ہیں۔

اوّل اللہ نور اپایا قدرت دے سب بندے

اک نور تھیں سب جگ اپجیا کون بھلے کون مندے

یعنی خدا نے پہلے اپنے نور کا ظہور کیا۔ اور پھر اسی نور سے یہ دُنیا پیدا ہوئی۔ بس یہ تفریق کیونکر ہو کہ پیدائش کے لحاظ سے کوئی بھلا اور کوئی بُرا ہے یعنی یہ کہنا کہ کوئی جزا کے طور پر پیدا ہوا۔ اور کوئی سزا کے طور پر پیدا سر غلطی ہے کیونکہ یہ دُنیا نور سے ہی پیدا ہوئی۔ یہ شلوک باوا جی کا اواگون یعنی تناسخ کے ردّ میں ہے کیونکہ تناسخ میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ نیک عمل والوں کو اچھا جنم ملا اور بدعمل والوں کو بُرا۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ جو باوا جی نے فرمائی ہے۔ کہ ارواح میں پیدائش کے لحاظ سے نیک و بد کی تقسیم نہیں ہوسکتی ہاں اعلیٰ و ادنیٰ کی تقسیم ہوسکتی ہے

مثلاً جب کپڑے ایک ہی رنگ میں رنگین کئے جاتے ہیں تو اُن میں سے بعض پر شوخ رنگ آتا ہے اور بعض پر ہلکا یعنی از روئے ادنیٰ و اعلیٰ اِن میں تفاوت ہے اور باقی بلحاظ رنگ کے یکساں ہیں۔ یا یُوں کہنا چاہیئے کہ مراتب کے لحاظ سے ان میں باہم تفاوت ہوسکتی ہے یعنی ایک شوخ رنگ اور دوسرا اس سے کم اور تیسرا اس سے ادنیٰ مرتبہ کا ہے جس نے رنگ سے بہت کم حصہ لیا ہے۔ مگر ضرور تمام ایک ہی رنگ میں رنگے ہیں۔ سو ایسا شخص جس نے ربّانی فیض سے کم حصہ لیا ہے۔ باوا صاحب اُسے مت ہین سے پکارتے ہیں اور قرآن شریف میں اُسے شقی کہتے ہیں اور جس نے کافی حصہ لیا ہے اُسے گیانی کہتے ہیں۔ اور قرآن شریف میں سعید کے نام سے موسوم کیا گیا ہے سو اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں مخلوقات کو سعادت اور شقاوت کے دو حصّوں پر تقسیم کیا ہے مگر اُس کو حُسن اور قبح کے دو حصّوں پر تقسیم نہیں کیا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ از روئے پیدائش تو ہم کسی کو بُرا نہیں کہہ سکتے اس نے جو کچھ بنایا وہ سب اچھا ہے۔ ہاں اچھوں میں مراتب ہیں پس جو شخص اچھے ہونے کے رنگ میں نہایت ہی کم حصہ رکھتا ہے وہ حکمی طور پر بُرا ہے اور حقیقی طور پر بُرا نہیں۔ اسی طرح جا بجا گرنتھ میں ایسے شلوک ملتے ہیں جن میں برملا یہ کہا گیا ہے کہ از روئے پیدایش تو کوئی بُرا نہیں ہے اور جو کوئی بدی کسی میں پائی جاتی ہے۔ سو کوئی تاریکی خدا تعالےٰ سے صادر نہیں ہوئی پس گرنتھ میں برملا اس شلوک کا اظہار کیا ہے۔

اس جیو میں بھید نہ جانو

سادھ چور سب برہم پچھانو

ترجمہ۔ یعنی از روئے پیدایش پرہیزگار اور بدکار میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ سب ایک ہی نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر کوئی میری مخلوق کو دیکھ کوئی بدی پاتا ہے۔ سو یہ تاریکی اللہ تعالےٰ سے صادر نہیں ہوئی۔ بلکہ جو نور سے دُور جا پڑا وہ مجازاً تاریکی

کے حکم میں پڑگیا +

شری باوا صاحب کے گرنتھ میں اس کا بہت بیان ہے اور ہر ایک بیان قرآن شریف سے لیا گیا ہے مگر اس طرح نہیں کہ جیسے خوش تقلید لوگ لیتے ہیں بلکہ سچی باتوں کو دیکھ کر باوا صاحب کی رُوح بول اُٹھی کہ یہ سچ ہے۔ پھر فطرت نے جوش مارا اور کسی پیرایہ میں بیان کر دیا +

غرض باوا صاحب تناسخ کے ہرگز قائل نہ تھے۔ اور اگر قائل ہوتے تو ہرگز یہ نہ کہتے کہ ہر ایک چیز خدا سے پیدا ہوئی اور کوئی بھی چیز نہیں جو اُس کے نور سے سے پیدا نہیں ہوئی۔ اور یاد رہے کہ باوا صاحب نے اس قول میں بھی قرآن شریف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یعنی خدا ہی کے نُور سے زمین و آسمان نکلے ہیں اور اسی کے نور کے ساتھ قائم ہیں اور یہی مذہب حق ہے جس سے توحید کامل ملتی ہے اور خداشناسی کے وسائل میں خلل نہیں آتا۔ پھر باوا صاحب گرنتھ میں فرماتے ہیں۔

جیا جنت سب شرن تمہاری سرب جیاں ند پاسے
جو تدھ بھاوے سوئی چنگا اک نانک کی ارداسی

ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ اس دُنیا کا خالق ہے اور تمام جیو یعنی ارواح اسکی خلق وملکیت ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص کہتا ہے۔ کہ خدا خالق نہیں وہ گویا یہ کہتا ہے کہ خدا نہیں کیونکہ عام عقلیں خدا کو خدا کے کاموں سے ہی مانتی ہیں۔ پھر اگر خدا ارواح اور ذرات عالم کا خالق نہیں تو وسائل معرفت گم ہو جائینگے یا ناقص ہو کر بے فائدہ ٹھہرینگے۔ لیکن جس نے خدا خالق الارواح مان لیا وہ تناسخ کے مسئلہ کو کسی طرح نہیں مان سکتا کیونکہ جس خدا نے خالق ہونے کی حیثیت سے پہلے دُنیا کو مختلف رنگوں میں پیدا کیا یعنی کسی کو انسان بنایا اور کسی کو گھوڑا وغیرہ

اور اُس وقت یعنی ابتدا میں گذشتہ اعمال کا وجود نہ تھا۔ کیونکہ خود روحیں نہ تھیں تو پھر اعمال کہاں سے ہوتے تو اُس صورت میں وہ خدا جو اپنے اختیار سے برابر مخلوق میں کمی بیشی کرتا آیا اب کیونکر وہ اعمال کے سوا کمی بیشی نہیں کر سکتا +

لہٰذا جو لوگ تناسخ یعنی اواگون کو مانتے ہیں وہ جب تک تمام ارواح کو انادی اور غیر مخلوق قرار نہ دیں تب تک ممکن نہیں کہ تناسخ کا خیال بھی ان کے دل میں آسکے۔ مگر جب باوا صاحب کا یہ مذہب ہے کہ ہر ایک رُوح اور ہر ایک جسم مخلوق ہے تو اس صورت میں گویا انھوں نے مان لیا۔ کہ کمی بیشی اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور پھر یہ بھی ایک ضروری امر ہے کہ تناسخ ماننے والے اپنے آپ کو مواحد نہیں کہلا سکتے کیونکہ ان کے تناسخ کا مسئلہ تبھی چلتا ہے کہ جب وہ ذرہ ذرہ کو قدیم اور غیر مخلوق اور انادی اور اپنے وجود کا آپ ہی خدا قرار دے دیں +

اے دوستو! پھر کیا ہم ایسا مذہب اس شخص کی طرف منسوب کر سکتے ہیں جو توحید کے دریا میں بڑے زور سے تیر رہا ہے اور کسی چیز کا وجود بجز وسیلہ قدرت کے خود بخود نہیں سمجھتا۔ کیا وہ بزرگ جس نے برملا گرنتھ میں اس بات کی شہادت دی ہے کہ جیا جنت سب شرن تمہاری۔ یعنی تمام ارواح اللہ تعالےٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور جس بزرگ کے چولے پر یہ لکھا ہُوا ہو۔ کہ خدا تعالےٰ تمام ارواح اور تمام موجودات کا خالق ہے اس کے لئے ہم ایک سیکنڈ کے لئے گمان نہیں کر سکتے کہ نعوذ باللہ وہ اس عقیدہ کو پسند کرتا تھا جو خدا کی معرفت سے دُور پھینک دیتا ہے۔ دوم یہ کہ اواگون کے لئے یہ شرط ہے کہ کسی کو کبھی جاودانی مکتی نہ ہو اور ہمیشہ خواہ نخواہ مقدس لوگ بھی جونوں کے چکر میں ڈالے جائیں۔ یہ اعتقاد باوا صاحب کا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو جاودانی

مکتی کے قائل ہیں۔ ان کا اعتقاد ایسا نہیں کہ پرمیشور ایک شخص کو قرب کی عزت دیکر اور اسی پر اُس کی وفات کرکے پھر اُس کو ذلیل کرے۔ پھر یہ کہ باوا صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ وہ دیال اور کرپال یعنی رحیم اور کریم ہے اور توبہ قبول کرنے والا اور گناہ بخشنے والا پروردگار ہے۔ اور یہ سب باتیں اواگون کے طریقے کے برخلاف ہیں۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا ہم پھر اپنے اصلی مضمون یعنی باوا نانک صاحب اور ویدوں کے عقیدہ پر آتے ہیں

آپ گرنتھ صاحب ملار محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس
ہرنام چیت نہ آوئی نہ نج گھر ہوئے پاس

ترجمہ۔ رشی اور منی بھی وید کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے اور حیات جاودانی حاصل نہ کی وید تو سراسر کہانیاں ہیں۔ جن میں کچھ بھی معرفت نہیں اور وہ استت و مہما (حمد و ثنا) خدا کی جو عارف لوگ بیان کیا کرتے ہیں اور وہ خوبیاں ایشور کی جو اہل صدق و صفا کو معلوم ہوا کرتی ہیں ویدوں کو ان کی کچھ بھی خبر نہیں +

دسم گورو جی۔

برہمے چار ہی وید بنائے
سرب لوگ تہیں کرم چلائے
جن کی لو ہر چرنن لاگی
تے بیدن تے بھے تیاگی
جن من ہر چرنن ٹھہراؤ
سو سمرتن کے راہ نہ آؤ

ترجمہ۔ کہا جاتا ہے کہ برہمانے چار ویدوں کو بنایا اور تمام دُنیا کو ان کی

دعوت دی۔ مگر جن کی لگن خدا سے لگی ہوئی تھی۔ انھیں ویدوں کو جواب دینا پڑا جو اُس وحدہ لاشریک کے رنگ میں رنگین ہو چکے تھے انہیں ویدوں کو دُور سے ہی سلام کہنا پڑا۔

گرنتھ صاحب سے۔ ملار محلہ ۳۔

ترگن بانی وید وبچار
بکھیا میل بکھیا وپار

ترجمہ۔ ہندوؤں کے اکابر دیوتاؤں یعنی برہما وشن مہیش کے اقوال (ویدوں) کو غور و خوض سے پڑھا مگر کوئی گیان اور معرفت کی بات میسر نہ ہوئی +

دوسرا عقیدہ

مسئلہ چھوت چھات اور باوا نانک صاحب

ذات پات نہ پوچھے کوئی
ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی

روز قیامت خواہند پرسید ۔ کہ ہنرت چیست و نہ گویند کہ پدرت کیست

ذات بے اوصاف ہے تو ہے بھلا کس کام کی
جوہر ذاتی نہ ہو۔ کیا قدر ہے صمصام کی
نیک خصلت پر نظر ہے خاص کی اور عام کی
فخر بے جا ذات کا ہے شیخ کو اور خان کو
سب سے برتر ہے شرافت حضرت انسان کو

ذات پات کے عقیدہ کے جیسے ہندو لوگ قائل ہیں وہ اظہر من الشمس ہے اگر شودر کا سایہ برہمن پر پڑ جائے تو اُس کے لئے غسل واجب ہے کتنا ادبلی

برہمن کو چھو سکتا ہے مگر ایک انسان جس پر کسی وجہ سے شودر کا لفظ عاید ہو گیا وہ برہمن کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔ گویا برہمنوں کے نزدیک شودر کبھی انسانیت کے درجہ میں آئے ہی نہیں۔ غرضیکہ ذات پات کی امتیاز جیسے ہندوؤں میں ملتی ہے کسی دوسرے ملک میں ملنی محال ہے۔ پیشتر اس کے کہ ہم باوا نانک صاحب کی رائے چھوت چھات کے مسئلہ پر لکھیں یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم ناظرین کو بھارت ورش کے اس قدیم زمانہ کا مختصر حال بتلائیں جبکہ بقول ہندو صاحبان یہ ہندوستان ترقی کے اعلےٰ مدارج پر تھا اس کے لئے ہم تمام حوالے انہیں کے دھرم پستکوں وشاستروں سے دینگے ٭

منو۔ الف۔* ش ۱۰۰ و ۱۰۱

ترجمہ۔ دنیا میں جس قدر دولت ہے تمام برہمنوں کے لئے ہے۔ بوجہ برہما کے منہ سے پیدا ہونے کے بدوں کسی قسم کے حیل وحجت کے انہیں (برہمنوں) کو دنیا کی ہر ایک چیز پر پورا پورا تصرف ہے۔ اگر برہمن کسی غیر کا کھانا کھاوے یا کپڑا پہنے۔ یا غیر کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو خود لے یا کسی دوسرے شخص کے حوالے کر دیوے۔ تو یہ مت خیال کرو کہ برہمن کسی غیر کی جائداد کو استعمال میں لا رہا ہے نہیں بلکہ جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب کا سب برہمنوں کے لئے ہے۔

منو۔ الف۔ ۸۔ ش ۳۷

اگر راجہ کو زمین سے دبا ہوا خزانہ مل جاوے تو اس میں سے آدھا آپ رکھے اور آدھا برہمنوں کو دے دیوے ٭

منو۔ الف۔ ۹۔ ش۔ ۳۱۷

برہمن خواہ جاہل ہو یا عالم۔ مگر برہمن بڑا دیوتا ہے جس طرح منتروں سے سنسکار

٭ الف سے مراد ادھیائے۔ اور ش سے مراد شلوک ہے ٭

کیا ہو یا نہ ہو مگر بہرحال اگنی دیوتا ہے ✤

منو۔ الف۔ ۱۱۔ ش ۲۱

اگر برہمن چوری کرے تو راجہ اسے سزا نہ دے۔ کیونکہ دراصل راجہ کی ہی کوتاہی ہے۔ برہمن بھوکا ہو کر چوری کرتا ہے ✤

پراسر سنتھا الف۔ ۸

برہمن بدچلن بھی پرستش کے قابل ہے۔ شودر باوجود عالم و فاضل و فرشتہ خصلت ہونے کے بھی احترام کے قابل نہیں۔ کون خونخوار بانجھ گائے کو چھوڑ کر مسکین گدھی کو پسند کرتا ہے ✤

برہست پراسر سنتھا۔ الف ۴۔ اور دیکھو اتر سنتھا۔

برہمن ویدوں کے خلاف کام کرنے سے بھی پاپی (ظالم) نہیں ہوتا جس طرح اگنی تمام نعمتوں کو بھسم کرکے۔ اور عورت غیر مرد سے ہم بستر ہو کر ناپاک نہیں ہوتی۔ برہمن کو بے لوث ثابت کرنے کے لئے جو اس مثال میں اخلاق تعلیم دی گئی ہے اسے پڑھ کر ہم انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں ✤

برہست پراسر سنتھا۔ ادھیائے ۳۔

برہمن کھیتی کے لئے جتنی زمین چاہیے قبضہ کرلیوے اور معاملہ محصول وغیرہ کچھ نہ دیوے۔ کیونکہ یہ مسلم امر ہے کہ تمام چیزوں کا مالک برہمن ہے اب برہمن کے مقابلہ میں ذرا شودر کی حالت ملاحظہ ہو ✤

منو الف۔ ۴ ش ۶۱۔

شودر کی بادشاہت میں نہیں رہنا چاہیئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہر ایک راجہ کو ہندوستان میں چھتری نہیں کہا گیا صرف جو جنم سے چھتری ہو وہی چھتری ہے شکر ہے کہ ہمارے منو جی کے اس حکم پر عمل نہیں کرتے اگر اس حکم کی تعمیل کرتے تو بعض ملک برباد ہو جاتے اور بعض اس کثرت سے آباد ہو جاتے کہ تل

دھرنے کو جگہ نہ تھی ÷

منو الف۔ ۴ ش ۱۰

شودر کو علم مت پڑھاؤ۔ ہوم کا فضلہ شودر کو مت دو اور شودر کو دھرم کی تعلیم مت دو ÷

منو الف۔ ۸ ش ۲۱۰

پاؤں سے پیدا ہُوا شودر اگر برہمن۔ چھتری۔ ویش کے ساتھ سخت کلامی کرے تو بادشاہ اس کی زبان کٹوا دے ÷

منو الف۔ ۸ ش ۲۷۱ و ۲۷۲۔

اگر شودر اعلے طبقہ کے آدمیوں کے نام لیکر سختی سے بُلاوے تو دس اُنگل لمبا لوہے کا کیل۔ سُرخ انگار کی طرح گرم کرکے اس (شودر) کے مُنہ میں ٹھونس دو اگر شودر گھمنڈ میں آکر برہمن کو دھرم اپدیش کرے تو بادشاہ اس کے مُنہ اور کانوں میں گرم تیل ڈالے ÷

منو الف۔ ۸ ش ۲۷۹

شودر اپنے جس جس عضو کے ساتھ اعلے ذاتوں کے آدمیوں کو دیکھے اور اشارہ کرے راجہ کو اُس کا وہی وہی عضو کٹوا دینا چاہیئے ÷

منو الف ۱۰ ش ۱۲۹۔

باوجود قابل اور لایق ہونے کے بھی شودر دولت جمع نہ کرے۔ کیونکہ شودر دولتمند ہوکر برہمن کو دُکھ دے گا ÷

لگو اتر سنہتا الف ۵

شودر کا کھانا لہو کی طرح ہے۔ اگر برہمن شودر کے گھر کا کھانا کھا کر اپنی عورت سے مباشرت کرے تو جو اولاد پیدا ہوگی۔ وہ شودر کی سمجھنی چاہیئے۔ حیرت ہے کہ شودر کے کھانے کا اس طرح ناپاک ہونا سُنکر بھی برہمن بے تحاشا شودر کا کھانا کھاتے

سے چلے جا رہے ہیں۔ ادہنوجی کی اس نصیحت پر قطعاً کان نہیں دھرتے۔ شودر و آپ ہی مہربانی کرو۔ اور برہمنوں کو روٹی کھلانا بند کر دو +

اتر سہنتا۔

اگر شودر جپ ہون (خدا کی عبادت) کرے تو راجہ اس کو مروا دیوے"۔ اس بات نے عوام کے علاوہ خواص پر بھی یہ اثر ڈالا تھا۔ کہ اور تو اور شری رامچندر جی پر اس تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ نجات حاصل کرنے کے لئے ایک عبادت کرتے ہوئے شودر کو قتل کر دیا۔

بال میک رامائن اتر کانڈ میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ایک برہمن کا لڑکا اس واسطے مر گیا کہ شودر بن (جنگل) میں تپ (عبادت) کر رہا تھا سری رامچندر جی نے بن میں پہنچکر اس فقیر سے پوچھا "تم کون ہو" اس نے جواب دیا۔ اے رام" میں۔ شوبنک نامی شودر ہوں۔ اور سرگ (بہشت) کی امید پر خدا کی بندگی کر رہا ہوں یہ بات سنکر سری رامچندر جی نے میان سے تلوار کھینچکر شوبنک کی گردن اڑا دی۔ اس کے بعد خوشی سے آسمان پر تمام دیوتا جمع ہوئے اور رام چندر پر پھولوں کا مینہہ برسایا اور کہا" اے رام چندر جی مہاراج آپ بڑے صاحب اقبال اور مبارک ہو۔ اور اجر عظیم کے مستحق ہو۔ آپ نے ہماری خاطر ایسا کام کیا کہ ایک نجات کے خواہشمند شودر کی گردن اڑائی۔ اس کے لئے ہم آپ کے ہر وقت زیر احسان رہیں گے کہ آپ نے بہشت کے امیدوار شودر کو قتل کر ڈالا۔ اس وقت جو چاہو مانگو ہم آپ کی تمام امیدیں پوری کرینگے رام چندر جی نے دیوتوں کو کہا کہ اگر آپ مجھ پر پرسن (خوش) ہوئے ہو تو اس بات کی سفارش کرو۔ کہ برہمن کا لڑکا زندہ ہو جائے۔ **دیوتوں** نے کہا کہ وہ لڑکا اسی وقت زندہ ہو گیا تھا جب آپ نے اس نجات کے خواہش سے عبادت کرتے ہوئے شودر کا سر تن سے جدا کیا تھا +

اگر شودر پنچ گویہ* پیوے تو بہت جلد دوزخ میں پہنچ جاتا ہے +

وشن سمرتی الف ۵۴ -

شودر کا اناج کھاکر برہمن سات جنم کتا بنتا ہے +

بدھ اتر سنتھا الف ۵ -

اگر اسے درست تسلیم کیا جائے تو ہمارے ہندو دوستوں کو یہ ماننا پڑیگا کہ آج کل کے اکثر کتے دراصل کسی زمانہ میں برہمن ہی تھے - کیونکہ برہمن کا گذارہ اور زندگی کا انحصار اور ان کی روزی کا دارو مدار زیادہ تر شودروں پر ہی ہے +

پھر ملاحظہ ہو **پراسر سنتھا الف ۱**

کپلا گائے (سرخ رنگ کی گائے) کا دودھ پینے سے اور وید کے پڑھنے سے شودر ضرور نرک (دوزخ) میں جاتا ہے +

پھر اور ملاحظہ ہو **وشٹ سنتھا الف ۱۸**

شودر کو عقل و علم نہ سکھلاؤ - دھرم کا - اوپدیش وعظ نصیحت مت کرو جو شودر کو یہ باتیں سکھلائے گا - وہ لاریب نرک (دوزخ) میں جاوے گا +

---

* حاشیہ - یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پنچ گویہ کا نسخہ ناظرین کو تبلایا جاوے - جو اہل ہنود کے نزدیک تمام پاکیزگیوں پر جادو کا اثر رکھتا ہے - گائے کا گوبر ایک ماشہ - گائے کا پیشاب ۴ ماشہ - گھی ۴ ماشہ - دودھ اور دھی آٹھ آٹھ ماشے - ان پانچ اشیاء کو جمع کرنیسے (پنچ گویہ) بنتا ہے (اتر سنتھا) خدا یہ مقدس نسخہ برہمنوں کو ہی مبارک کرے - اگر کوئیں کا پانی ناپاک ہو جائے - تو اسے پاک صاف کرنے کے لئے بھی اسی نسخہ کا استعمال فرمایا ہے - ڈاکٹر صاحبان کو چاہیئے کہ کوئیں کا پانی صاف کرنے کے لئے بجائے اور دوائیوں کے اہل ہنود کے اس پاکیزہ نسخہ سے کام لیا کریں - منہ

ناظرین! اس مضمون کی طوالت سے شائد آپ کی سمع خراشی ہوئی ہو مگر جب تک میں آپ کو قدیم ہندوستان کی تمدنی حالت سے آگاہ نہ کرتا تو آپ اس امر کا اندازہ نہ لگا سکتے کہ اسلام کونسی نعمتیں اور رتن ہندوستان میں لایا۔ سب سے پہلے اسلام نے ہی بنی نوع انسان کو مساوات دینے کے لئے نیشنلٹی کی بجائے ہیومنٹی کا علم بلند کیا اور باوا نانک صاحب بھی بجائے منو شاستر کی پیروی کے قرآن کریم کی سطر تعلیم پر شیدا ہوئے۔ چنانچہ باوا صاحب وار سری راگ محلہ ا میں فرماتے ہیں۔

پھکڑ ذاتی پھکڑ ناؤں
سبناں جیاں کا ایکا چھاؤں

ترجمہ۔ ذات پات کا سوال بے فائدہ ہے۔ درحقیقت جو خدا کی طرف سے منہ پھیر لیتے ہیں وہی ادنیٰ ہیں۔ قرآن مجید اس کے متعلق فرماتا ہے۔ اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ دراصل باوا صاحب نے یہ تعلیم قرآن کریم سے حاصل کی ہے۔ پھر آگے فرماتے ہیں۔ ایشور نے کسی قوم میں فرق نہیں کیا مثلاً جو انسانی طاقتیں چھتری اور برہمن کو اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی ہیں وہی شودر کو بھی عنایت کی ہیں سب کے لئے خدا کی زمین فرش کا کام دیتی ہے جب اللہ تعالےٰ کی رحمت سے بارش ہوتی ہے تو جیسی وہ چھتری یا برہمن کی زمین کو سیراب کرتی ہے ویسے ہی شودر کو بھی نہال کر دیتی ہے۔ باد نسیم کا جھونکا جن شوخیوں سے بادشاہی محل سے گذرتا ہے ویسے ہی غریب کی جھونپڑی کے لئے بھی راحت و ٹھنڈک اور شانتی کا موجب ہوتا ہے اللہ تعالےٰ کے سورج اور چاند کی روشنی اگر بادشاہی محل کے جھروکے کو روشن کرتی ہے تو غریب کی کٹیا کو بھی بغیر کسی قسم کی رکاوٹ کے تجلی کے نور سے منور کرتی ہے۔ ذات پات اور چھوت چھات محض تنگ دلی اور تنگ ظرفی پر

مبنی ہے اللہ تعالےٰ کی رحمت ہر جگہ یکساں ہے ورحمتی وسعت کل شئی (سورۂ اعراف ع۲۰) ترجمہ۔ رحمت میری نے سما لیا ہر چیز کو۔ قرآن شریف میں اس بات کو واضح طور سے بیان کیا گیا ہے۔ پھر باوا صاحب گرنتھ صاحب دار آسا محلہ پہلا میں فرماتے ہیں۔

آگے ذات نہ زور ہے آگے جو نہے
جنکی لیکھے پت پوے چنگے سے آئی کے

مطلب یہ کہ ذات پات نہ پوچھے کوئی
ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی

یعنی قیامت کے روز اعمال حسنہ کام آئینگے نا کسی کا برہمن اور کھشتری وغیرہ ہونا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ والوزن یومئذن الحق فمن ثقلت موازینه فاولئك هم المفلحون ومن خفت موازینه فاولئك الذین خسروا انفسهم بما كانوا بایتنا یظلمون (اعراف ع) اور تولنا اس روز حق ہے پس جو شخص کہ بھاری ہوئی تول اُن کی پس وہی ہیں کامیاب ہونے والے۔ اور جو شخص کہ ہلکی ہوئی تول اُن کی وہی لوگ ہیں گھاٹے میں ڈالا انھوں نے اپنی جانوں کو بسبب اسکے کہ تھے ساتھ نشانیوں ہماری کے ظلم کرتے۔ باوا نانک صاحب آدگرنتھ پربھاتی محلہ اول میں فرماتے ہیں۔

ذات جنم نہ پوچھے سچ گھر لے بتائے
سا ذات سا پت ہے جیسے کرم کمائے

یعنی قیامت کے روز عملوں پر فیصلہ ہوگا۔ اس وقت برہمن اور شودر میں کچھ امتیاز نہیں ہوگی۔ یہ ذات پات کی کشمکش صرف دنیا تک ہے۔ پھر باوا صاحب آدگرنتھ آسا محلہ پہلا میں فرماتے ہیں۔

خصم وسارے تے کم ذات
نانک ناوے باجھ سنات

ترجمہ۔ خصم پنجابی زبان میں خاوند اور مالک کی جگہ بولا جاتا ہے۔ یہاں خصم سے مراد اللہ تعالےٰ سے ہے۔ باوا نانک جی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ سے مُنہ موڑنے سے ذات کم ہوتی ہے اور جو تمام دنیوی کمندوں سے منہ پھیر کر محض اللہ تعالےٰ کے ہو جاتے ہیں۔ ان کی ذات ہی اعلےٰ ہے۔ پھر گرنتھ صاحب آسا محلہ ۳ میں لکھا ہے۔

بھگت رتے سے اوتما جت پت سدے ہوئے
بن نادیں سب بنج جاتی ہے وشٹا کا کیڑا ہوئے

مطلب۔ جو لوگ روحانیت کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں دُنیا سے مُنہ پھیر کر خدا سے لگن لگاتے ہیں وہی اعلےٰ طبقے کے لوگ ہیں۔ بغیر اللہ تعالےٰ کی بندگی کے سب ادنیٰ ذات ہیں اور بغیر اعمال صالحہ کے انسان نہیں بلکہ گوبر کے کیڑے ہیں۔ پھر ملاحظہ ہو گرنتھ صاحب بھیروں محلہ میں باوا نانک صاحب کہتے ہیں۔

ذات کا گربھ نہ کریو کوئی
برہم بندتے سب ادت پت کوئی
پنج تت مل دیہی کا اکارہ
گھٹ دو کو کرے ویچارا

ترجمہ۔ ذات پر اترانا فضول ہے تمام خلقت اسی کے نور سے پیدا ہوئی ہے (جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی آسمانوں اور زمین کا نور اللہ ہی ہے جس کے نور کی تجلی ہر جگہ جلوہ گر ہے) پانچ عناصر یعنی آب۔ آتش۔ خاک۔ باد۔ فضاء کی ترکیب سے انسانی جسم ظہور پذیر ہوتا ہے اور یہی عناصر خمسہ ہر ایک انسان کیا شودر کیا برہمن کے جسم میں مساوی موجود ہیں اور اسے کوئی کم و بیش نہیں کر سکتا۔ ہاں جو خدا کے قریب وہ اعلےٰ اور جو

خدا سے دُور وہ ادنے۔ پھر گرنتھ صاحب گوڑی محلہ میں لکھا ہے۔

گربہ واس میں کُل نہیں جانی
براہم بندتے سب اوت باقی
کہورے پنڈت! بامن کب کے ہوئے
"بامن" کہہ کہہ جنم مت کھوئے
جونوں براہمن براہمنی جائیا
توآن باٹ کا ہے نہیں آیا
تم کت براہمن ہم کت سود
ہم کت لہو تم کت دود

ترجمہ۔ یہ ذات پات کا سوال دُنیا تک محدود رہے گا۔ ہاں خدا کے نزدیک وہ اعلےٰ جن کے اعمال اعلےٰ۔ اللہ تعالےٰ کے نور سے تمام کائنات پیدا ہوئی ہے۔ یہ براہمن کو مخاطب کرکے کہا گیا ہے کہ اے براہمن تو جو اپنی ذات پر فخر کرتا ہے یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ بنی نوع انسان کی پیدائش پرمیشر نے ایک ہی وقت میں اور ایک ہی طرز سے واقع کی ہے جیسے خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (نساء) یعنی خدا تعالیٰ نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے۔ پس جب ایسی صورت ہے تو خواہ نخواہ اپنی ذات پر اترانا بالکل بے فائدہ ہے۔ پس اے براہمن! اس بات کا جواب دو کہ تم کب سے پیدا ہوئے ہو۔ تم میں کونسا ذاتی تقدم ہے براہمن کہلانے کے گھمنڈ میں اپنے تئیں ہلاک مت کرو +

پس اے براہمن تو جو اپنی ذات پر اس قدر ناز کرتا ہے تجھ میں کونسا امر مابہ الامتیاز ہے۔ جو تجھے براہمن بناتا ہے۔ اور ہم کو شودر۔ ہمارے رگ و ریشہ میں تو خون دوڑتا ہے۔ کیا تمہارے شرائیں اور ناڑیوں میں بجائے خون کے

دودھ دورہ کرتا ہے۔ پھر باوا صاحب گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں۔

سب کو میت ہم اپنا کیا ہم سبنھاں کے ساجن

ہمارے سب دوست ہیں اور ہم سب کے شفیق۔ اس لئے اے سکھ صاحبان! یہ ہمدردی کی تعلیم ہمارے دلوں سے اپیل کرتی ہے کہ ہم بباعث ایک ملک کے باشندے ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں اس لئے ہمارا یہ فرض ہے کہ صفائی سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں۔ اور ایسی ہمدردی کریں کہ بقول باوا نانک صاحبؒ **ایک پتا ایکس کے ہم بالک** کو اسم بامسمیٰ کرکے دکھلادیویں انہیں وجوہات کو مدنظر رکھ کر "ہم ہندو نہیں" کا مصنف ذات پات کی سد راہ کو دُور کرنے کے لئے صفحہ ۴۹ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے۔ کہ کسی زمانہ میں مغلیہ خاندان کے رشتے ناطے ہندوؤں سے ہؤا کرتے تھے اور مثال کے طور پر شہنشاہ اکبر وغیرہ کے واقعات پیش کرتا ہے بیشک یہ ہمدردی پیدا کرنے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ مگر یہ بات اور بھی روز روشن کی طرح صاف ہو جاتی ہے جبکہ باوا نانک صاحب کابل کے نواح میں بہت مدت تک رہے اور علاقہ بند میں مسمی حیات خاں کی لڑکی سے شادی کی اور وہ مقام یعنے قلعہ بند کے لوگ باواجی کو پکا مسلمان یقین کرتے ہیں حالانکہ پٹھان لوگ جو ایک خطرناک قوم ہے کسی ہندو کو مسلمان کسی صورت میں نہیں کہہ سکتی گو جان جائے۔ ہم لوگ دل و جان سے اس بات کے متمنی ہیں کہ ہم میں وہی اخلاص محبت اور ہمدردی پیدا ہو جائے جو باواجی کے وقت میں تھی اور گورو صاحب سے محبت رکھنے والوں سے ہمیں قوی امید ہے کہ وہ اسی راستہ پر قدم زن ہونگے جس طرف حضرت باوا صاحب نے رہنمائی کی ہے ؎

گورو جس کے ہوں جس راہ پر فدا۔ وہ چیلا نہیں جو نہ دے سر جھکا

عقیدہ سوم

تیرتھ یاترا یعنی ہندوؤں کے مقدس مقامات اور باوا نانک صاحب

ہندوؤں کے ہاں ۶۸ تیرتھ یا مقدس مقامات ہیں۔ ہندو لوگ سمجھتے ہیں کہ وہاں جاکر غسل کرنے سے گذشتہ اور آیندہ کے کُل پاپ یعنی گناہ دُور ہو جاتے ہیں۔ جس زمانہ میں باوا نانک صاحب پیدا ہوئے اس زمانہ کے ہندو صاحبان بڑی سختی سے اس وہم میں مبتلا تھے۔ اور اس اندھے عقیدہ سے جس قدر بدیاں ظہور پذیر ہوسکتی ہیں وہ ظاہر ہیں۔

تیرتھوں کی حالت کے متعلق ڈاکٹر برنیر نے اپنی کتاب میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اور اس نے بیان کیا ہے کہ میں نے جگن ناتھ میں ہزاروں ہندو عورتیں دیکھی ہیں جنکی جوگیوں اور سنیاسیوں سے آشنائی تھی۔ اور حماقت سے یہ سمجھتی تھیں کہ یہ آشنائی ہمارے لئے موجب مُکتی ہوگی۔ تیرتھ یاترا کی تردید میں حضرت باوا صاحب شری گورو گرنتھ صاحب ماجھ محلہ ۳ میں فرماتے ہیں:۔

ایہہ من میلا اک نہ دھیائے انتر میل لاگے بہو دوجے بھائے

تٹ تیرتھ وسنتر بھوئے اہنکاری ہور ودھیرے ہوئے میل لاونیاں

ترجمہ۔ فسق و فجور میں مبتلا ہوکر اس وحدہٗ لاشریک سے روگردانی اختیار کرنا ہر دو جہان کا خسران ہے۔ اور تیرتھوں کی جاترا سے تمہارے دل میں تکبر اور غرور* پیدا ہوگا۔ مگر اللہ تعالےٰ کو تو عاجزی و انکسار ہی منظور ہے کیونکہ

* ہندوؤں کے بعض تیرتھوں کی بابت انکے دھرم شاستر میں لکھا ہے کہ وہ اُن تیرتھوں کی جاترا کرنے سے براہ راست بہشت میں جائینگے اور بعض تیرتھوں کی بعض چیز کھانے سے وہ براہ راست بہشت کو جائے گا سو یہ ایسی چیزیں ہیں جو قلبی طور پر غرور اور تکبر کے لئے اُکساتی ہیں۔ منہ

باوا صاحب کا گرنتھ میں قول ہے۔ سٹھت نیویں نانکا گن وڈیاں تت یعنے انکساری میں شہد کا ذایقہ ہے اور تمام صفات اور بزرگیوں کی جڑ انکساری ہے پھر گرنتھ صاحب ماجھ محلہ ۴ میں درج ہے۔

تیرتھ پوراست گور دجوان دن ہر ہر نام دھیائے

ترجمہ۔ اکمل تیرتھ توست گورو ہے یعنے وہ قادر ذوالجلال سو ہر روز کے سچی تضرع اور عاجزی سے اس کا ملاپ حاصل کرو پھر گرنتھ صاحب دھناسری محلہ اوّل میں باوا صاحب فرماتے ہیں۔

تیرتھ نہائے نہ اوترس میل کرم دھرم سب ہوئے پھیل

ترجمہ۔ تیرتھوں کے نہانے سے دلی پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی دل دنیوی ملونیوں سے الگ ہوتا ہے بلکہ تیرتھوں کی جاترا سے تمام نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں۔ اس کے آگے چلکر باوا صاحب فرماتے ہیں۔ گوڑی محلہ ۴ گرنتھ صاحب سے۔

مکر پراگ دان بھو کیا سریر دیوا دکاٹ
بن ہر نام کو مکت نہ پاوے بھو کنچن دیجے کٹ ڈکاٹ

ترجمہ۔ پراگ راج جو ہندوؤں کا بڑا بھاری تیرتھ ہے اور ہندوؤں کے شاستروں میں لکھا ہے کہ وہاں جاکر زیادہ خیرات کرنے اور خودکشی کرنے اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کروانے سے نجات حاصل ہوتی ہے سو باوا صاحب اس کے لئے فرماتے ہیں اگر پراگ تیرتھ کے پوجاریوں کے مکروفریب میں آکر خواہ اپنے شریر یعنی جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کروادے اور سونے چاندی کے انباروں کے انبار خیرات کردیوے تو بھی بغیر اس قادر مطلق کی بندگی کے نجات ملنی مشکل ہے پھر گرنتھ صاحب میں باواجی فرماتے ہیں۔ دھناسری محلہ پہلا

تیرتھ نہاون جاؤ تیرتھ نام ہے تیرتھ شبد بیچار انتر گیان ہے

ترجمہ۔ باوا نانک صاحب فرماتے ہیں۔ اے لوگو! جو تم تیرتھوں کے جاترا کے لئے اس قدر مصائب برداشت کر کے جاتے ہو تو اصلی اور حقیقی تیرتھ تو اس قادرِ ذوالجلال کی بندگی ہے اسی کی عبادت میں سب تیرتھ ہیں۔ سو اللہ تعالے کی محبت میں گداز ہونے سے اور اس کے گیان اور معرفت حاصل ہونے کیلئے بے قرار ہونے سے ہی حقیقی تیرتھ کی پیاس بجھتی ہے۔ پھر باوا صاحب آدگرنتھ ماجھ محلہ پہلا میں فرماتے ہیں۔

اٹھسٹھ تیرتھ جے جتن کرے
تاں انتر کی ہومے کدی نہ جائے

ترجمہ۔ باوا صاحب فرماتے ہیں اگر لا انتہا تیرتھوں کے پوجا کرے غسل کرے تو بھی اطمینان قلب حاصل نہیں ہوسکتا۔ تمام سکھوں کی جڑ اور امن کی راہ اللہ تعالے کی رضا جوئی ہے بغیر اس کے دل کی تسلی نہیں۔ آگے باوا صاحب تیرتھ جاترا کے لئے بڑا معرفت کا نکتہ لکھتے ہیں دیکھو گرنتھ صاحب وڈہنس محلہ پہلا

من میلے سب کچھ میلا تن دھوتے من اچھا نہ ہوئے
ایہ جگ بھرم بھلایا ورلا بوجھے کوئے

ترجمہ۔ باوا صاحب فرماتے ہیں اگر دل گندہ ہے۔ تو تمام چیزیں گندی ہیں جسم کے دھونے سے باطنی پاکیزگی حاصل نہیں ہوسکتی۔ تیرتھوں پر جاکر غسل کرنے سے تمام گناہ کا کفارہ ڈھونڈنے والے اسی وہم میں مبتلا ہیں۔ اس نکتہ کو اہل صدق و صفا ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ہاں تیرتھوں پر جاکر غسل کرنے کی مثال بعینہ اس تونبے کی ہے جس کی بناوٹ تو خوبصورت ہے مگر اندر میں کسیلا پن اور کرواہٹ بھری ہوئی ہے۔ گرنتھ صاحب سوئی محلا ۳

سچا تیرتھ جت ست سرناؤں گورمکھ آپ بجھاوے

سچا تیرتھ تو زہد و تقویٰ ہے جسے وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جن پر وہ ذوالجلال اپنا فضل کرے۔ اور پھر گرنتھ صاحب کے اس شلوک نے تو معاملہ بہت حد تک صاف کر دیا ہے۔

جل کے مجن جے گت ہوئے نت نت مینڈک نہاوے

مطلب۔ اگر پانی میں نہانے پر ہی مکتی اور نجات ہے تو سب سے اول مینڈک کو ملیگی جو ہر وقت پانی میں رہتا ہے۔

پھر جب باوا صاحب ۲۷ چیتر سمت ۱۵۶۵ بکرمی کو جگن ناتھ پہنچے پہلے تو وہاں کے پوجاریوں سے باوا صاحب کا مباحثہ بت پرستی پر ہوا اور جگن ناتھ کے پوجاریوں کو نیچا دیکھنا پڑا۔ تو پھر وہاں کے پانڈوں نے جگن ناتھ کی آرتی (تعریف ادا کرنے کے لئے باوا صاحب کو شامل ہونے کے واسطے کہا۔ اس پر باوا صاحب نے یہ شبد (قول) فرمایا۔

گگن میں تھال رو چند دیپک بنے تارکا منڈل جنک موتی
دھوپ ملیانلو پون چورو کرے سگل بن رائے پھولنت جوتی
کیسی آرتی ہوئے بھو کھنڈناں تیری آرتی انہد شبد وجنت بھیری
سہس تو نین نن نین ہے توہے کو سہس مورت ننا ایک توہی
سہس پد بمل نن ایک پد گندھ بن سہس تو گندھ ایو چلت موہی
سب میں جوت جوت ہوے سوے تس دے چانن سب میں چانن ہوے
گور ساکھی جوت پرگٹ ہوے جو تس بھاوے سو آرتی ہوئے
ہر چرن کمل مکرند لوبھت منوں ان دن موہ آئی پیاسا
کرپا جل دیہہ نانک سارنگ کو ہوئے جاتے تیرے نائیں واسا

ترجمہ۔ اے ذوالجلال یہ فلک تیرا طشت ہے۔ گول گول ستارے اور سپیلے موتی اس میں جڑے ہوئے ہیں آفتاب اور ماہتاب تیری لالٹینیں ہیں تمام جہاں

کی خوشبوئیں تیرا لوبان ہیں ہوا تجھے پنکھا کرتی ہے اے نور کے خالق تمام نباتاتی دُنیا تیرے پھول ہیں۔ یا دافع الخوف کیسی الطف تیری آرتی ہے۔ وجد کی نہ بجھائی ہوئی سُریں خوش آواز بگل کا کام دیتی ہیں۔ تیری ہزار آنکھیں ہیں۔ تاہم ایک آنکھ نہیں (ایک آنکھ سے مُراد انسان کیطرح کی آنکھ ہے) تیرے ہزاروں سُروپ ہیں تاہم ایک سُروپ نہیں (انسان کا سروپ مُراد ہے) تیرے ہزاروں بے عیب پاؤں ہیں تاہم ایک پاؤں نہیں (انسانی پاؤں سے مراد ہے) میں تیرے اس کھیل پر حیران ہوں۔ اے نور کے خالق وہ نور جو ہر ایک چیز میں ہے تیرا ہی ہے اس کے نور سے ہر ایک چیز منور ہے۔ وہ جو تجھے اچھا معلوم ہوتا ہے تیری آرتی ہے اے خدا میرے دل و دماغ کو تیری کنول پاؤں کی خوشبو نے فریفتہ کر دیا ہے۔ اپنے فضل کا پانی تشنۂ لب نانک کو عنایت کر تاکہ اس کو تیرے نام کا ادھار ہو۔ یہ آرتی سُنکر جگن ناتھ کے پوجاری دنگ رہ گئے دیکھو جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۳۲ و تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی صفحہ ۱۴۴ ؛

معزز سکھ صاحبان! ہم آپ کے دھرم پُستکوں مثلاً جنم ساکھی و تاریخ گورو خالصہ و گرنتھ صاحب سے تیرتھوں کی تردید پیش کر دی ہے۔ اب آپ خود ہی اپنے دل میں غور فرماویں کہ باوا صاحب تیرتھوں کی جاترا کو نہ بدعت بلکہ بڑے درجہ کا کفر خیال کرتے تھے مجھے امید رکھنی چاہیئے کہ ہر ایک سکھ کہلانے والا جو باوا صاحب کا عقیدتمند ہے وہ ہندوؤں کے تیرتھوں کو اسی نظر سے دیکھیگا جس نظر سے گورو صاحب نے دیکھا ؛

یہ لفظ (پاؤں) خدا تعالےٰ کی غایت درجہ کی محبت اور تعظیم کا ہے گورونانک جی ہمیشہ خدا تعالیٰ کے پاؤں کی طرف تعظیم کی وجہ سے مخاطب رہے ہیں منہ

چوتھا عقیدہ

ہندوؤں میں جہاں بے شمار بدعتیں اور اوہام پرستیاں ہیں وہاں جنیؤ کی رسم بھی عجیب ہی ہے جب اعلےٰ ذات کے ہندو کا لڑکا ۹ برس کی عمر کا ہوتا ہے تو جنیؤ کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے اور اس رسم جنیؤ کو گویا ہندو مذہب کا نشان سمجھا جاتا ہے اور جب تک جنیؤ کی رسم ادا نہ ہو تب تک کوئی شخص ہندوؤں کے کسی خاص "ورن" یعنی طبقہ میں شامل نہیں ہو سکتا۔ جنیؤ ایک سوتر کی پتلی سی رسی تقریباً چار پانچ فیٹ لمبی ہوتی ہے جو لڑکے کے گلے میں پہنائی جاتی ہے۔ اس ہندوستان جنت نشان کی بھی ہر ایک ادا ساری دُنیا سے نرالی ہے۔ روم۔ روس۔ چین۔ جاپان۔ فارس۔ افغانستان عرب اور افریقہ۔ یورپ اور امریکہ۔ غرض چار دانگ عالم میں جہاں جاؤ عزیز بیٹے کے گلے میں یہ طوق کسی ماں باپ نے نہ ڈالے ہونگے۔ اور مُلکوں میں تو طوق مجرموں کے واسطے ہوتے ہیں مگر یہاں عزیز بیٹے کو بے جرم پہنایا جاتا ہے ہاں فرق صرف اتنا ہے کہ قیدیوں اور قزاقوں کے گلے میں آہنی طوق ہوتے ہیں مگر ان کے سوتر کے فارس اور عرب میں یہ حلقہ غلامی کی علامت تھی۔ جب باوا صاحب ۹ برس کے ہوئے تو ان کے لئے بھی یہ طوق تجویز کیا گیا مگر ان کو اللہ تعالےٰ نے علم دیا تھا وہ ان مصنوعی جنیؤں کے پابند نہ تھے ان کے دل کو کچھ اور ہی لگن لگ رہی تھی تو اس وقت باوا صاحب نے کالو پنڈت کو جو گورو صاحب کو جنیؤ پہنانے کے لئے آیا تھا مخاطب کر کے یہ شبد کہا۔ آدگرنتھ دار آسا محلہ ۱ نیز دیکھو جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۴۰

دیاہ کپاہ سنتوکھ سوت جت گنڈیں ست وٹ ایہہ جنیؤ جیو کا ہی تاں پانڈے گھت

چونکر ٹل آیا نیا ہو چو سنکے پائیا
سکھا کن چڑھائیا گور برہمن ٹھقیا
اوہ موآ اوہ جھڑ پیا وے تگ گیا
وے ننگا آپے وستے
وٹ دھاگے اوران گتھے
لے بھاڑ کرے و واہ
کڈھ کاگل وسے راہ
سن ویکھو لوکاں ایہہ وڈان
من اندا ناؤں سجان

ترجمہ۔ اے پنڈت ہم اس دھاگے کا جنیؤ نہیں پہنتے ہمارے جنیؤ کے لئے مہربانی کی کپاس صبر کا سوت تقوے کی گرہیں پرہیز گاری کا بل مجھے یہ جنیؤ درکار ہے۔ اے پنڈت اگر آپ کے پاس ایسا جنیؤ ہو تو بے شک پہناؤ میں پہننے کے لئے تیار ہوں مجھے ایسا جنیؤ ہرگز درکار نہیں جو بازار سے چار کوڑی کا سوت لے کر بنایا جاتا ہے۔ اور برہمن کچھ کان میں کہکر گورو بنکر گلے پہنا دیتا ہے پھر جب آدمی مرجاتا ہے تو وہ جنیؤ نہیں رہ جاتا ہے کیونکہ وہ جنیؤ خود تراشیدہ ہے کیونکہ برہمن خود ہی جنیؤ بناتا ہے اور بنا کر دوسروں کو پہناتا ہے۔ بھلا ایسے جنیؤ سے روحانی فائدہ کیا حاصل ہوتا ہے؟ پھر آگے رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ میں درج ہے۔

گورو کا سکھ جنیؤ نگے دی کان نہ کرے

ترجمہ۔ گورو کا چیلا جنیؤ کی بالکل پرواہ نہ کرے کیونکہ اس جنیؤ سے صفائی قلب نہیں ہوتی۔ بہرحال اس سے یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ گورو نانک صاحب ہندوں کے مایۂ ناز عقیدہ جنیؤ جس کے بغیر کوئی ہندوؤں کے اعلےٰ طبقہ میں شامل

نہیں ہو سکتا۔ باوا صاحب ہرگز اس عقیدہ کے قائل نہ تھے۔ آؤ اب ہم ہندوؤں کے پانچویں عقیدہ جو ہندوؤں کا ایک عظیم الشان عقیدہ ہے یعنی مورتی پوجا یا بت پرستی پر باوا صاحب کا فتوے تلاش کریں +

پانچواں عقیدہ

مورتی پوجا کی تردید

ہمارے اُن ذی علم دوستوں کو جنھوں نے تاریخ قدیم کی اوراق گردانی کی ہے یونانیوں کے عروج کا زمانہ جو آج سے قریباً تین ہزار برس قبل کا زمانہ ہے اچھی طرح یاد ہوگا۔ بلاشبہ اس چھوٹے سے جزیرہ نما کو قدرت نے وہ اعجاز بخشا کہ کیا علم و فضل اور کیا علم و اخلاق میں چار دانگ عالم میں مشہور ہو گیا نہ صرف یہی بلکہ اس نے اپنے اخلاق اور صفات کی خوشبو سے دُنیا کے ہر گوشہ کو معطر کر دیا یہی وجہ ہے کہ اگرچہ یونانی حکیموں کو اس دُنیا سے اُٹھے ہوئے ہزاروں برس ہو گئے مگر اُن کا نام نامی ہنوز عزت اور تعظیم سے لیا جاتا ہے آج بقراط اور سقراط۔ ارسطو۔ افلاطون۔ جالینوس۔ دقیانوس۔ بطلیموس کے نام سے بچہ بچہ واقف ہے اور اُن کے فیض علوم سے برابر اب تک قومیں مستفیض ہوتی چلی آئی ہیں اور امید ہے کہ آیندہ نسلیں بھی مفاد حاصل کرتی رہینگی یونان کے علمی جواہرات اور موتیوں کی گرم بازاری کو ایک عرصہ دراز گزر چکا ہے۔ مگر پھر بھی کوئی قوم ان کی آرایش سے خالی نہیں ہے مگر جب ہم اس مُلک کے رُوحانی پہلو پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ باوجود اسقدر اوج و موج اور علوم و فنون کے منبع ہونے کے اس میں بھی بت پرستی جاری تھی

ہر ایک کرتب علم و ہنر کے لئے علیحدہ علیحدہ دیوی دیوتا منتخب کئے ہوئے تھے مگر جب ہم اس ہندوستان کی حالت پر نظر کرتے ہیں تو ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی - جائے غور ہے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی آبادی قریباً ۲۰ کروڑ باشندگان کی ہے مگر دیوی دیوتا جن کی پرستش بخصوصیت سے کی جاتی ہے وہ قریباً ۳۳ کروڑ کی تعداد میں ہیں اور ان میں سے ہر ایک دیوتا کو اپنی جگہ خدا مانا جاتا ہے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہندو قوم بت پرستی میں کہاں تک ترقی کر چکی تھی ایسی حالت میں جبکہ بت پرستی کا ہندوستان میں دور دورہ تھا اور ہندوستان میں وہی زیادہ دھرماتما شمار ہوتا تھا جسکے گھر میں زیادہ بُت ہوتے تھے اس فیج اعوج کے زمانہ میں باوا نانک صاحب نے بُت پرستی کے خلاف توحید کا علم بلند کیا - یہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت باوا صاحب نے یہ توحید کی ضیاء قرآن کریم سے حاصل کی - جیسا کہ حضرت باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالے والا یا جنم ساکھی کلاں کے صفحہ ۱۴۷ پر فرماتے ہیں -

توریت - زبور - انجیل ترے پڑھ سن ڈٹھے وید
رہی قرآن کتاب کلجگ میں پروار

مطلب - باوا صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے توریت - زبور - اور انجیل کے علاوہ ویدوں کا بھی مطالعہ کیا - مگر اس کلجگ یعنی فیج اعوج کے زمانہ میں اگر کوئی کتاب ہماری رہنمائی کا ذریعہ ہو سکتی ہے تو وہ صرف قرآن کریم ہی ہے - اور سب کتب اس زمانہ میں روحانی رہنمائی کے لئے ناکارہ ہیں - قرآن مجید پر حضرت باوا صاحب کے ایمان کے متعلق مفصل ذکر انشاء اللہ تعالےٰ آیندہ صفحات میں آئے گا اس جگہ صرف یہی جتلانا ہے کہ توحید کی روشنی حضرت باوا صاحب نے قرآن کریم سے حاصل کی - بتوں کی تردید میں حضرت باوا صاحب گرنتھ صاحب میں وار بھاگڑا محلہ اہین فرماتے ہیں -

ہندو مولے بھولے اکھوٹی جائیں ۔ نارد کہیا سے پوچ کر ہیں
اندھے گونگے اند اندھار ۔ پاتھرلے پوجے مگد گوار
اوہ جے آپ ڈوبے تم کہاں تارن ہار

ترجمہ۔ بُت پرستوں نے صراط مستقیم کو چھوڑ کر شیطان کی راہ اختیار کی ہی اور شیطان کے پیچھے لگ کر بالکل اندھے بہرے اور چاہِ ضلالت میں گر گئے اور ایسے جہالت میں غرق ہو گئے کہ پتھر کی پوجا کرنے لگ پڑے۔ بھلا جب پتھر خود تو تیر* نہیں سکتا تم کو کیا تارے گا۔ ایسے لوگوں کے دلوں پر ایسے جہل کے پردے پڑ گئے ہیں کہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتے اور باوجود سمجھنے کے نہیں سمجھتے یہ اللہ تعالےٰ سے مُنہ پھیرنے کا نتیجہ ہے۔ اس کے آگے گرنتھ صاحب سوہی محلہ ۵ میں لکھا ہے کہ

گھر میں ٹھاکر نظر نہ آوے ۔ گل میں پاہن لے لٹکاوے
بھرمے بھولا ساکت پھرتا ۔ نیر بِرولے کھپ کھپ مرتا
جس پاہن کو ٹھاکر کہتا ۔ وہ پاہن لے اسکوں ڈوبتا
گنہگار لون حرامی ۔ پاہن ناون نہ پار گرامی
گرمل نانک ٹھاکر جاتا ۔ جل تھل مہی ال پورن بداتا

ترجمہ۔ ٹھاکر یعنے وہ قادر ذوالجلال تو اپنے دل میں ہے مگر وہ جو اللہ تعالےٰ سے مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ انہیں نظر نہیں آتا۔ اور بُت پرست تو اوہام پرستی میں پڑ کر حقیقی راہ کو چھوڑ کر شیطان کی راہ اختیار کرتے ہیں اور ان کی مثال بعینہ اس نادان کی سی ہے جو دودھ جیسی نعمت غیر مترقبہ کو چھوڑ کر پانی کو بلوتا ہے بھلا پانی کے بلونے سے کیا فائدہ جس پتھر کو انھوں نے خدا سمجھا۔ اسے بت پرست خود ہی تراشتے ہیں کیا کبھی خود تراشیدہ بھی خدا ہو سکتا ہے۔ دراصل یہ کفرانِ نعمت کا نتیجہ ہے وہ ذوالجلال قادر جس نے محض اپنے فضل و کرم سے انسان

* مطلب۔ ایک ذی ادراک ہستی غیر مدرک سے کیا حاصل کر سکتی ہے ؟

کو اشرف المخلوقات بنایا۔ پھر جس نے چمن عالم کو گلہائے گوناگوں اور موالید بوقلموں سے سجایا لطف اور احسان اس کا عالم و عالمیاں پر ہزاروں ہزار فضل و کرم اس کا جہان و جہانیاں پر جس نے محض اپنے فضل و کرم سے افضل سے افضل اور الطف سے الطف نعمتیں عطا فرمائیں اور اس کی رحمت کا دامن بہت وسیع ہے +

مثنوی

کریں بندے عصیان و عیب و خطا — کرے پردہ پوشی بعفو و عطا
وہ منکر رہیں اس کے افضال کے — وہ نازل کرے ان پہ جود و سخا

قطعہ

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب — گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم — تو کہ با دشمناں نظر داری

دوستو! وہ غفور اور رحیم ہے یہ اس کے رحم و فضل کا نتیجہ ہے کہ وہ ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اگر وہ قادر مطلق پانچ منٹ کے لئے ہوا بند کر دے۔ تو یہاں پرلو (قیامت کبریٰ) آ جائے۔ ایسے یگانہ خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرنا یہ کفران نعمت ہے۔ پھر گرنتھ صاحب بھیروں محلہ ۵ میں لکھا ہے۔

جو پاتھر کو کہتے دیو — تا کی برتھا ہوئے سیو
جو پاتھر کو پانی پائیں — تسکی گھال اجائیں جائیں
ٹھاکر ہمرا سدا بولنتا — سرب جیاں کو پربھ دان دیتا
نہ پاتھر بولے نہ کچھ دے — پھوکٹ کرم نہپھل ہے سیو

ترجمہ۔ جو پتھر کو خدا کر کے پوجتے ہیں ان کی تمام امیدیں رائگاں جاتی ہیں اور جو پتھر کو پانی دیتے ہیں ان کی یہ تکالیف اُٹھانا بالکل بے فائدہ ہے کیونکہ وہ پتھر لا تکلم ولا یھدیھم سبیلا ط وہ نہ تو ان سے کلام کرتا ہے اور نہ

ان کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ اس کی پوجا کرنے سے کیا فائدہ۔ ریت میں گھی ڈالنا بالکل بے فائدہ ہے کیا کوئی خراب زمین میں بیج بو کر یہ توقع رکھ سکتا ہے کہ اس سے عمدہ فصل حاصل کریگا۔ باوا صاحب اس شلوک میں صاف صاف ضرورت الہام کو نہ صرف ظاہر ہی کرتے ہیں بلکہ اس کے مدعی بھی ہیں فرماتے ہیں اے لوگو! ہمارا ٹھاکر یعنی خدا تو ہمیشہ ہم سے بولتا ہے اگر دیکھا جائے تو درحقیقت الہام رُوحانی غذا ہے معرفت تامہ کے حصول کا ذریعہ ہے اور اطمینان قلب کا وسیلہ ہے اور یقینی طور پر نجات کی امید اسی پر ہے۔ اور نجات یا موکش کے حصول کا ذریعہ ہے۔ الہام سے حق الیقین پیدا ہوتا ہے اور حق الیقین انسان کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کریم کی رضا و جانب کو تمام دُنیا اور اس کے عیش و عشرت اور مال و متاع اور تمام تعلقات پر یہاں تک کہ اپنے نفس پر بھی مقدس سمجھے اور یہی راہ کام (ناجائز شہوت کرودھ (ناجائز غصہ) لوبھ (ناجائز لالچ) موہ (دُنیا کی محبّت) ہنکار (ناجائز تکبّر) سے اجتناب کی ہے۔ مبارک وہ جس پر دُنیاوی محبّت خدا کی محبّت پر غالب نہیں ہوتی لیکن انسان دنیوی کمندوں میں پڑ کر خدا سے غافل ہو جاتا ہے اور ان چیزوں سے انسان دل لگاتا ہے گویا سمجھتا ہے تمام راحت و آرام میرا ان چیزوں میں ہی ہے پس صاف ظاہر ہے کہ جب تک انسان کو اس سروشکتی مان قادر مطلق خدا پر ایسا ہی کامل یقین نہ ہو جیسا کہ اس کو اپنی ملکیت پر یا پیدا کردہ جائداد پر اپنے آزمودہ یا چشم دیدہ واقعات پر ہے تب تک جوش اور محبت اور دلی پریم سے خدا کی طرف رجوع لانا محال ہے کیونکہ کمزور خیال زبردست خیال پر غالب نہیں آ سکتا۔ اس شلوک میں باوا صاحب نے صاف صاف فرمایا ہے کہ ہمارا ٹھاکر یعنی خدا ہم سے ہر وقت کلام کرتا ہے۔ یہ صاف بات ہے کہ باوا صاحب نے یہ رُوحانی نعمت قرآن کریم سے حاصل کی جیسا کہ

آپ جنم ساکھی کلاں بھائی بالا کے صفحہ ۱۷۴ میں فرماتے ہیں کہ ہم نے وید وں شاستروں انجیل۔ توریت۔ زبور وغیرہ ان سب کتب سماویہ کو پڑھا۔ اس وقت اگر کوئی کتاب درحقیقت ہماری رہنمائی کرسکتی ہے تو وہ صرف قرآن کریم ہی ہے ورنہ ویدوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ آدسرشٹی یعنی شروع دنیا میں تو خدا بولا۔ مگر اب خدا اپنے کسی پیارے بھگت سے کلام نہیں کرتا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ کہ خدا ہر وقت ہم سے کلام کرتا ہے باوا صاحب نے قرآن مجید سے حاصل کیا۔ پھر باوا صاحب گرنتھ وار آسا محلہ پہلا میں فرماتے ہیں۔

گھر نراین سبھا نال پوج کرے رکھے نا وال
کنگو چنن پھل چڑھاوے پیریں پے پے بہت منائے
منواں منگ منگ پہنے کھائے اندھی کمیں اندھ سجائے

ترجمہ۔ وہ عالم الغیب ہے۔ اور محیط الکل ہے مگر تجسس اور جستجو سے ملتا ہے۔ بتوں کو جو پتھر کی تراشی ہوئی مورت ہے جس کی سیوا کرنی بھی فائدہ نہیں نادان اس پر چندن اور پھول غرضیکہ عمدہ عمدہ چڑھاوے چڑھاتے ہیں اس کے آگے ہاتھ جوڑتے اور ناک رگڑتے ہیں در اصل یہ بے علمی اور جہالت کا نتیجہ ہے ورنہ کون سمجھدار پتھر اور مٹی کی تصویروں کے سامنے سر جھکانا پسند کرتا ہے۔ پھر اکال استت میں یہ بھی موجود ہے۔

کاہوں لے پاہن پوج دھر یو سر کاہوں لے لنگ گرے لٹکائی
کاہیکو پوجت پاہن کو کچھ پاہن میں پرمیشور ناہیں
تاہن کو پوج پربھو کرکے
جہیں پوجت ہے اگ اوگ مٹائیں

ہمیں اس شخص کی حالت پر رہ رہ کر افسوس آتا ہے جو پتھر کی پوجا کرتا ہے اور اُسے سروشکتی مان یعنی قادر مطلق بنا کر مرادیں مانگتا ہے اور "لنگ"

جسکی تشریح کرتے ہوئے بھی شرم دامنگیر ہوتی ہے اس کی پوجا میں غرق ہوا ہے۔ خالق اور رازق اسی کو ہی ٹھہراتا ہے۔ بُت پرستی پر گرویدہ تعجب تو یہ ہے کہ پہلے وہ خود ہی اس مورتی کو بیڈول پتھر سے تراشتا ہے اور خود ہی اس کی پوجا کرتا ہے۔ بھلا دُنیا میں اس سے بڑھ کر اور کیا جہالت ہو سکتی ہے پھر اور لکھا ہے۔

کاہیکو پوجت پاہن کو ۔۔۔ کچھ پاہن میں پرمیشور ناہیں
تاں ہی کو پوج پربھو کر کے ۔۔۔ جہیں پوجت ہی اگ اوگ مٹائی
آد بیاد کے بندن جیتک ۔۔۔ نام کے لیت سبھے چھٹ جائی
تاہیں کو دھیان پرمان سدا ۔۔۔ ایہہ پھوکٹ دہرم کرے پھل ناہیں
پھوکٹ دھرم بھیو پھل ہین ۔۔۔ جو پوج سلا یگ کوٹ گوائی
سد کہان سل کے پرے ۔۔۔ بل بردھ گھٹے نو ندھ نہ پائی
آج ہی آج سمو جو بیتو ۔۔۔ نہیں کاج سرو کچھ لاج نہ آئی
سری بھگونت بھیجیو نہ ارے جڑھ ۔۔۔ ایسے ہی ایس سو بیس گوائی

ترجمہ۔ کیوں پتھر کو پوجتے ہو۔ پتھر میں تو پرمیشور نہیں لوگو اس کی پوجا کرو جس کی پوجا سے امیدیں بر آئیں۔ اس کو پوجو جس کے پوجنے سے جسقدر آفات بیماریاں دُکھ مشکلات اور تکالیف ہیں وہ اس کے پوجنے سے دُور ہو جائیں اور راحت اور شانتی ملے ✢

اے انسان تو اسی جوتی سروپ پار برہم قادر مطلق خدا جس کے نور سے یہ دُنیا منور ہوئی ہے لگن لگا۔ کیونکہ اس سے محبت کرنے سے انسان دین و دُنیا میں ظفریاب اور فائز المرام ہوتا ہے۔ اس شلوک میں بعینہ سورہ فاتحہ کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ط یہ وہ بابرکت دُعا ہے جسے ایک مومن دن میں کم از کم پانچ دفعہ اس وحدہٗ لاشریک کے حضور خضوع وخشوع سے مانگتا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے یعنی شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ انصاف کے دن کا مالک۔ تجھ ہی کی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔ اے خدا تو ان پاک لوگوں کا رستہ دکھا کہ جن پر سدا فضل تیرا ہؤا۔ نہ اُن کا ہؤا جن پہ نازل غضب نہ گمراہوں کی راہ دکھا میرے رب۔ آمین +

سو بالا مذکورہ شبد میں بھی یہی دُعا کی گئی ہے کہ وہ طالب حق جو تمام کمندوں کو توڑ کر اس پار برہم یعنی قادر مطلق خدا سے لگن لگاتا ہے وہ گمراہیوں کی راہ سے بچا رہتا ہے پھوکٹ دھرم یعنی باطل مذہب جس پر اللہ تعالےٰ کا قہر اور غضب نازل ہؤا ہے وہ پھل ہین یعنی سچائی سے خالی ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالےٰ کا شریک بنایا اور سل یعنی پتھر لے کر اس کی پوجا شروع کر دی اور اس پر بے فائدہ تضیع اوقات کی۔ بھلا پتھر کے پوجنے سے صراط مستقیم کیسے نصیب ہو۔ بلکہ خدا کی برکتوں اور نعمتوں سے دُور پھینکا گیا +

چھٹا عقیدہ

سوتک پاتک

دوستو! اب یہ چھٹا باب سوتک پاتک کے متعلق ہے۔ عام طور پر جب کسی ہندو کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو برادری کے لوگ چالیس

روز تک اُس گھر کا پکا ہُوا کھانا نہیں کھاتے۔ بلکہ اس گھر کے ممبروں کے ساتھ چھونے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ اور چالیس روز تک اس گھر کو بالکل ناپاک خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ لگ انتر سنتھیا ادھیائے ۵ میں یہاں تک لکھا ہے کہ "جس جگہ کوئی اپنے رشتہ دار کے ہاں فوت یا پیدائش کا ذکر سُنے۔ اسی وقت معہ کپڑوں کے پانی میں کود پڑے" آجکل کے تعلیم یافتہ یہ کہا کرتے ہیں کہ "سوتک پاتک" کا مسئلہ در اصل صحت قائم رکھنے کے لئے ہے۔ بہت ٹھیک مگر سوال یہ ہے کہ پردیسی آدمی جو پیدا شدہ بچّہ کے ساتھ چھوا تک نہیں اور ۳ یا ۴ سو کوس کے فاصلہ پر غیر مُلک میں ہے محض کانوں کے سُننے سے ہی ایسا بھرشٹ اور پلید کیوں ہو گیا کہ معہ کپڑوں کے پانی میں غوطہ لگانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ بچّہ کیا پیدا ہُوا ایک بپتا سہیڑی۔ اس سے بڑھ کر کفرانِ نعمت کیا ہو سکتی ہے عام طور پر بچّہ کی پیدائش کو باعثِ ترقیٔ خاندان اور اللہ تعالےٰ کی رحمت خیال کیا جاتا ہے مگر ہندوؤں کے گھر میں بچّہ پیدا ہونے سے خاندان کا خاندان بھرشٹ (ناپاک) ہو جاتا ہے۔ بیچاری زچہ کو چالیس روز تک چماروں کی طرح اونچے ہاتھوں سے کھانا دیا جاتا ہے اگر سوتک کا اثر یہاں تک ہی محدود رہتا تو بھی غنیمت تھا نہیں یہ نامراد تمام خاندان کو بھرشٹ کرتا ہُوا پہاڑوں کو چیرتا اور بڑے بڑے سمندروں کو عبور کرتا ہُوا ریتلے ملکوں کی کڑی منزلوں کو طے کرتا ہُوا اس بے وطن پر جو وطن سے دو چار ہزار میل کے فاصلہ پر ہے جا پہنچتا ہے۔ وہ پردیسی بیچارہ جب یہ سُنتا ہے کہ سوتک صاحب تشریف لے آئے تو فوراً پانی میں معہ کپڑوں کے غوطہ مارنا پڑتا ہے۔ اس سوتک پاتک کے عقیدہ کے متعلق سکھ صاحبان کی مذہبی پستکیں کیا فتوے دیتی ہیں۔ حضرت باوا نانک صاحب گرنتھ صاحب وار آسا محلہ پہلا میں فرماتے ہیں ؞

جیکر سوتک منئے سب تے سوتک ہوئے — گوہے اتے لکڑی اندر کیڑا ہوئے
جیتے دانے ان کے جیاں بعض نہ کوئی — پہلا پانی جیو ہے جت ہریا سب کوئے
سوتک کیونکر رکھیے سوتک پوے رسوئی — نانک سوتک ایویں نہ اترے گیان اتارے دھوئے
من کا سوتک لوبھ ہے جیوا سوتک کوڑ — اکھیں سوتک دیکھنا پر تریا پر دہن روپ
کنیں سوتک کن پہ لائے تبارے کھائے — نانک ہنسا آدمی بدھا جم پر جائے
سبھو سوتک بھرم ہے دوجے لگے جائے — جمن مرناں حکم ہے بھاویں آوے جائے
کھانا پینا پوتر ہے دتونے رزق سنبہائے — نانک جنہیں گورمکھ بجھیا تناں سوتک نائیں

ترجمہ۔ اگر ہم سوتک کو مانیں تو کوئی چیز بھی سوتک سے خالی نہیں۔ گوہا یعنی گوبر جس کا برہمن رسوئی یعنی باورچی خانہ میں لیپن دیتے ہیں۔ اور لکڑی جس کی آگ سے کھانا پکایا جاتا ہے اس میں بھی کیڑا موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ جس قدر اناج کے دانے ہیں سب میں کیڑا موجود ہے۔ سب سے اوّل تو پانی کی بوندیں سینکڑوں کیڑے موجود ہیں اور تمام نباتاتی اشیاء اور انسانی زندگی کا دارومدار پانی پر ہی ہے باوا صاحب ہندوؤں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اگر تم سوتک مانتے تو ہر روز تمہاری رسوئی یعنی باورچی خانہ میں سوتک پڑتا ہے باوا صاحب فرماتے ہیں کہ باتیں بنانے سے سوتک دُور نہیں ہوتا جب تک اُس مصفا پانی سے نہ دھویا جاوے جو کہ معرفت کے چشمہ سے نکلتا ہے حانیت کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے دل کا سوتک تو طمع ہے اور زبان کا سوتک جھوٹ بولنا اور آنکھوں کا سوتک نامحرم عورتوں کو دیکھنا۔ اور کانوں کا سوتک لوگوں کی غیبت سُننا اے نانک جس آدمی میں یہ تمام سوتک موجود ہیں وہ دوزخی ہے۔ ورنہ یہ سوتک جس پر تمام لوگ عمل کر رہے ہیں صرف وہم ہے کیونکہ پیدا ہونا اور مرنا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے اندر ہے جیساکہ قرآن شریف کا حکم ہے وانہ ھو امات واحیٰ تحقیق اللہ تعالےٰ ہی مارتا اور زندہ کرتا ہے اور کھانے پینے کی چیزیں اس

رازق نے محض اپنے فضل وکرم سے عطا کی ہیں جو پاکیزہ ہیں کھاؤ۔ کلوا من طیبات ما رزقنکم۔ کھاؤ پیو اس پاکیزہ چیز کو جو دی ہم نے۔ پھر واحل لکم من الطیبت۔ حلال کی گئی ہیں تمہارے لئے ستھری چیزیں۔ اے نانک جنھوں نے اس وحدہٗ لاشریک کی ذات پہچان لی وہ اس وہمی سوتک سے کنارہ کش ہو گئے پھر یہ شلوک گرنتھ صاحب میں موجود ہے گوڑی محلہ ۳۔

من کا سوتک دوجا بھاؤ — بھرمے بھولا آوُ جاوُ
من مکھ سوتک کبہی نہ جائے — جچر شبد نہ بھیجے ہر کی نائے
سوتک اگن پوَنے پانی ماہے — سوتک بھوجن جیتا کچھ کھائے
سوتک کرم نہ پوجا ہوئے — نام رتے من نرمل ہوئے
ست گور سیویں سوتک جائے — مرے نہ جنمے کال نہ کھائے

ترجمہ۔ دل کا سوتک صرف وہم ہی وہم ہے ورنہ اصلیت تو کچھ نہیں سوتک کے ماننے والے اوہام پرستی میں گرفتار ہو کر کہیں سے کہیں چلے گئے یعنی کام (ناجائز شہوت) کرودھ (ناجائز غضب) لوبھ (ناجائز طمع) موہ (ناجائز محبت) ہنکار (ناجائز تکبر) جو حقیقی سوتک ہے جو آدمی کو طرح طرح سے گمراہ کرتا ہے۔ اس کا علاج کرنا چاہیئے مگر یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ انسان اللہ تعالےٰ پر ایمان نہ لائے کیونکہ حقیقی نجات کا سرچشمہ اللہ تعالےٰ پر ایمان ہے۔ تمام سوتکوں کی جڑ اور منبع موہ (دنیا کی ناجائز محبت) ہنکار (ناجائز تکبر) جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے برگشتہ کرکے چاہِ ضلالت میں پھینکتا ہے اور آخر وہ منش جو حقیقی نجات دہندہ سے منہ موڑ کر کسی دوسرے سے لگن لگاتا ہے تو اس کو کیا آگ کیا پانی کیا وہ کھانا جس کو کہ وہ کھاتا ہے سوتک یعنی ناپاکی میں آلودہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ باوا صاحب کا ایک اور جگہ گرنتھ صاحب میں واک ہے:

پرمیشور تھیں کھلیاں دیا بن سبھے رنگ — تھن ہیں کوڑے ہو گئے جتنے مایا بھوگ

یعنی اللہ تعالےٰ سے منہ پھیرنے سے تمام بلائیں گھیر لیتی ہیں۔ اور جس قدر عمدہ اور لذیذ کھانے ہیں وہ بھی آناً فاناً میں زہر ہو جاتے ہیں وہ چیز جس سے نفرت پیدا ہو کر وہ ہے۔ وہ پاک رُوح جو تمام کمندوں کو توڑ کر محض اللہ تعالیٰ کی ہو جاتی ہے تو وہ مصفا پانی جو حقیقت کے چشمہ سے بہتا ہے ایسی رُوح کو نصیب ہوتا ہے جو سوتک کو دھو ڈالتا ہے۔ نصرت الٰہی اس کے ساتھ ہوتی ہے اللہ تعالےٰ کی بندگی کرنے سے تمام دُکھ دُور ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی عبادت سے ہی نجات ابدی نصیب ہوتی ہے۔ پھر یہ شلوک بھی گرنتھ صاحب میں ہے۔

جل ہے سوتک تھل ہے سوتک سوتک اوپت ہوئے
جنمے سوتک موے فن سوتک سوتک پرج وگوئے
کہو رے پنڈیا کون پوتی
ایسا گیان جپو میرے میتا
نینو سوتک بینو سوتک سوتک سروتی ہوئے
اُٹھت بیٹھت سوتک لاگے سوتک پڑے رسوئی
پھاسن کی بدہ سب کوئی جانے چھوٹن کی ایک کوئی
کہو کبیر رام روئے بھی چاہئے سوتک تتے نہ ہوئی

ترجمہ۔ اے برہمن جو سوتک سوتک تم ہر وقت پکارتے ہو۔ تمہارے خیال میں تو جل وتھل یعنی بحر و بر میں بھی سوتک موجود ہے کیا پیدایش کے وقت کیا مرتے وقت تمہارے نزدیک سوتک تو ہر وقت شاملِ حال ہے۔ اے پنڈت ذرا غور سے کام لو کہ تمہارے اصول کے مطابق کونسی چیز پوتر پاک ٹھہرتی ہے پھر سوتک کا اثر یہاں تک ہی موقوف نہیں بلکہ تمہاری نشست و برخاست اور گفتگو میں شاملِ حال ہے۔ اے برہمن گمراہ کرنا تو بہت آسان ہے مگر

اللہ تعالےٰ کا روشن چہرہ دکھانا اور صراط مستقیم پر چلانا یہ کارِ دارو جو تجویز عارفوں کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ شخص جس نے دنیوی اُلجھنوں اور بندھنوں سے نکلکر خدا سے لگن لگائی۔ اس کے نزدیک کوئی سوتک (ناپاکی) نہیں ہوتا۔ سو سوتک سے بچنے کی ہی ایک راہ ہے کہ بندہ قطعی خدا کا ہو جائے ؞

ساتواں عقیدہ

اوتار

اب ہم اوتاروں کی نسبت معزز ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں کہ اوتار کیا چیز ہے اور ہندوؤں کا اس پر کیا عقیدہ ہے۔ یہ سنّت اللہ ہے جس سے قریباً قریباً دُنیا کے کل مذاہب واقف ہیں کہ جب دُنیا اللہ تعالےٰ سے مُنہ پھیر لیتی ہے۔ لوگ طرح طرح کے فسق وفجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کوئی بت کو اپنا رازق خالق بنا لیتا ہے۔ کوئی انسان کو خدا سمجھکر پوجنے لگ جاتا ہے۔ کوئی شمس وقمر کو اپنا معبود ٹھہراتا ہے۔ کوئی گئو کی سیوا کو اپنا پرم دھرم خیال کرتا ہے۔ لوگ حقیقی خدا سے مُنکر اور دہریت کی طرف مایل ہو جاتے ہیں خوفِ الٰہی اُٹھ جاتا ہے۔ راستی مٹ جاتی ہے۔ گمراہی اور کجی اور ظلم زیادہ ہوتا ہے اور انصاف کم۔ خیر اور ایثار کا نام گم ہو جاتا ہے۔ زبردستی اور ظلم وتشدد کا دَور دورہ ہوتا ہے۔ لوگ اعمال صالحہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور فسق وفجور کو اپنا شعار بناتے ہیں علم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اخلاق بالکل بگڑ جاتے ہیں ظلمت کی گھنگھور گھٹا چھا جاتی ہے۔ رسم ورواج کی بیڑی ہر ایک کے پاؤں میں پڑ جاتی ہے جہالت اور تقلید سب کی گردن پر سوار ہو جاتی ہے۔ قریب ہوتا ہے

کہ لوگوں کے فسق وفجور اور ظلم و جور سے تنگ آکر زمین پھٹ جائے یا آسمان ٹوٹ پڑے چونکہ وہ خدا رحیم وکریم ہے وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمۃ۔ ترجمہ وہ ایسا خدا ہے کہ جب لوگ ناامید ہو ہوجاتے ہیں تو وہ مینہہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے تو پس خدا تعالےٰ اپنی سنّت کے مطابق اپنے بندوں سے کسی کو مامور کرکے بھیجتا ہے جو دُنیا میں تشریف لاکر اپنی سعی بلیغ سے ظلمت کو دُور کرکے اللہ تعالےٰ کا نور پھیلاتے ہیں۔ خلقت ان سے مہتدی اور فیضیاب ہوتی ہے۔ تو اس مامور من اللہ کو رسول یا پیغمبر کے نام سے پُکارا جاتا ہے۔ مگر ہندوؤں نے اپنے پیغمبر یا رسول کو اوتار کے نام سے نامزد کیا ہے یعنی ان کے نزدیک اور بندوں کی طرح خدا جنم لیتا ہے اور چند روز دُنیا میں ہدایت کرکے پھر اور بندوں کی طرح فوت ہوکر اس جنم کو چھوڑ دیتا ہے۔ چونکہ جیسا اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں میں اپنے صادق اور برگزیدہ بھیجے۔ ایسا ہی خدا تعالےٰ نے چاہا کہ ہندوؤں کی قوم کو بھی اس شہادت سے محروم نہ رکھے۔ سو خدا تعالےٰ نے ملک پنجاب میں اس گواہی کو ادا کرنے کے لئے ایک ایسا شخص پیدا کیا کہ جو آج تیس لاکھ سکھ اس کی راہ میں جان فدا کرنے کو تیار ہیں یعنے باوا نانک صاحب انھوں نے جہاں اور بہت سی غلط فہمیوں کی اصلاح کی ہے وہاں اوتار کے عقیدہ کا بھی رد کیا۔ جب جی صاحب میں فرماتے ہیں "اجونی سے بھنگ" خدا پیدا ہونے اور جون میں آنے سے پاک ہے۔ اللہ تعالےٰ لا یموت یعنی موت سے پاک ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کیونکہ وہ پیدا نہیں ہوتا یا عدم سے پاک ہونے سے فنا سے بھی پاک ہے۔ باوا صاحب کے اس قول سے بخوبی ظاہر ہے کہ خدا جونوں میں نہیں آتا۔ پس ان لوگوں کا عقیدہ باطل ہے جو کہتے ہیں کہ جب ضرورت ہوتی ہے تو اللہ تعالےٰ بجائے اپنے کسی مامور کو بھیجنے کے

بذات خود انسانی قالب میں آکر لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے یہ ایک عام ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ پرمیشور انسانی قالب اختیار کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہندو لوگ اوتاروں (رسولوں) کو عین پرمیشور سمجھتے ہیں اور اُن کے بت بناکر اُن کی پوجا شروع کر دیتے ہیں۔ مگر اس کے متعلق گرنتھ صاحب آد رام کلی محلہ ۵ میں لکھا ہے

اوتا نہ جانے انت

پرمیشر پار برہم نے انت

ترجمہ۔ اے لوگو تم اس غلط فہمی میں ہو کہ پرمیشور قالب انسانی اختیار کرتا ہے مگر یہ صریح غلط ہے۔ اوتار خدا نہیں ہوتا بلکہ خدا کا بھیجا ہوا بندہ ہوتا ہے جو اس کے نور سے منور ہو کر اس دُنیا کے لئے مامور من اللہ ہو کر آتا ہے وہ پاک ذات تو ورا الورا عمیق در عمیق ہے اس لئے وہ فرستادہ اوتار بھی خدا کے انت اور کنہ و اسرار سے عاجز ہے۔ پھر گرنتھ صاحب سے بھیروں محلہ ۵ میں لکھا ہے سو مکھ جلو جیت کہ ٹھاکر جونی

ترجمہ۔ باوا صاحب سخت رنج کی حالت میں فرماتے ہیں۔ کہ اے لوگو وہ مُنہ دوزخی ہیں جو کہتے ہیں کہ پرمیشور جونوں میں آکر قالب انسانی اختیار کرتا ہے۔ ان کے مُنہ آگ سے جُھلسے جائینگے جو اللہ تعالے کے حضور میں ایسے بے باکی سے کام لیتے ہیں۔ پھر باوا صاحب گرنتھ صاحب آسا محلہ ۴ میں فرماتے ہیں ؎ جگہ جگہ کے راجے کئے گاوے کر اوتاری

تن بھی انت نہ پایا تا کا کیا کر آکھ دیچاری

ترجمہ۔ بعض بڑے بڑے راجوں مہاراجوں نے تمام راجہ پاٹ تیاگ کرکے سنیاس اور بیراگ اختیار کیا اور دُنیاوی خواہشات پر لات مار کر تارک الدنیا ہوئے۔ مہاتمہ بدھ اور راجہ ہرچند وغیرہ کی درخشاں مثالیں شاہد ہیں سب کچھ ہوا۔ مگر محیط الکل قادر مطلق کے انت کو نہ پاسکے اور عاجز رہے۔ پھر فرماتے

کے شبدوں میں لکھا ہے کہ

آداجون اجے انباشی تہہ پرمیشر مانو ۔ بن کرتار نہ کر تم مانو
کون کاج کھائیگے تے آن دیوکے نند ۔ تات مات نہ ذات جانکر پتر پوتر کرند
سدھ سمادھ کرپارے کو او نہ دیکھن پائے ۔ سوکم مانس روپ کھائے

ترجمہ۔ خالق ایک ہی ہے جو ظہور عالم سے بھی پیشتر تھا۔ باوا صاحب ہدایت فرماتے ہیں کہ اُسی ایک خالق کے نام کا ورد کرو اور ایسے خدا کے نام کا وظیفہ پڑھو جو ظہور عالم سے پیشتر ازل سے حق تھا اور پھر ظہور عالم کے وقت بھی حق تھا یہ دونو صفات زمانہ ماضی کے متعلق ہیں۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ جیسا وہ زمانہ ماضی میں حق تھا ویسے ہی زمانۂ حال میں بھی حق ہے اور آیندہ بھی حق ہوگا۔ اور وہ پیدا ہونے اور جونوں میں آنے سے پاک ہے باواجی کے قول سے صاف ظاہر ہے کہ ایشور جونوں میں نہیں آتا ہے اس کا کوئی بیٹا نہیں اور نہ وہ جنا گیا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں واضح طور سے اس امر کو بیان کیا گیا ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ ترجمہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے۔ نہیں جنا اُس نے۔ اور نہ جنا گیا۔ اور نہیں ہے واسطے اس کے برابری کرنے والا کوئی۔" اور برہما رامچندر کرشن وغیرہ یہ ابن آدم کی اولاد تھے۔ کئی سدھ (ہندو فقیروں کے فرقہ کا نام) سمادھی لگاکر ہار چکے مگر اس خدا کا انت نہ پاسکے ❊

جیا دیہس تیا ہو کھاؤ ۔ بیا در نہیں کے در جاؤ
نانک ایک کہے ارداس ۔ جیو پنڈ سب تیرے پاس

ترجمہ۔ جسقدر آپ دیویں اسی قدر ہم کھاتے ہیں دوسرا دروازہ نہیں جس پہ جاویں ۔ نانک ایک ہی عرض کرتا ہے کہ رُوح اور جسم یہ سب تیرے ہیں اس کو باواجی نے ان قرآنی آیات سے لیا ہے۔ نحن قسمنا بينهم معيشتهم في الحيوٰة الدُّنيا

ورفعنا بعضھم فوق بعضٍ ؕ ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطٰن ؕ یعنے ہم نے تمہارے کھانے پینے اور دوسرے حاجات کی چیزیں تم میں تقسیم کردی ہیں کسی کو تھوڑی اور کسی کو بہت دی ہیں اور بعض کا بعض سے مرتبہ زیادہ کردیا ہے اور خدا تعالےٰ کے ملک سے جو زمین و آسمان ہے تم باہر نہیں جاسکتے جہاں جاؤگے خدا کا غلبہ تمہارے ساتھ ہوگا اب دیکھئے باواجی نے صریحًا ان آیتوں سے اپنا مضمون بنایا ہے اور یہ مضمون ایک اوتار اور اواگون والا نہیں سکے گا کہ رزق کی کمی بیشی خدا تعالےٰ کی تقدیر سے ہے بلکہ وہ تو اپنی تمام عزت اور ذلت کو اپنے پہلے عملوں کی طرف منسوب کرے گا مگر باوا صاحب ہندوؤں کے اس عقیدہ کی صریح تردید فرماتے ہیں ؎

آٹھواں عقیدہ

گئو پوجا اور سکھ مذہب

گئو پوجا کے جسقدر ہندو لوگ قائل ہیں وہ اظہر من الشمس ہے۔ ہندوؤں کے بہت سے فرقے ہیں مثلاً آریہ۔ سناتنی۔ برہمو۔ جینی وغیرہ۔ ہاں اگر ان سب لوگوں کا کسی امر کے متعلق اتفاق ہوسکتا ہے تو وہ گائے کی پوجا کا عقیدہ ہے۔ آئے دن جو عید الضحٰی پر مسلمانوں سے ہمارے ہندو دوستوں کے فساد اور جنگ وقتال وغیرہ ہوتے رہتے ہیں وہ اظہر من الشمس ہے۔ یہ ایک الگ امر ہے کہ خود ہندوؤں کے شاستر یعنی وید وغیرہ گئو رکھشا کے کہاں تک حامی ہیں۔ چونکہ سکھ مذہب کا ویدوں اور شاستروں سے کچھ تعلق نہیں ہے ورنہ ہم اس امر کو ویدوں اور شاستروں کے کثرت سے حوالجات سے کماحقہ مبرہن اور آشکارا کرتے کہ ویدوں

اور شاستروں میں گائے کی کوئی عظمت نہیں بیان کی گئی۔ بلکہ وہاں ہوں یگیہ وغیرہ میں کثرت سے گائے کی قربانی کا ذکر پایا جاتا ہے۔ مگر ہم اس بحث کو کسی اور وقت کے لئے اُٹھا رکھتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی بعد میں ویدوں کو چھوڑ کر دیگر سمرتیوں میں ایسی ایسی باتیں بھی ضرور ملائی گئی ہیں۔ جو گائے کی پوجا کی طرف صریح ہدایت کرتی ہیں اور جس سے آئے دن ہندو صاحبان مسلمانوں سے نبرد آزما ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ وشن سمرتی ادھیائے ۵۴ میں یہ لکھا ہے کہ:۔

اگر شودر پنج گویہ پیوے تو دوزخ میں جاتا ہے۔ یعنی پنج گویہ ایک ایسی مطہر اور پاکیزہ چیز ہے جسے برہمن کھشتری اور ویش کے سوا اور کوئی آدمی اس کے استعمال کا حق نہیں رکھتا۔ وہ پنج گویہ کیسی اعلےٰ چیز ہے اور کن کن پاکیزہ اشیاء سے تیار کیا جاتا ہے ذرا آپ اس کا بیان سنئے:۔

گائے کا گوبر ایک ماشہ۔ گائے کا پیشاب دو ماشہ۔ گائے کا گھی چار ماشہ۔ گائے کا دودھ آٹھ ماشہ۔ گائے کا دہی آٹھ ماشہ۔ ان پانچ چیزوں کے ملانے سے پنج گویہ بنتا ہے ملاحظہ ہو اثر سہنتا۔ اور یہ ایک ایسی پاکیزہ اور مقدس چیز ہے کہ سوائے برہمن اور کھشتری اور ویش کے کوئی دوسرا اسے استعمال نہیں کر سکتا۔ لکھا ہے کہ اگر کوئیں کا پانی ناپاک ہو جائے۔ تو اس میں اس پنج گویہ کو پانی صاف کرنے کے لئے ڈالنا چاہیئے۔ اور اگر کوئی ہندو گندی یا ممنوع چیز کھا پی لے۔ تو بھی اس پنج گویہ کے استعمال سے پاک ہوتا ہے۔ اب اسکے مقابلہ میں آپ ملاحظہ فرماویں کہ سکھ مذہب میں گئو رکھشا یا گئو پوجا کو کہاں تک رَوا رکھا گیا ہے:۔

گرنتھ صاحب بسنت کبیر میں لکھا ہے۔

گوبر جوٹھا۔ چونکا جوٹھا۔ جوٹھی دینی کارا

مطلب۔ گائے کا گوبر ناپاک اور گائے کے گوبر سے جو لیپن (پوچا) دیا گیا ہے

وہ بھی ناپاک - پھر رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ میں درج ہے - لنگر (خانہ) میں نہ تو گائے کے گوبر کے اوپلے جلائے - نہ گائے کے گوبر کا چونکا دے - چنانچہ جس جگہ گائے کے گوبر کا چونکا ہو - واقف کار - ذیعلم سکھ اسے ناپاک سمجھتے ہیں اور وہاں گرنتھ صاحب نہیں پڑھتے - پھر گرنتھ صاحب آسا پیٹی محلہ ۳ میں لکھا ہے

مل موت - موڑ سجے مگدھ ہوئے سب لگے تیری سیو

مطلب - گائے کا گوبر اور پیشاب وغیرہ پینے والے بیوقوف جب گورو نانک صاحب کے حضور آئے - تو باوا صاحب نے اِن ناپاک چیزوں کے استعمال سے انھیں نجات دی +

اب صاف ظاہر ہے کہ سکھ مذہب میں گائے کی وہ عظمت قطعاً نہیں جو ہندو مذہب میں ہے بلکہ قطعی اس کے برعکس ہے - ہندوؤں کے نزدیک گائے کا گوبر اور پیشاب پاک اور اُس کے کھانے اور پینے سے ناپاک پاک ہو جائیں مگر سکھوں کے نزدیک یہ سخت ناپاک - اور اس کے کھانے والا سخت ناپاک - اب ہر دو میں زمین و آسمان کا فرق ہے - اب صاف ظاہر ہے کہ سکھ مذہب میں گئو پوجا قطعاً نہیں بلکہ قطعی اس کے برعکس ہے +

پھر گئو رکھشا یا گئو پوجا کے متعلق سکھ صاحبان کا طرز عمل بھی یہی ظاہر کرتا ہے سنہ ۱۹۱۲ء میں جو سکھ ایجوکیشنل کانفرنس ایسٹر کی تعطیلات میں سیالکوٹ میں منعقد ہوئی تھی وہاں کے مقامی ہندوؤں کے گئوشالے کے ممبر جب گئو رکھشا کے لئے چندہ جمع کرنے کے واسطے سکھ ایجوکیشنل کانفرنس میں گئے تو سکھ کانفرنس کے ناظموں نے انھیں ایسا کرنے سے منع کیا - اور اپنے پنڈال سے نکال دیا - چنانچہ اس وقت اخبار ہندوستان نے اس کے متعلق حسب ذیل لکھا تھا :-

سکھ ایجوکیشنل کانفرنس سیالکوٹ کے موقع پر جب مقامی کارکنوں کو معلوم ہُوا کہ مہاراجہ صاحب پٹیالہ کا جلوس جو کانفرنس کے پردھان مقرر کئے گئے ہیں

گئوشالہ کی طرف سے نکلے گا۔ تو کارکنوں نے گئوشالہ کی عمارت کو خوب سجایا اس کے نزدیک جھنڈیاں وغیرہ لگائیں۔ لیکن جب گئوشالہ کی صندوقچیاں لڑکے لے کر کانفرنس میں سکھ صاحبان سے گئوشالہ کے لئے دان (خیرات) مانگنے کے واسطے گئے تو ان کو کانفرنس سے باہر نکلوا دیا گیا اور سکھوں نے کہا کہ ہم ہندو نہیں ہیں اس لئے ہم پر گئور کھشا واجبی نہیں ہے"۔

گئور کھشا کے متعلق سکھوں کا طرز عمل صاف ظاہر ہے۔ ہماری کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں سکھوں کا اُردو اخبار لائل گزٹ اپنے ۷ر فروری ۱۹۱۵ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ سکھ ہندؤں کی طرح گئو پرست نہیں۔

نواں عقیدہ

مُردے کا جلانا اور باوا صاحب

اب دیکھنا یہ ہے کہ مُردے کے جلانے کے متعلق باوا نانک صاحب کیا فتوے دیتے ہیں۔ یعنی حضرت باوا صاحب مُردے کے جلانے کے حامی ہیں۔ یا مسلمانوں کی طرح دفنانے کے۔ ہم نے بالکل خالی الذہن ہو کر اس مسئلہ پر غور کیا ہے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حضرت باوا صاحب دفنانے کے حامی ہیں جلانے کے قطعاً نہیں۔ اس کے متعلق جب ہم گرنتھ صاحب اور جنم ساکھی وغیرہ کی اوراق گردانی کرتے ہیں تو اس میں یہ لکھا پاتے ہیں۔ باوا صاحب گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں۔

دنیا مقام فانی تحقیق دل دانی
مم سر موعزرائیل گرفتہ دل ہیچ ندانی
زن پسر پدر برادراں کس نیست دستگیر

آخر بہفتم کس ندارد چوں شود تکبیر

باواصاحب فرماتے ہیں۔ دُنیا فناہ کا مقام ہے۔ یہ تحقیقی امر ہے۔ اس کو دل سے سمجھو۔ میرے سر کے بال عزرائیل کے ہاتھ میں ہیں۔ اے دل تجھ کچھ بھی خبر نہیں۔ اُس وقت عورت۔ لڑکا۔ باپ۔ بھائی کوئی دستگیری نہیں کریگا آخر جب نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ تو میں بیکس ہو کر گرا ہُوا ہوں گا +

اب تکبیر کا لفظ صاف اور واضح ہے ہر ایک جانتا ہے کہ تکبیر انھیں پر پڑھی جاتی ہے جن کا جنازہ پڑھا جاتا ہے اور جنازہ اُسی کا پڑھتے ہیں جو دفنایا جاتا ہی ابھی بس نہیں اور لیجئے۔ جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۲۶

داغ پوتر دھرتری جو دھرتی ہوئے سمائے
تاں کے نکٹ نہ آوسی دوزخ سندی بہائے

باواصاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ داغ سے پاک ہو کر قبر میں جاتے ہیں اُن کے نزدیک دوزخ کی ہَوا تک نہیں آتی +

اب بتلائیے! ان واضح اور بیّن اثبات کی موجودگی میں کون انکار کرسکتا ہی کہ باواصاحب مُردہ کے دفنانے کے حامی نہ تھے۔ خود باواصاحب کا اسوہ اس امر کا بیّن شاہد ہے کہ آپ کی نعش جلائی نہیں گئی +

پھر حضرت باواصاحب جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۵۴۔ ۱۸ سطر پر فرماتے ہیں

مرے وچارا ہنڈو وچ اگے دین جلائے
جلبل ہوگئی بھسڑی بلتا کھڑے اوڈلے
پڑھ کے دیکھ قرآن نوں کس نوں دیو بتائے
سو . . . . . . جو بہنا کھاندا تائے

اس جگہ ہم خود کچھ نہیں کہنا چاہتے حضرت باواصاحب کا جلانے اور دفنانے کے متعلق فتویٰ صاف ہے۔ سب سے بڑھ کر حضرت باواصاحب کی نعش جلائی

نہیں گئی۔ اسی سے حضرت باوا صاحب کا عقیدہ سمجھ لو +

جب کہ ہم پختہ دلائل سے باوا نانک جی کی ہندو مذہب سے بیزاری ظاہر کر چکے ہیں تو اب طبعاً ہر ایک شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شخص کی موت پر کیا ظاہر ہؤا ہو گا کیونکہ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ جس آدمی نے اپنے آبائی مذھبی عقیدہ سے ہاتھ دھو لئے ہوں اور پراچین عقائد اور خیالات کو خیر باد کہہ دی ہو تو ضرور ہے کہ اس کی موت بھی ان مذعی رسم و رواج سے علیحدہ ہو ورنہ وہ آدمی جس کے دل میں وہی پراچین خیال سمائے ہوئے ہوں اور اپنی قوم کے پرانے عقیدہ پر کاربند ہو اور اسی پر اس کا انتقال ہو تو اس کے اخیر وقت پر ہر ایک خویش بیگانہ اس بات کو معلوم کر لیتے ہیں کہ اس کا اپنی قوم کے مذہب پر ہی خاتمہ ہؤا ہے اس حالت میں اگر غیر مذہب کے آدمی مزاحم ہوں کہ یہ شخص ہمارے مذہب کا پیرو تھا اس کی لاش ہمارے حوالہ کی جاوے تا ہم اپنے رسم و رواج کے مطابق اس کا جنازہ پڑھیں اور اسے دفن کریں یا جو کچھ مذھبی امور ہوں اُسے بجا لائیں تو ان کی وہ بات نہایت استعجاب کا موجب ہو گی۔ تعجب نہیں کہ اس استعجاب کی حالت میں آکر وہ قوم اپنے گستاخ اور بے ادب فریق ثانی کو مار پیٹ کر کے نہایت ذلت سے سزا دیں کیونکہ یہ بات صرف اسی متوفی کی ذات پر ہی محدود نہیں رہتی بلکہ اس قوم کی سُبکی اور بے عزتی کا باعث بھی ہوتی ہے اور اس میں اُس مذہب کی توہین بھی متصور ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا باوا صاحب کی وفات پر بھی کوئی ایسا واقع پیش آیا ہے یا نہیں اگر پیش آیا ہے تو قوم کے بزرگوں نے اس وقت کیا راہ اختیار کی تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی وفات پر ہندو اور مسلمانوں کا جھگڑا ہؤا تھا۔ ہندو باوا صاحب کی نعش کو جلانا چاہتے تھے۔ مگر مسلمان جنازہ پڑھ کر دفن کرنا چاہتے آخر کار اس اصرار اور تکرار نے یہاں تک طول کھینچا کہ دونوں فریقین میں جنگ

تک نوبت پہنچی تمام ہندو اور مسلمان بلکہ بعض انگریزی مورخ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمانوں نے نہایت زور کے ساتھ دعویٰ کیا کہ باوا صاحب ہم میں سے تھے ان کی نعش ہمارے حوالے کی جاوے کہ ہم اسلامی قاعدے کے مطابق ان کا جنازہ پڑھ کر دفن کریں پھر تعجب یہ ہے کہ باوا صاحب کے قوم کے بزرگوں نے جن کے سامنے یہ دعویٰ پیش ہوا تھا کوئی بھی اس کا رد نہ کر سکا کہ ایسا دعویٰ کیوں کیا جاتا ہے کاہے کو خواہی نخواہی باوا جی کو مسلمان بنایا جاتا ہے بلکہ قوم کے بزرگوں اور دانشمندوں نے بجائے رد کے یہ بات پیش کی کہ باوا صاحب کی نعش چادر کے نیچے سے گم ہو گئی ہے اب ہندو اور مسلمان نصف چادر لے کر اپنی اپنی رسومات ادا کریں۔ چنانچہ مسلمانوں نے نصف چادر لے کر اس پر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ اس جگہ ایک نہایت معرفت کے نکتہ کا پتہ ملتا ہے گرنتھ صاحب میں ایک شعر ہے جس میں باوا جی نے بطور پیشگوئی کے اپنا جنازہ پڑھا جانے کے لئے فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔

دنیا مقام فناہ فانی تحقیق دلدانی
مم سر موعزرائیل گرفتہ دل ہیچ ندانی
زن پسر پدر برادران کس نیست دستگیر
آخر بیفتیم کس ندارد چوں شود تکبیر

یعنی دُنیا تو فناہ کا مقام ہے یہ تحقیقی امر ہے اس کو دل سے سمجھ میرے بال عزرائیل کے ہاتھ میں ہیں۔ اے دل تجھے کچھ بھی خبر نہیں۔ عورت لڑکا باپ بھائی کوئی بھی دست گیری نہیں کرے گا جب تکبیر یعنی نماز جنازہ میرے پر پڑھی جائے گی تو میں اُس وقت بیکس ہونگا اور بیکس ہو کر گرا ہوا ہونگا۔ اب تکبیر کا لفظ صاف ہے ہر ایک جانتا ہے۔ کہ تکبیر ان کے لئے ہوتی

ہے جنکی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ اس جگہ ایک اور بات کا پتہ بھی ملتا ہے
کہ باوا صاحب بھی مسلمانوں کی رعایت کرنا چاہتے تھے ورنہ کیا ضرورت تھی
کہ ان کا جسم گم ہوتا سو جسم اس لئے گم ہُوا تا ہندو ان کی نعش پر قابض نہ ہوں
اور جسم گم ہونے کے اشارہ سے ہی باواجی کا مذہب سمجھ لو۔ غرض باواجی کے
قوم کے بزرگوں کا نہایت خوشی اور رضامندی سے چادر کا نصف ٹکڑا بغرض
جنازہ پڑھنے اور دفن کرنے مسلمانوں کے حوالہ کر دینا ان کی یہ عملی کارروائی صاف
شہادت دیتی ہے کہ وہ بدل وجان اس بات پر راضی ہو گئے۔ کہ اگر مسلمان
لوگ باوا صاحب کو مسلمان خیال کرتے ہیں تو اُن کا اختیار ہے کہ ان کو مسلمان
سمجھیں ان پر جنازہ پڑھیں۔ نہ صرف راضی ہی ہوئے بلکہ نصف چادر حوالہ
کر کے جنازہ پڑھنے کی ترغیب بھی دی۔ اگر باوا صاحب مسلمان نہ ہوتے تو جس
قدر باوا صاحب کے قوم کے بزرگ جانشینوں اور دوستوں میں وہاں بیٹھے
تھے اور جنہوں نے جا کر ان کے پاس یہ جھگڑا کیا تھا کہ باوا صاحب مسلمان
تھے انکی نعش ہمیں دیدو۔ تاکہ ہم اپنے طریقہ کے مطابق انکی گور منزل کریں تو
وہ لوگ ضرور انھیں جلی کٹی سُناتے مگر وہ بالکل ناراض نہوئے اور کسی نے
اُٹھ کر یہ نہ کہا کہ نالائقو! نادانو! بے ادبو!!! آنکھ کے اندھو!!! یہ تم کیسی
بڑ ہانک رہے ہو کہ باوا صاحب مسلمان تھے بلکہ وہ اُس وقت تک بولے نہیں
اور بغیر کسی قسم کی چون وچرا اور صبر ومحبت سے نصف چادر کا ٹکڑا بغرض جنازہ
اور دفن کرنے کے مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ باوا
صاحب کی وفات پر جو مسلمانوں اور ہندوؤں کا جو جھگڑا ہُوا تھا اس کو بھائی
بالا والی جنم ساکھی سے اقتباس کر کے نقل کریں۔ سو وہ عبارت یہ ہے (دیکھو
جنم ساکھی کلاں بھائی بالا والی
صفحہ ۶۱۷

سری ٹھاکر جی نانک جی کو اپنے انگاں ہیں ملائے لیا تاں پھیر او تھے
خدا تعالےٰ نے نانک جی کو اپنے وجود میں ملا لیا یعنے باواصاحب فوت ہو گئے تب وہاں
پروار وچ ایک کھائے پی گئے سب اکتر ہو بیٹکر لگے بیراگ کرنے
مجلس میں شور پڑ گیا سب اکٹھے ہوئے کر غم کرنے لگے
جاں اتنے ہیں سری بابے جی دے مرید پٹھان سی اوہ کہن ہم سری
اتنے میں باوا صاحب کے مرید جو پٹھان تھے وہ کہن لگے کہ ہم
بابے جی دا دیدار کرینگے تا ہندوآں کہیا بھائی اب تمہارا اسماں نہیں
باوا جی کا دیدار کرینگے تو ہندوؤں نے کہا بھائی اب تمہارا وقت نہیں
تاں پٹھاناں کہیا ہمارا پیر ہے تے اسیں ضرور دیدار کراں سگے اور
تب پٹھانوں نے کہا کہ وہ ہمارا پیر ہے اور ہم ضرور اسکی زیارت کرینگے اور
جو پیراں دا راہ ہے سو ہم کرانگے تا ہندو مسلمان دا جھگڑا اودھ
جو پیروں کے لئے مسلمان رسومات ادا کرتے ہیں سو ہم کرانگے تب ہندو مسلمان کا جھگڑا اٹھ
گیا ہندو کہن نہیں دیکھن دیناں تاں مسلمان کہن اساں دیدار کرنا ہے
گیا ہندو کہتے تھے کہ ہم باوا جی دیکھنے نہیں دینگے مسلمان کہتے تھے کہ ہم دیکھکر چھوڑینگے
جاں بہت وادا ہویا پٹھان کہن گور منزل کرانگے تاں وچ بھلے لوکاں
جب بہت فساد ہوا تو پٹھانوں نے کہا کہ ہم تجہیز و تکفین اور جنازہ وغیرہ سب رسم اسلامی ادا کرینگے
کہیا اندر چل کے دیکھو تاں سہی جاں ویکھیا تاں چادر ہی ہے بابے
تب اچھے لوگوں نے درمیان ہوکر کہا کہ ذرا اندر چل کے دیکھو جب اندر جاکر دیکھا تو معلوم ہوا وہاں فقط چادر ہی پڑی
دی وہ ہے نہیں دوہاں دا جھگڑا مچک گیا جتنے سکھ سیوک سے تھے
ہے تب دونوں گروہوں کا جھگڑا فیصلہ ہوگیا جسقدر سکھ سیوک تھے
رام رام کر اُٹھے لگے کرن واہ واہ بابا جی توں دھن ہاں سب کہن
سب اللہ اللہ کر اُٹھے اور صفتیں کرتے تھے کہ باوا صاحب آپ دھن ہیں سب کہتے تھے

سری نانک جی پرتکیا پرمیشر دی مورت ہے انکی قدرت لکھی نہیں

ظاہر ظاہرا مظہر الٰہی تھے ان کی قدرت لکھی نہیں

سی جاندی تے اساں سیوا بھی نہیں کیتی تے مسلمان بھی بابے دا کھیل

جاتی اور ہم نے کچھ خدمت نہیں کی اور مسلمان بھی باوا صاحب کا معجزہ

دیکھ کے لگے صفتاں کرن دھن خدا ہے تے دھن بابا نانک جی ہے

دیکھ کر تعریف کرنے لگے کہ کیا ہی وہ قادر خدا ہے اور کیا اچھا بابا نانک تھا

جسدی قدرت لکھی نہیں گئی ہندو مسلمان سب تارے ہین پھیر ہندوآں

جس کی قدرت لکھی نہیں گئی سب ہندو مسلمان کو اس نے تار دیا پھر ہندو نے

اک چادر کے بِبان ہیں رکھ کر چِکھا ہیں جلائی تے مسلماناں آدھی چادر

اک چادر کو سیڑھی پر رکھ کر چکھا میں جلا دی اور مسلمانوں نے آدھی چادر

دفن کیتی دوہاں آپو اپنے دھرم کرم کیتے تے بابے جی بیکنٹھ کو سدھگے

دفن کر دی اور دونوں فریقین نے آپو اپنے رسم کے موافق تجہیز و تکفین کیا یعنے اپنے مذہبی واجبات جنازہ

تے سری بابے جی چلانے کی کتھا بڈھے نے سری انگد جی تے بابے کی

وغیرہ بجالائے اور باوا صاحب مع جسم کے داخل کئے گئے* اور ایک سکھ کا نام بڈھا تھا باوا نانک صاحب کی فوت

ہور سنگت کے حضور سنائی ۔

ہونے کی کتھا انگد صاحب اور بالا صاحب اور دوسرے مجمع کے حضور سنائی ۔

یہ تو وہ بیان ہے جو بھائی بالا کی زبانی گورو انگد کی جنم ساکھی میں مذکور ہے مگر جہاں تک ہمارا خیال ہے دراصل کوئی مسلمان مرید باوا صاحب کی نعش کو اٹھا

---

* مع جسم بہشت میں داخل ہونا یہ عقیدہ اسلام کا ہے وید کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں از روئے تعلیم وید تو روح مکتی خانہ میں جائے گی اور جسم کا تعلق مرنے کے بعد بالکل ختم ہو جاتا ہے اس لئے ہندو جسم کو جلا دیتے ہیں اور اسلامی تعلیم کی رو سے جسم کا روح سے تعلق ہے اور وہ ابدی تعلق ہے ۔

کر لے گیا تھا۔ مسلمانوں میں ایک جھوٹی قبر بنانا اور صرف کپڑا دفن کرنا اور اسکو قبر سمجھنا ایک فریب اور گناہ میں داخل ہے جو شریعت اسلام میں کسی طرح جائز نہیں۔ مسلمان ہرگز ایسا نہیں کرسکتے اور اگر انکو صرف چادر ملتی تو وہ تبرک کے طور اپنے پاس رکھ چھوڑتے اسوقت پنجاب میں کل حنفی مذہب کے مسلمان تھے اور حنفی مذہب کی رو سے بجز حاضری نعش کے نماز جنازہ درست نہیں پھر ان حنفی مسلمانوں نے جو نماز جنازہ پڑھی تو اس صورت میں ماننا پڑتا ہے کہ کسی طرح باوا صاحب کی نعش پر ان مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا

دسواں عقیدہ

گرنتھ صاحب میں ذبیحہ کی اجازت ہے یا جھٹکا

اول تو سکھوں میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو گرنتھ وغیرہ کی تعلیم سے ناواقفیت کی وجہ سے گوشت خوری سے انکار کرتے ہیں اگرچہ انکی تعداد بہت تھوڑی ہے مگر تاہم ہے ضرور۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے باوا صاحب کے اقوال سے اس امر پر بھی روشنی ڈالی جائے کہ باوا صاحب گوشت خوری کو جائز اور روا رکھتے تھے۔ ہندوؤں کے کورکھیشتر کے تیرتھ پر جا کر باوا صاحب کا وہاں کے پنڈتوں سے گوشت خوری کے متعلق مباحثہ ہوا۔ جس میں پنڈت صاحبان کو قطعی لاجواب ہونا پڑا۔ مفصل ملاحظہ ہو تاریخ گورو خالصہ صلاو مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی۔ چنانچہ اس مباحثہ میں گورو صاحب پنڈتوں کے مقابلہ میں یہ شلوک فرماتے ہیں ملار محلہ پہلا ؛

پہلا ماسوں نمیاں ماسے اندر واس
جیو او پائے ماس موہے ملیا ہڈ چم تن ماس
ماسوں باہر کڈھیا مماں ماس گراس
مونہوں ماسے کا جیبا ماسے کی ماسے اندر ساس
وڈا ہویا ویاہ گھر لایا ماس
ماسوں ہی ماس او پجے ماسوں سبھے ساک

ماس ماس کر مورکھ جھگڑیں گیان دھیان نہیں جانیں
کون ماس کون ساگ کھاوے کس میں پاپ سمانے
گینڈا مار ہوم یگ کیئے دیوتیاں کی مانے
ماس پرانی ماس کتیبیں چوہوں جگ ماس کماناں
یگیہ کاجے ویاہ سوہاوے اوتھے ماس سماناں
ماسوں نمیں ماسوں جمیں ہم ملسے کے بھانڈے
گیان دھیان کچھ سوجھے ناہیں چتر کہاوے پانڈے

مطلب۔ باوا صاحب پنڈت کو مخاطب کرکے کہتے ہیں تم کس طرح گوشت خوری کی مخالفت کرسکتے ہو پہلے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گوشت کے اندر ہی نو ماہ تک رہا۔ اور پھر جب پیدا ہوا تو جسم وغیرہ بھی گوشت کا ملا۔ اور سب سے پہلے جو انسانی غذا تھی وہ والدہ کے پستان کے ذریعہ جو گوشت کا تھا منہ گوشت کا۔ زبان گوشت کی۔ اور سب جسم ہی گوشت کا۔ اور جب بالغ ہوا۔ تو شادی بھی گوشت کے جسم سے ہی کی۔ اور جس قدر رشتہ دار ہیں سب گوشت کے جسم کے ہیں۔ بیوقوف لوگ گوشت نہ کھاؤ گوشت نہ کھاؤ کہکر جھگڑتے ہیں اور حقیقت سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اے پنڈت اگر گوشت کھانے سے انسان گنہگار بن جاتا ہے تو ویدوں اور پرانوں میں گوشت خوری کی اجازت کیوں ہے۔ اے پنڈت کیا تو اس بات سے ناواقف ہے کہ دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے ویدوں میں گینڈے وغیرہ کی قربانی لکھی ہے۔ افسوس کہ یہ لوگ حقیقت سے ناواقف ہو کر یونہی جھگڑتے ہیں۔

اب اس جگہ گوشت خوری کے متعلق حضرت باوا صاحب کا فتوے صاف ہے۔ پھر اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ کورکھیشر کے تیرتھ پر گورو صاحب نے مچھلی کا گوشت پکا کر کھایا جس پر پانڈے حد سے زیادہ آپے سے باہر ہوئے

مگر باوا صاحب نے کچھ پروا نہ کی ٭

اب یہ بات تو بالکل صاف ہوگئی کہ سکھوں کی کتابوں میں گوشت خوری کی صریح اجازت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ذبیحہ کی اجازت ہے یا جھٹکا کی۔ سو اس کے لئے ہمیں کہیں دُور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں سکھ پریس کے ساتھ اس ضروری سوال پر میرا تبادلہ خیالات ہُوا تھا۔ اور بفضل ایزدی سکھ پریس کو اس پر قطعی خاموش رہنا پڑا تھا۔ سو وہ مضمون ۱۵۔ جون سنہ ۱۹۱۲ء کے اخبار نور سے لیکر درج ذیل کیا جاتا ہے ٭

"ابھیا کھا کا کٹھا"۔ جو خالصہ سماچار اور لائل گزٹ کے ایڈیٹر نے ایک شلوک کا ۱/۲ حصہ پیش کر کے اپنا پیچھا چھڑانا چاہا ہے اس سے زیر بحث مسئلہ کے حق میں کبھی بھی یہ مفید نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا کیونکہ "ابھیا کھا کے کٹھا" سے ذبیحہ تو ایک اور ایک دو کی طرح ثابت ہو سکتا ہے مگر جھٹکا ہرگز ہرگز نہیں۔ پُورا شبد جس کو ایڈیٹر خالصہ سماچار اور لائل گزٹ نے درج کرنے سے دیدہ و دانستہ اجتناب کیا ہے وہ یہ ہے:۔

ابھیا کھا کا کٹھا بکرا کھانا
چونکے اوپر کسے نہ جانا
چونکے اوپر آن بیٹھے کوڑ آر
مت بھٹے دے مت سبھٹے
ایہہ انہہ اساڈا سے چھٹے
تن بھیٹے پھبیٹ کریں
تن جھوسے ٹے چلی بھریں

اس شلوک کے مشکل الفاظ کا ترجمہ۔ ابھیا کھا (بے کلمہ یا یدِ کلمہ مراد وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام آوے بھاکھیا (شبت ہے اور ابھیا کھیا نفی نور) کٹھا

(ذبیحہ) چونکا (کھانا کھانے کی جگہ) کوڑار (ناپاک) بھٹے (بھرشٹ ہو جاوے)

بامحاورہ ترجمہ - وہ لوگ جو غیر اللہ کے نام پر بکرے کو ذبح کر کے کھاتے ہیں اور پھر اوروں کو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے باورچی خانہ میں کوئی نہ گھسے ایسا نہ ہو کہ ہمارا کھانا بھرشٹ ہو جاوے۔ حالانکہ وہ خود ناپاک جو غیر اللہ کا ذبیحہ کھاتے ہیں +

باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ خود تو ناپاک ہیں۔ اور غیر اللہ کے نام کا ذبح کیا ہوا بکرا کھاتے ہیں اور پھر اوروں کو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے باورچی خانہ میں کوئی نہ گھسے کیونکہ اس سے ہمارا کھانا بھرشٹ ہو جاویگا حالانکہ وہ خود ناپاک ہیں اور ناپاکی کی باتیں کرتے ہیں۔ اور پھر ایک چلو پانی سے لوگوں کے گناہ کا کفارہ کرنے کی ڈینگ مارتے ہیں حالانکہ ان لوگوں کے دل خود گناہوں کی آلودگی میں ہیں۔ یہ شلوک پکار پکار کر اس امر کا اعلان کر رہا ہے کہ **باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ** نے دیوی دیوتا کے پوجاریوں کو مخاطب کر کے یہ شلوک کہا ہے۔ باوا نانک علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں پانڈے لوگ دیوی اور دیوتا کے نام پر بکثرت بکرے وغیرہ قربان کیا کرتے تھے (آجکل بھی ممالک متحدہ کے اضلاع اور آسام و بنگال میں ہندؤں مندروں پر کثرت سے کالی مائی وغیرہ کے مندروں پر بکرے وغیرہ قربان کئے جاتے ہیں) +

چونکہ ہندو اور پانڈے لوگ ہی چھوت چھات کے سختی سے پابند ہیں ورنہ مسلمان تو چھوت چھات کے جانی دشمن ہیں۔ بہر حال یہ شلوک پکار پکار کر اس امر کا اعلان کر رہا ہے کہ پانڈے لوگ غیر اللہ کے نام پر (دیوی دیوتا کے نام پر) بکرے قربان کرتے ہیں اور پھر کسی اور کو اپنے چوکے میں نہیں گھسنے دیتے۔ حالانکہ وہ خود ناپاک ہیں جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا کھاتے ہیں۔ اب اس سے بالبداہت ثابت ہو گیا کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ طیب طعام اور کھانے کے قابل ذبیحہ ہے جس پر اللہ تعالے

کا نام لیا جاوے +

دراصل حضرت باوانانک رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن شریف کی اس آیت کا اس شلوک میں ترجمہ کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ (بقرہ ع) + یعنی خدا تعالےٰ نے تم پر یہ چیزیں حرام کی ہیں۔ مُردار۔ خون خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس پر (ذبح کرتے وقت) اللہ تعالےٰ کے نام کے سوا اور کسی کا نام پُکارا جائے۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ جو جانور استھانوں پر ذبح کیا جاوے وہ حرام ہے (مائدہ)۔

امید کہ اب معزز سکھ معاصرین کی شانتی ہو جائے گی اور وہ ٹھنڈے دل سے اس شلوک پر تدبر کریں گے۔

گیارھواں عقیدہ

حضرت باوانانک صاحب اور تناسخ

تناسخ کے مسئلہ کے متعلق قبل ازیں بھی روشنی ڈالی جا چکی ہے کہ حضرت باوا صاحب تناسخ کے قائل نہ تھے۔ اب مزید وضاحت سے بیان کیا جاتا ہے عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جب سکھ صاحبان کے اپنے ہی مسلّمہ گرنتھوں سے اس امر کو ظاہر کر دیا جاتا ہے کہ حضرت باوانانک رحمۃ اللہ علیہ توحید۔ نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کے بدل و جان قائل تھے۔ تو ہمارے سکھ دوست عموماً یہ کہہ کر پیچھا چھڑایا کرتے ہیں۔ کہ باوا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ اس لئے وہ مسلمان نہیں کہے جا سکتے۔ اگرچہ باوانانک رحمۃ اللہ علیہ کے عدم تناسخ کے متعلق

جس قدر پہلے حوالہ جات دیئے جا چکے ہیں۔ آج تک کوئی اس کی تردید نہیں کر سکا۔ مگر آج ہم اس موضوع پر چند ایسے شلوک پیش کرینگے جو اس سے قبل نہیں کئے گئے۔ راگ گوڑی گرنتھ صاحب صفحہ ۲۱۹ پر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں:۔ میرا پربھ بخشے بخشن ہار

مطلب۔ حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میرا خدا کریم ہے بخشش کنندہ ہے۔ اس لئے وہ مجھے بخش دے گا۔ اب ایک تناسخ کا عقیدت مند یہ قطعاً نہیں کہہ سکے گا۔ کہ میرا خدا بخشش کنندہ ہے اور وہ میرے گناہ سے عفو سے کام لے گا۔ تناسخ کی روسے تو خدا ایک ذرہ برابر بھی گناہ نہیں بخش سکتا۔ اسی پر اکتفا نہیں۔ آیندہ چلکر گرنتھ صاحب صفحہ ۱۵۴ رام کلی محلہ پہلا میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں:۔

جو کچھ کرنا سو کر رہیا بخشن ہارے بخش لیا

مطلب۔ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ بخشش کنندہ ہے۔ اس لئے اس نے بخش لیا۔ اب ایک تناسخ کا عقیدت مند ہرگز یہ نہیں کہہ سکیگا۔ کہ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ بخشن ہار تھا۔ اس لئے اس نے بخش لیا۔ تناسخ کے ماننے والا تو یہی کہے گا۔ کہ خدا ہمارے اعمال کے مطابق ہی سزا جزا دے گا۔ نہ اس سے ایک خشخاس کے دانہ برابر زیادہ کر سکتا ہے اور نہ کم۔ مگر باوا صاحب فرماتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ ہماری مرضی کا پابند نہیں ہے۔ درحقیقت وہ خدا بھی کیا۔ جو ہمارے اعمال کے مطابق ہی ہمیں جزا و سزا دے اور اس کی اپنی مرضی کا کچھ دخل نہ ہو۔ کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ ایک خدا کا بنایا ہوا انسان رحم کی التجا کرنے پر اپنے قصوروار کا قصور معاف کر سکتا ہے۔ مگر خدا جو ہمارے تناسخ کے ماننے والوں کے نزدیک دیالو اور کرپالو یعنی رحیم و کریم ہے۔ مگر کسی کا ایک خشخاس برابر بھی گناہ نہیں

بخشنا۔ پھر آیندہ چلکر حضرت باوا صاحب کس طرح تین طور پر تناسخ کا رد فرماتے ہیں۔ ملار محلہ صفحہ ۱۲۴

کہت نانک کون بدھ کرے کیا کوئی + سوئی کمنت جاکو کرپا ہوئی

باوا صاحب فرماتے ہیں۔ انسان خواہ لاکھ کوششیں کرے۔ اور ہاتھ پاؤں مارے اللہ جسکو چاہے اور جس پر مہربانی کرے وہی نجات پاسکتا ہے۔ اب اس سے بڑھکر تناسخ کی تردید کے لئے اور کونسی دلیل ہوسکتی ہے کہ حضرت باوا صاحب صاف صاف فرماتے ہیں کہ جس پر اللہ تعالےٰ فضل کرے۔ وہ نجات پاسکتا ہے۔ انسانی کوششیں کسی کام نہیں آسکتیں۔ ان تین دلائل کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت باوا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ اسی پر بس نہیں۔ پھر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں سری راگ محلہ ا صفحہ ۷۹ اللہ الکھ اگم قادر کرن ہار کریم

پھر فرماتے ہیں۔ گوڑی محلہ ا صفحہ ۲۶۱۔

اوگن بخشن ہارا کامن کنت پیارا گھٹ گھٹ رہیا سماء

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ وہ گناہوں کے بخشنے والا ہے وہ ہمیں بہت ہی پیارا ہے وہ ہر ایک انسان کے دل کے حالات کو جانتا ہے اب ان شلوکوں کی موجودگی میں کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ حضرت باوا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ اس پر ہی بس نہیں ہے۔ آگے چلکر حضرت باوا صاحب گوڑی محلہ میں فرماتے ہیں:۔

کرن کراون کرنے جوگ جو تس بھاوے سوئی ہوگ

وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ اور جو کچھ اس کی منشا ہو وہی ہوتا ہے +

اب دیکھو اس جگہ کس طرح صاف صاف حضرت باوا صاحب فرماتے

ہیں کہ وہ صاحب قدرت ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔ اب ایک تناسخ کا عقیدت مند ایک منٹ کے لئے بھی خدا کی نسبت یہ خیال نہیں کر سکتا۔ تناسخ اور بخشش اور صاحب قدرت کو کوئی نسبت نہیں ہے اسی پر بس نہیں ہے۔ آگے چلکر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ اور اس جگہ تناسخ کا قطعی فیصلہ کر دیتے ہیں گرنتھ صاحب سری راگ گھرا صفحہ ۳۶

لکھ چوراسی بھرمدے بھرم بھرم ہوئے خوار

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ ایک زبردست وہم بیٹھا ہوا ہے۔ کہ ہم تناسخ میں ڈالے جائینگے۔ اور چوراسی لاکھ جونوں میں سے ہوکر گذریں گے۔ جو محض وہم ہی وہم ہے۔ اور اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے مگر بعض لوگ اس وہم میں ہی پڑے بھٹک رہے ہیں۔ اس سے آگے چل کر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ رام کلی محلہ پہلا گرنتھ صاحب صفحہ ۱۵۰۴

گورکھ تارے پار اُتارے نانک گورکھ نستارے

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ گورکھ یعنے ایشور ہی پار اُتارتا ہے کیا مطلب۔ خدا کی مہربانی سے ہی نجات ہوتی ہے۔ اور خدا کے فضل سے انسان قرب الٰہی اور جوار رحمت کا وارث بنتا ہے۔ اب ایک تناسخ کا عقیدہ مند ایک آن واحد کے لئے بھی اس عقیدہ کو نہیں مان سکتا۔ وہ باوجود منہ سے اس کو رحیم و کریم کہتا ہوا بھی اس کے رحم اور فضل کو جواب دے گا۔ پھر آگے چلکر حضرت باوا صاحب تناسخ کا قطعی ہی فیصلہ کر دیتے ہیں۔ اور ان شلوکوں کو پڑھ کر انسان ایک طرفۃ العین کے لئے بھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ حضرت باوا نانک تناسخ کے قائل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ رام کلی محلہ پہلا صفحہ ۱۵۰۷ میں فرماتے ہیں:۔

ایہو جنم نہ مریں نہ آویں جائیں نانک گورکھ من سمجھائیں

مطلب حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ یہی پیدایش ہے اس کے بعد نہ کوئی جنم لے گا۔ نہ پیدا ہوگا نہ مریگا۔ مگر اس راز کو وہی سمجھ سکتے ہیں۔ جنھیں اللہ تعالے خود اپنے فضل سے سمجھ دے۔ فرمائیے اس بین اقوال کے سامنے بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تناسخ کے قائل تھے۔ ہرگز نہیں۔ پھر آگے چلکر فرماتے ہیں۔ شلوک محلہ پہلا صفحہ ۷۴۵۔

آپ گیا بھو بھرم گیا جنم مرن دکھ جا

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ جب انسان پر موت آئے گی۔ تو اس وقت اس کا یہ وہم دور ہو جائے گا کہ میننے پھر دوبارہ جنم لینا ہے اور اس وقت اُسے معلوم ہو جائے گا کہ ۸۴ لاکھ جونوں کے جنم مرن کا جو عقیدہ تھا وہ درحقیقت وہم ہی وہم تھا۔ اس کی کوئی اصلیت نہ تھی۔ دعا ہے کہ خدا کرے۔ ہمارے دوست گورو صاحب کے ان زرین اقوال پر غور کریں +

بارہواں عقیدہ

سکھ صاحبان کے پانچ ککے

موجودہ سکھ دھرم ان دنوں پانچ "ککوں" پر اپنے مذہب کا مدار سمجھتا ہے۔ یعنی کیش (بال) کنگھا۔ کڑا (لوہے کا کنگن) کرد (چھری) کچھ (گھٹنوں تک پاجامہ) آجکل وہی پختہ اور عقیدت کیش سکھ شمار کیا جاتا ہے جس کے پاس یہ پانچ ککے ہر وقت موجود رہیں۔ ورنہ بدوں اس کے کوئی شخص اپنے آپ کو سکھ نہیں کہہ سکتا۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ سکھ مذہب کے گرنتھ

ان مذکورہ بالا پانچ ککوں یا عقائد کا کہاں تک ساتھ دیتے ہیں ہم ایک ایک عقیدہ بالترتیب لیتے ہیں اور اس پر سکھ مذہب کی مذہبی کتب کا فتوٰے تلاش کرتے ہیں اگر سکھ صاحبان کے گرنتھ ان پانچ ککوں کی تائید میں ہیں تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اور اگر نہیں تو ہمارے سکھ صاحبان کو اس پر ضرور غور کرنا چاہیئے کہ وہ امور جن کا سکھ لٹریچر میں کوئی ذکر اور تائید نہیں ہے اس پر اپنے مذہب کا مدار رکھنا ضرور ایک قابل غور بات ہے بہرحال ہم ایک ایک عقیدہ لیتے ہیں اور اس پر سکھ مذہب کی کتب سے جواز یا عدم جواز کے متعلق فتوے تلاش کرتے ہیں ؛

ایک کیس

اب ہم دیکھتے ہیں کہ سکھوں کے عقیدہ کیش یعنی سر پر بالوں وغیرہ کے رکھنے کے متعلق سکھ صاحبان کی مستند کتب کیا فتوےٰ دیتی ہیں جہاں تک ہم نے غور کیا ہے سکھ صاحبان کی کتب میں سر پر بالوں کے رکھنے کی کہیں ہدایت نہیں پائی جاتی۔ بلکہ اس کے خلاف اکثر شلوک ملتے ہیں جیسا کہ آدگرنتھ صاحب شلوک کبیر نمبر ۲۵

کبیر پریت ایک سوں کئے آن دبدھا جاء
بھانویں لانبے کیس کر بھانویں گھرڑ منڈاء

مطلب خواہ سر پر لانبے کیس رکھو یا نہ رکھو قرب الٰہی سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ ا

آدگرنتھ صاحب راگ رام کلی کی وار محلہ پہلا شبد ۱۲ شلوک ا۔

نہ ست مونڈ منڈائی کیسی نہ ست پڑھیاں دیس پھرے

مطلب نہ سر کے منڈانے اور نہ سر پر بالوں کے رکھنے سے وصال یاری

ہوتا ہے۔ قرب الٰہی کو اس سے کوئی نہیں۔
(ٹیکا فرید کوٹ جلد ۳ صفحہ ۹۴۰)
۲۔ آدگرنتھ صاحب راگ ملہار کی وار محلہ ۳ شبد ۱۶ پوڑی ۳
اک جینی او جھڑ پائے دھروں کھوایا
ہنھیں سر کھوہائی نہ بھد کرایا
کچل رہے دن رات شبد نہ بھایا
من جو ٹھے سبے جات جھوٹھا کھایا۔

اس جگہ جینی سادہوں کے سر پر لمبے لمبے بالوں کے رکھنے کو بُرا کہا گیا ہے اب اس سے سمجھ لو کہ جب گورو صاحب دوسروں کے سروں پر لمبے لمبے بالوں کے رکھنے کو بُرا سمجھتے تھے تو خود ان کا طرز عمل کیا ہوگا +

دسم گرنتھ صاحب اکال استت کبتا انک ۲۵۲۔
تیرتھ کوٹ کئے اسنان دیئے بہو دان مہابرت دھارے
دیس پھریو کر بھیس تپو دھن کیس دھرے نہ ملیں ہری پیارے

مطلب۔ کہ کروڑوں تیرتھوں پر پھرنے سے وہاں غسل کرنے سے دیس بدیس کی سیر کرنے سے تپسوی لوگوں کا بھیس بھرنے سے اور سر پر بال رکھنے اور جٹا بڑھانے سے قرب الٰہی حاصل نہیں ہوتا ہے پھر دسم گرنتھ صاحب بچتر ناٹک کرشنا دتار انک ۱۴۶۳+

کیس بڈے سر بیس بُرے اُردیہہ بیں روم بڈے جنکے
مکھ سوں نرہا ڈن چاہت ہے پُن دانت سوں دانت بجے ننکے
سر سروت کی اکھیاں جن کی سنگ کون بھرے بل کے انگے
سر چاپ چڑھائیکے بین پھرے سب کام کرے نت پاپن کے

اب خیال کرو کہ ان مذکورہ اقوال میں صاف صاف بال بڑھانے کو بُرا سمجھا

گیا ہے۔ہمارے سکھ دوستوں کو اس پر ضرور غور کرنا چاہئے۔
بھائی گورداس کی وار ۳۶ پوڑی ۱۴۔
بال بدھائے پائیے بڑجٹا پلاسی
مطلب۔سر کے بالوں کے بڑھانے پر اگر قرب الہی منحصر ہے تو سب سے پہلے بڑ کے درخت کو قرب حاصل ہوگا۔
گوروگوبند سنگھ جی کے عہد میں بہت سے سکھوں نے ایک عریضہ جو دس سوالات پر مشتمل تھا شری گورو صاحب کے حضور پیش کیا۔ اس کا جواب شری گوروگوبند سنگھ صاحب نے جو دیا اس کی نقل گوروجی کے حضوری شہید منی سنگھ جی نے بھگت رتناولی میں دی ہے۔ اُس واجب العرض کا ساتواں سوال معہ اُس کے جواب کے یہ تھا +
سوال ۷۔ آگے راج دربار میں جانے والے قینچی سے کٹا کے ڈاڑھی کے بال برابر رکھتے تھے۔ اب جو حکم ہووے سو کریں +
جواب سہج دھاری برابر کرا لیویں
تواریخ گوروخالصہ حصہ اوّل صفحہ ۱۱۶۰
بھائی رام کور جی کو گوروگوبند سنگھ جی مہاراج نے خوشی ہو کے باہوں پھڑ ہاتھی پر بیٹھا لیتا اتے بہت سنمکار کیتا۔ اک سکھ نے بینتی کیتی۔ سچے بادشاہ بابے بڈھے کے آپ کے سچے سکھ ہن۔ آپ اینہاں نوں کچھ کرپان کیس رکھن دا اپدیش کیوں نہیں کر دے۔ بھائی دیا سنگھ بولیا۔ بھائی۔
اینہاں دے اندر کیس ہن تہاڈے باہر نوں بدھے ہن
گوروجی نے فرمایا ساڈے پچھوں اینہاں نے بہت سنگھ سجانے ہن
اس سے ظاہر ہے کہ بھائی رام کور جی جنکو گوروگوبند سنگھ صاحب اپنے بعد اپنا قائمقام سمجھتے تھے کیش نہیں رکھتے تھے +

جو سر وغیرہ پر بالوں کے متعلق ہدایت ہے وہ صاف ظاہر ہے۔ اب رہا کنگھے کا معاملہ۔ سو صاف ظاہر ہے کہ جب بالوں کے رکھنے کی بھی کوئی صاف ہدایت سکھ گرنتھوں میں نہیں پائی جاتی۔ تو کنگھا جو محض بالوں کے صاف کرنے کے لئے ہے اس کی ضرورت نہیں رہتی۔ اب سکھوں کا تیسرا اصول

۳۔ کڑا

جو لوہے کا کنگن ہوتا ہے اور سکھ صاحبان اسے کڑا کہتے ہیں اور پہنتے ہیں ہم نے بہت غور کیا ہے مگر سکھ صاحبان کی مذہبی کتابوں میں اس کے پہننے کا کوئی حکم اور عقیدہ وغیرہ نہیں ملتا۔ بلکہ اس کے خلاف سکھ لٹریچر میں بہت سے اقوال پائے جاتے ہیں جیسا کہ دیکھئے گورو صاحب کیا فرماتے ہیں۔

آدگرنتھ صاحب راگ کانڑا اشٹ پدیاں محلہ ۴ گھر پہلا شبد پہلا پد ۵

کنک کتک پہرے بہہ کنگنا کاپر بھانت بناوے گو
نام بنا سب پھیک پھیکانے جنم مرے پھر آوے گو

مطلب۔ خواہ کوئی شخص عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنے عمدہ سے عمدہ نعمتیں حاصل کرے۔ خواہ کوئی عمدہ سے عمدہ کنگن وغیرہ پہنے اور دنیا میں جس قدر انواع و اقسام کی عمدہ عمدہ لذات محسوسات ہیں ان کو حاصل کرے۔ مگر جب تک خدا کی بندگی اور عبادت الٰہی نصیب نہیں۔ یہ چیزیں محض بے فائدہ اور لغو ہیں۔ مفصل ملاحظہ ہو ٹیکا فرید کوٹ جلد ۳ صفحہ ۷۷۷۔

اب غور کیجئے کہ اس جگہ گورو صاحب نے کنگن کو کوئی نجات کا ذریعہ نہیں بنایا۔ بلکہ صاف طور پر اس کے برخلاف کہا ہے +

کرد

یہ خالصہ صاحبان کا چوتھا عقیدہ ہے۔ آؤ اب ہم نہایت ٹھنڈے

دل سے سکھ صاحبان کے اس چوتھے عقیدہ پر بھی غور کریں کہ اس عقیدہ کے متعلق سکھ صاحبان کے گرنتھ کہاں تک حامی اور مددگار ہیں۔ اس خیال کو لیکر جب ہم سکھ صاحبان کی کتب پہ غور کرتے ہیں تو ہم صاف طور پر اس کے خلاف لکھا پاتے ہیں جیسا کہ۔ آدگرنتھ صاحب راگ مارو محلہ پہلا سوہلے شبد ۳

گیان کھڑگ لے من سیوں لوجھے منسا مُنہ سمائی ہے

آدگرنتھ صاحب راگ گوڑی پوربی محلہ ۵ شبد ۲ شلوک ۷۔

گورگیان کھڑگ ہتھ دھاریا جم مار اڑا جم کال

نانک بلاس صفحہ ۱۵۱ مصنفہ بھائی سنت سنگھ جی

گورو نانک دیوجی کورکشیتر کے پنڈتوں سے فرماتے ہیں کہ

بولے گورو ہتھیار ہیں پاس میرے تیز جنہاندی بڑی ہے دھار پنڈ تو
ست سنگدے پریم دا دھنک بھاری سنے کرتار دا نام تلوار پنڈ تو
شم دم آدک ہیں تیر بھاری مرگ من نوں دیوندے مار پنڈ تو
برہم اگن ہیں ہنگتا نوں ہوم کرنا ایسا کھتری ہیں لڑن ہار پنڈ تو

دیکھیے اِن مذکورہ بالا شلوکوں اور اقوال ہیں صاف صاف کرد وغیرہ اوزاروں کا رد کیا گیا ہے۔ غرضکہ گرنتھ اور جنم ساکھی وغیرہ میں ہمیں ایک بھی شلوک اور ایسا قول نہیں ملتا جس میں سکھوں کے اس چوتھے اصول "کرد" کی تائید ہوتی ہو اب ہم نہایت ٹھنڈے دل سے سکھوں کے پانچویں اصول۔

۵۔ کچھ

کے متعلق سکھ صاحبان کے مذہبی کتب کی اوراق گردانی کرتے ہیں مگر سکھ صاحبان کے اِس پانچویں اصول کے متعلق بھی ہمیں گرنتھ اور جنم ساکھی وغیرہ کتب میں کوئی ایسا حوالہ نہیں ملتا جو ہمارے سکھ دوستوں کی تائید میں ہو بلکہ

جابجا تردید پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ آدگرنتھ صاحب راگ کانٹرا محلہ ۵ گھر ۲ شبد ۵۔

انک سوانگ کاچھے بھیکھ دھاری

اس شلوک میں گورو صاحب نے کچھ پہننے والوں کو "بھیک دھاری" لکھا ہے۔ کچھ پہننا دھرم نہیں بتلایا۔ غرضکہ ہم نے بالکل بے تعصب ہو کر اور ٹھنڈے دل سے سکھ صاحبان کی مذہبی کتب کی اوراق گردانی کی مگر ہمیں اس میں ایک بھی ایسا شلوک نہیں ملا جو سکھ صاحبان کے موجودہ پانچ ککوں یعنی کیس۔ کنگھا۔ کڑا۔ کرد۔ کچھ کی تائید کرتا ہو جن پر آج کل سکھ مذہب کا مدار سمجھا جاتا ہے۔

حضرت باوا نانک صاحب اور اسلام

حضرات! ہم نے نہائت محققانہ رنگ میں اس امر کو واضح اور بین کر دیا ہے کہ حضرت باوا نانک صاحب ہندوؤں کے کل مسلمہ مذہبی عقائد سے بیزار تھے۔ ہندوؤں کا ایک ایک عقیدہ لے کر اس پر گرنتھ اور جنم ساکھی سے باوا نانک صاحب کے متعدد شلوک پیش کئے جس میں باوا صاحب نے ہندوؤں کے کل عقائد کی بوضاحت تردید کی ہے اب صاف ظاہر ہے کہ ایک آدمی ہندوؤں کے مسلمہ عقائد کی تردید کرتا ہوا ہرگز ہرگز ہندو نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ اب سکھوں کا بیشتر حصہ بھی باوا صاحب کو ہندو تسلیم نہیں کرتا اس کے بعد ہم نے اسی طرح نہائت محققانہ رنگ میں سکھ مذہب کے موجودہ اصولوں مثلاً کیش۔ کنگھا۔ کچھ۔ کرپان۔ کڑا۔ وغیرہ کے متعلق بھی حضرت باوا نانک صاحب کا فتوے گرنتھ اور جنم ساکھی وغیرہ سے تلاش کیا

اور ہمیں گرنتھ وغیرہ سے کوئی ایک شلوک بھی ایسا نہیں ملا جو سکھ صاحبان کے موجودہ اصولوں کی تائید میں ہو۔ بلکہ اس کے خلاف پایا گیا۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ باوا نانک صاحب کو نانک سنگھ نہیں کہا گیا +

اب ہم تیسرے امر کی طرف آتے ہیں۔ کہ اسلام کے مسلمہ عقائد کے متعلق حضرت باوا نانک صاحب کی کیا رائے تھی۔ اور اس پر بھی ہم کمال محققانہ رنگ میں بحث کرینگے۔ اسلام کے موٹے موٹے اصول یہ ہیں۔ توحید کلمہ طیبہ۔ نماز۔ روزہ۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان۔ حج کعبہ قیامت۔ ملائکہ۔ قرآن مجید پر ایمان لانا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اب ہم آیندہ اوراق میں انشاء اللہ تعالےٰ انہیں امور پر بحث کرینگے کہ اسلام کے ان مسلمہ عقائد کے متعلق حضرت باوا صاحب کا کیا فتویٰ ہے۔ توحید کے متعلق تو صاف ظاہر ہے کہ ہمارے سکھ دوست توحید کے قائل ہیں۔ حضرت باوا صاحب کے یہ اقوال اونکار ست نام۔ کرتار پورکھ۔ نربھو۔ نردیہہ۔ اکال مورت۔ اجونی سے بھنگ۔ مطلب۔ وہ ایک ہے۔ حق ہے۔ خالق ہے اس کو کسی کا خوف نہیں۔ اس کو کسی سے دشمنی نہیں۔ اس پر فناہ نہیں آتی۔ وہ پیدا نہیں ہوتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر باوا صاحب فرماتے ہیں :-

دوسرا کاہے سمرئے جمے تے مرجا

اکو سمرو نانکا جو جل تھل رہیا سما

خدا کے علاوہ کسی اور کی پوجا نہیں کرنی چاہیئے جو پیدا ہوتا اور مرتا ہے ہاں ایک خدا کی پوجا کرو جو عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اور جس کو کبھی موت نہیں آتی۔ غرضکہ توحید کا مسئلہ تو ہمارے اور سکھ صاحبان کے درمیان ایک مشترکہ مسئلہ ہے۔ اس لئے اس پر تو بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہاں دوسرے اسلامی عقائد ضرور بحث طلب ہیں سو ہم انشاءاللہ تعالیٰ

کمال محققانہ طریق سے اپنے آیندہ اوراق میں کلمہ طیبہ۔ نماز۔ روزہ۔ حج قیامت۔ قرآن مجید وغیرہ اصولوں پر بحث کرینگے۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ ان امور پر بکمال وضاحت اور صراحت روشنی ڈالینگے۔ کہ حضرت باوا نانک صاحب اسلام کے ان اصولوں پر بدل وجان گرویدہ اور والا وشیدا تھے کلمہ طیبہ کو وہ اپنے ایمان کی رُوح سمجھتے تھے اور اُن کا ایمان تھا کہ جس نے ایک دفعہ سچے دل سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا۔ دوزخ کی آگ اُس پر حرام ہوگئی۔ نماز کے متعلق ان کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ تارک نماز خدا کی رحمت سے دُور اور سخت وعید کے نیچے ہے۔ روزہ کو طہارت اور پاکیزگی کا ذریعہ اور خدا کی رحمت کا جاذب سمجھتے تھے۔ قرآن مجید کے متعلق آپ کا یہ خیال تھا۔ کہ اس فیج اعوج کے زمانہ میں صرف قرآن مجید ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ توراۃ۔ زبور۔ انجیل اور وید کام نہیں آسکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خاتم النبیین سمجھتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ ہندوؤں کے جس قدر بڑے بڑے اور اکابر دیوتا ہیں مثلاً برھما۔ وشن۔ مہیش وغیرہ جس قدر یہ کل علیحدہ علیحدہ خوبیاں رکھتے تھے وہ سب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات میں ایک جگہ جمع ہیں:۔

حسنِ یوسف دمِ عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

انشاء اللہ تعالےٰ ہم ان سب امور کو گرنتھ اور جنم ساکھی وغیرہ کے معتبر حوالجات سے ظاہر کرینگے۔ بلاشبہ باوا صاحب کے ان شلوکوں اور اقوال کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت باوا صاحب ان خدا کے پیاروں میں سے تھے جن کے سینہ کو خدا اپنے رحمت کے ہاتھ سے دنیوی ملونیوں اور آلائشوں سے بالکل پاک اور صاف کر دیتا ہے۔ اور معرفت کے نور سے منور کر دیتا ہے

باوا صاحب اسلام کو دو جہانوں میں خدا تک پہنچنے کا ایک ہی ذریعہ سمجھتے تھے اور ان کے دل میں یہ تڑپ تھی کہ تمام دُنیا اسلام کے نور سے منور ہو کر خدا کی رحمت اور برکت میں آجائے۔ ان کے دل میں یہ ایک زبردست خواہش تھی۔ اس کے لئے اُنھوں نے دن اور رات ایک کردیا تھا۔ انشاءاللہ تعالےٰ ہمارے آیندہ اوراق اس پر کافی اور وافی روشنی ڈالینگے۔ خدا اس میری محنت کو قبول فرمائے اور میری یہ کتاب بہنوں کے لئے ہدایت کا موجب ہو۔ آمین +

کلمہ طیبہ اور باوا نانک صاحب

کلمہ شریف مسلمانوں میں ایمان کی رُوح مانا گیا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت باوا صاحب کلمہ طیبہ کے متعلق کیا کہتے ہیں جنم ساکھی کلاں یعنی بھائی بالا والی جنم ساکھی کے صفحہ ۲۲۰ پر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں :-

کلمہ اک یاد کر اور نہ بھاکھو بات
نفس ہوائی رکن دین نس سے ہوئیں مات

باوا صاحب فرماتے ہیں کہ راہ ہدیٰ اور نجات ابدی کے حاصل کرنے کے لئے ایک کلمہ طیبہ کا ہی باربار ورد کرو۔ کیونکہ نفسانی خواہشات اس کلمہ سے ہی دُور ہو سکتی ہیں۔ غور کرو کہ حضرت باوا صاحب کلمہ طیبہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ ممکن ہے کسی دوست کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ اس کلمہ سے مُراد کلمہ طیبہ یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مُراد نہیں بلکہ کوئی اور کلمہ مُراد ہے سو اس کے متعلق اسی کتاب جنم ساکھی

کلاں کے صفحہ ۱۴۱ میں یہ فرماتے ہیں کہ اس کلمہ سے مُراد یہ کلمہ ہے:۔

پاک پڑھیو کلمہ رب دا محمدؐ نال ملائے
ہویا معشوق خدا ئیدا ہو یا تل الیہ

مطلب۔ خداوند تعالےٰ کا کلمہ طیبہ پڑھو۔ وہ کونسا کلمہ جس کے ساتھ محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم فداہ روحی) کا اسم مبارک ہے یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ کیونکہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا کا نہایت ہی پیارا تھا۔ جس نے اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیا تھا۔ ہاں سچ ہے ؎

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی
خُدا سے پوچھ لو شانِ محمدؐ

پھر آگے چلکر حضرت باوا صاحب جنم ساکھی کلاں جو سب سے پُرانی جنم ساکھی اور سکھوں میں معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے کے صفحہ ۱۴۳ سطر ۱۰ پر فرماتے ہیں:۔

نانک آکھے رکن دین سچے سنو جواب
صاحب دا فرمایا لکھیا وچ کتاب
دُنیا دوزخ اوہ چڑھے جو کہے نہ کلمہ پاک
مکروہ تریہے رو جڑے پنج نماز طلاق
لقمہ کھائے حرام دا سر تے چڑھے عذاب
جو راہ شیطان گم تھئے سے کیونکر کرن نماز
آتش دوزخ ہاویہ پایا تنہاں نصیب
بہشت حلالی کھاونان کیتا تنہاں پلید
مسلمان مسلمی جو جئے وچ مرن
قائم ہوئے قیامتی پھر نہ جنم دھرن

نانک آکھے رکن دین کلمہ سچ پچھان
اک رُوح ایمان دی جو ثابت رکھے ایمان

مطلب۔ حضرت باوا صاحب لوگوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں اے لوگو نانک یہ کہتا ہے۔ صرف نانک ہی یہ نہیں کہتا بلکہ احکم الحاکمین قادر مطلق بھی اپنی کتاب (قرآن کریم) میں یہ فرماتا ہے کہ وہی لوگ دوزخی ہونگے جو کلمہ طیبہ سے روگردانی اختیار کرتے ہیں۔ اور نہ تیس روزے رکھتے ہیں اور نہ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا کھانا پینا۔ چلنا پھرنا سب ناپاک ہے۔ جن لوگوں نے صراط مستقیم کو چھوڑ کر فیج اعوج کی طرف قدم اُٹھایا۔ ان کے نصیب میں کلمہ طیبہ۔ نماز اور روزہ کہاں۔ ان لوگوں نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو اس حالت میں پہنچایا۔ ہاں جو لوگ کلمہ طیبہ پڑھتے تیس روزے رکھتے۔ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔ وہی لوگ بہشت کے وارث ہیں۔ جس میں طیب رزق دیا جاتا ہے۔ اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی یعنی کلمہ طیبہ۔ نماز۔ روزہ سے مُنہ پھیرا۔ گویا انہوں نے بہشت اور طیب رزق اپنے پر حرام کر لیا۔ جو لوگ مسلمان ہو کر مرینگے قیامت کے روز جب حساب کتاب کا دن ہوگا۔ وہ دوزخ میں نہیں جائینگے۔ بلکہ اُن کے لئے بہشت بریں کے دروازے کُھل جائیں گے اور بہشت بریں کے حاصل کرنے کی چابی کلمہ طیبہ ہے جو ایمان کی رُوح اور ثبوت ایمان کا شاہد ہے ''۔

دوستو! کیا ایسے زبردست اثبات کی موجودگی میں بھی ہم حضرت باوا صاحب کے اسلام سے انکار کر سکتے ہیں۔ پیارو کوئی صداقت کو کس طرح دبا سکتا ہے۔ صداقت ضرور ایک نہ ایک دن ظاہر ہو کر رہتی ہے اللہ اللہ یہ کیسا زبردست معجزہ ہے کہ یہ کل باتیں شری گرنتھ اور جنم ساکھی

ہیں موجود ہیں۔ جو سکھوں کے قبضہ میں ہے۔ بیشک قدرت ربّی کا یہ ایک زبردست ہاتھ ہے ؛

دوستو! خیال کرو اس جگہ باوا صاحب نے کیسی صراحت اور تائید و اکید کے ساتھ کلمہ طیبہ کے فوائد۔ نماز۔ روزہ کی پابندی کے نتیجہ کو آشکارا کیا ہے۔ اور پھر اس کی عدولی اور انکار کا جو نتیجہ ظاہر فرماتے ہیں۔ ان دونوں پر نظر دوڑاؤ۔ تو حضرت باوا صاحب کا مذہب خود بخود ظاہر ہو جائے گا۔ اللہ اللہ اس خدا کے پیارے کا سینہ کیسا صاف اور دل کیسا پاکیزہ تھا۔ جو اپنے رشتہ داروں دوستوں اور اپنے ہم مذہب لوگوں کی پروا نہ کرتا ہوا مخلوق اللہ کی بہتری اور بہبودی کے لئے برملا کلمہ طیبہ کے فوائد۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کے فوائد لوگوں پر آشکارا کرتا ہے۔ یہ شخص کیسا دلیر کیسا بہادر۔ کیسا مخلوق کا خیرخواہ تھا پیارو میری یہ دل وجان سے دُعا اور دلی خواہش ہے کہ مولیٰ کریم ہم سب کو گورو نانک دیوجی مہاراج کے فرمان پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے۔ بزرگوں کی باتیں حقیقت اور صداقت سے لبریز ہوتی ہیں۔ اور ان پر عمل کرنے سے دین و دُنیا کے حسنات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بزرگوں کے کلمات طیبات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ؛

پھر کلمہ طیبہ کے متعلق حضرت باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۷۲ میں فرماتے ہیں :۔

کلمہ اک پکاریا دُوجا نائیں کوئی

پھر جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۷۲۔

جو کہن ناپاک ہے دوزخ جاون سوئی

باوا صاحب فرماتے ہیں کہ میرے لئے تو ایک کلمہ ہی بس ہے اس کے علاوہ اور کوئی قول مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اور وہ لوگ جو اس کے برخلاف

عقیدہ رکھتے ہیں ان کا حشر دردناک ہوگا۔ پھر آگے چلکر صفحہ ۱۴۱ پر حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

پاک پڑھیو کلمہ رب دا محمدؐ نال ملائے

ہویا معشوق خدا ئیدا ہویا تل الیہہ

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا پاک کلمہ زبان سے کہو اور وہ کلمہ جس کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام آتا ہے یعنے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ کیونکہ اس کلمہ کا لانے والا اللہ تعالےٰ کا پیارا تھا جس نے اپنے آپ کو سب سے زیادہ پیار کرنے والے پر قربان کر دیا تھا۔ کیا کوئی دوست حضرت باوا نانک صاحب کے اس ارشاد مبارک سے انکار کرسکتا ہے؟ پیارو جب سُورج عین نصف النہار پر چمک رہا ہو۔ کون میسر انسان سورج کے وجود سے انکار کرسکتا ہے ہماری یہ دل و جان سے دُعا اور تمنا ہے کہ خداوند تعالےٰ ہم سب کو حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے احکام پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے +

نماز روزہ اور باوا نانک صاحب

اسلام میں نماز روزہ کی پابندی ضروری اور اشد ضروری ہے بلکہ سچ پوچھو تو مسلمان اور کافر میں یہی مابہ الامتیاز ہے کہ مسلمان نماز پڑھے گا اور غیر مسلم نماز سے انکار کرے گا۔ روزوں کی پابندی بھی اسلام میں اشد ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت باوا نانک صاحب نماز روزوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ کیا ایک غیر مسلم کی طرح اس کی تردید کرتے ہیں؟ یا ایک راسخ الاعتقاد مومن کی طرح اس پر اپنی جان و مال فدا اور قربان کرتے ہیں۔ یہ ایک کسوٹی ہے

جو بہ احسن وجوہ اس امر کا فیصلہ کر دیگی۔ کہ حضرت باوا صاحب کس مذہب کے پیرو تھے آپ سری راگ محلہ پہلا میں فرماتے ہیں:۔

عیب تن چکڑ وہہ من مینڈکو کمل کی سار نہیں مول پائی
بھنورا استاد نت بھاکھیا بولے کیوں بوجھے جان نہ بوجھائی
آکھن سننا پون کی بانی ابہہ من رتا مایا
خصم کی نذریں دلیں پسندی جنہیں اک کر دھایا
تیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی
نانک آکھے راہ پر چلنا مال تن کس کو سنبھائی

مطلب۔ تیرے بدن میں کیچڑ کیا ہے تیرے ہی عیب۔ اور اس میں مینڈک کیا ہے تیرا ہی دل۔ اس عیبوں کے کیچڑ میں لت پت ہونے والے مینڈک کے سر پر کنول کا پھول کھل رہا ہے۔ بھنورا ہر وقت اس پھول پر بیٹھ کر اپنی پیاری پیاری آواز سے بلاتا ہے کہ اے کیچڑ میں لت پت ہونے والے مینڈک ذرا اس کیچڑ کو چھوڑ کر اوپر آ۔ اور دیکھ تیرے سر پہ کیسا خوشنما کنول پھول کھل رہا ہے مگر سچ ہے کہ اس کنول پھول کی خوشبو سے وہی لوگ مستفیض ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ آپ سمجھائے اور اللہ تعالےٰ انھیں کو سمجھاتا ہے جو اللہ تعالےٰ کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں اور جو اس خدا وند قدوس کی آواز کو اس کان سے سنکر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں یقین سمجھیں کہ اللہ تعالےٰ کا ان لوگوں سے قطعاً کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا۔ مبارک ہیں وہ جو خدا کے مقبول ہیں اور خدا کے مقبول بندوں کی یہ نشانی ہے کہ وہ ایک خدا کی پوجا کرتے ہیں تیس روزے رکھتے ہیں اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں خداوند تعالےٰ انہیں شیطانی شر سے محفوظ رکھتا ہے اب اس سے اندازہ لگالو کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا ہندو ہو سکتا

ہے یا مسلمان۔ ہم خود کچھ نہیں کہتے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے آگے چل کر حضرت باوا صاحب گرنتھ صاحب آد سری راگ محلہ پہلا میں فرماتے ہیں :۔

پنج وقت نماز گذاریں پڑھو کتیب قرآن

نانک آکھے گور سدیہی رہیو پینا کھانا

مطلب۔ پانچوں وقت کی نمازیں پابندی سے پڑھو اور قرآن کریم کی تلاوت بھی باقاعدہ کرو۔ نانک کہتا ہے کہ ہر وقت قبر تجھے آواز دے رہی ہے اور تمہارا کھانا پینا اور نفسانی خواہشات یونہی پڑے کے پڑے رہ جائینگے نہیں کہہ سکتے کہ کس وقت موت آجائے گی۔ اس لئے پانچوں وقت کی نمازوں کی پابندی اور قرآن کریم کی تلاوت سے کبھی روگردان نہیں ہونا چاہیئے۔ یہاں گور (قبر) کا لفظ بھی صاف ہے۔ باوا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ نانک آکھے مڑہی سدیہی رہیو پینا کھانا۔ بلکہ اس کی بجائے یہ کہا کہ نانک آکھے "گور" سدیہی رہیو پینا کھانا۔ اب خود دیکھ لو کہ گور (قبر) میں کون لوگ جاتے ہیں وہ جو دفنائے جاتے یا جلائے جاتے ہیں۔ اور جو دفنائے جاتے وہ کون ہوتے ہیں۔ ہندو یا مسلمان۔ اسی سے سمجھ لو کہ حضرت باوا صاحب کس عقیدے کے پابند تھے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ آگے چلکر حضرت باوا صاحب تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی کے صفحہ ۵۵ پر فرماتے ہیں :۔

جمع کر نام دی تے پنج نماز گذار

باجھوں نام خدا ئیدے ہوسیں بہت خوار

اللہ تعالےٰ کے نام کی جمع کر وجے سیتارام کہنے سے نہیں بلکہ باقاعدہ پانچوں وقت کی نمازوں کی پابندی سے۔ کیونکہ بغیر اس کے ذلت اور خواری ہی ہے۔ اس جگہ دیکھ لو کہ باوا صاحب نماز کے لئے کس طرح ضروری ہدایت فرماتے ہیں۔ پھر آگے چلکر باوا صاحب بے نمازوں کے لئے سخت وعید

بتلاتے ہیں۔ آپ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۴۰ پر لکھتے ہیں:۔

لعنت برسر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کٹھیا ہتھوں ہتھ گویں

مطلب۔ ان لوگوں پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے جو نماز کو ترک کرتے ہیں جو کچھ تھوڑا بہت کمایا۔ گویا اس کو بھی دست بدست ضائع کر رہے ہیں یہ باتیں ہماری نہایت ہی کھلے کھلے اور واضح طور سے کمال صفائی کے ساتھ اس طرف رہنمائی کرتی ہیں کہ حضرت باوا صاحب در اصل کس عقیدہ کے قائل تھے +

دوستو اب یہ صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت باوا صاحب ہندو نہ تھے۔ اب گرنتھ صاحب میں حضرت باوا صاحب کا قول بالکل صاف اور کھلا ہے اور اس امر سے کوئی بھی گرنتھ پڑھنے والا ایک طرفۃ العین کے لئے بھی انکار نہیں کر سکتا گرنتھ صاحب سری راگ محلہ پہلا چھوٹا سائز صلا؟ ہیں سری گورو صاحب فرماتے ہیں۔ وہی خدا کے مقبول ہیں جو ایک کی پوجا کرتے تیس روزے رکھتے اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ جنم ساکھی بھائی بالا صـ۱۴۳

نانک آکھے رکن دین سچے سنو جواب
صاحب دا فرمایا لکھیا وچ کتاب
دنیا دوزخ اوہ چڑھے جو کہے نہ کلمہ پاک
مکروہ تریہے روجڑے تریج نماز طلاق
لقمہ کھائیے حرامدا سرتے چڑھیئے عذاب
جو راہ شیطان گم تھیئے سو کیونکہ کریں نماز
آتش دوزخ ہاویہ پایا تنہاں نصیب
بہشت حلالی کھاوناں کیتا تنہاں پلید
نانک آکھے رکن دین کلمہ سچ پچھان

اِکو رُوح ایمان دی جو ثابت رکھے ایمان

حضرت باوا صاحب اس جگہ صاف فرماتے ہیں اے رکن دین سچی پچی باتیں دل کھول کر سُنو یہ میری ہی باتیں نہیں ہیں بلکہ خدا تعالےٰ کا فرمان ہے اور قرآن مجید میں یہ لکھا ہوا ہے۔ بیشک وہ لوگ اس دُنیا میں ہی دوزخ خرید لیتے ہیں جو کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہہ کر خدا کے پیاروں میں شامل نہیں ہوتے۔ اور روزوں سے مُنہ پھیر لیتے ہیں اور نمازوں کے تارک ہو جاتے ہیں۔ بیشک ایسے لوگوں کا کھانا اور پینا مکروہ ہے کیونکہ انھوں نے خدا کے عذاب کو خرید لیا ہے۔ بیشک جن لوگوں کو شیطان نے گمراہ کیا وہ نمازوں سے دُور ہو گئے۔ بیشک اُنھوں نے اپنی قسمت کو دوزخ کی آگ کے حوالہ کر دیا۔ بیشک بہشت کی نعمتوں کو انھوں نے اپنے ہاتھوں اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اے رکن دین نانک یہ کہتا ہے کہ کلمہ کو حق جانو بیشک یہ ایمان کی رُوح ہے جس سے ایمان ثابت رہتا ہے"۔

غور کرو اس جگہ حضرت باوا صاحب نے شیطان کا پیرو کن لوگوں کو ٹھیرایا ہے۔ پھر گرنتھ صاحب آد کے صفحہ ۱۳۷۸ پر یہ لکھا ہے اور ہمارے سکھ دوست ضرور ان شلوکوں کو پڑھتے ہونگے۔ مگر خدا جانے ان شلوکوں پر جن پر انسانی نجات کا دار و مدار ہے کیوں توجہ نہیں فرماتے۔ بہرحال وہ شلوک یہ ہیں:۔

فریدا بے نماز اکتیا ایہہ نہ بھلی ریت — کبھی چل نہ آیا پنجے وقت مسیت
اُٹھ فریدا وضو ساجہ صبح نماز گذار — جو سر سائیں نہ نویں سو سر کپ اُتار
جو سر سائیں نہ نویں سو سر کیجے کائیں — کُنّے ہیٹھ جلائیے بالن سندے تھائیں

گرنتھ صاحب آد ایک ایسی کتاب ہے کہ ہمارے سکھ دوستوں کا عقیدہ ہے کہ اس کے ایک حرف سے روگردانی کرنے سے بھی انسان خدا کی رضامندی

سے دُور ہو جاتا ہے۔ یہ شلوک صاف پنجابی زبان میں ہیں مگر تاہم میں اس کا سادہ سادہ اُردو ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ اے فریدا بے نمازی کتے کی طرح ہے اور نماز کا تارک ہونا بہت بُرا ہے نجس ہے وہ جو نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں نہیں آتا۔ فریدا جلدی اُٹھ اور وضو کر اور مسجد میں جاکر نماز پڑھ۔ کیونکہ جو سر نماز میں اپنے خالق و مالک کے سامنے نہیں گرتا وہ اڑا دیئے جانے کے قابل ہے۔ جو سر اپنے خدا کے حضور نماز میں نہیں گرتا وہ کس کام کا۔ ایسا مغرور سر اُتار کر ہانڈی کے نیچے جلائے جانے کے قابل ہے۔ اب ہم نہیں سمجھتے کہ ان کھلی کھلی اور صاف صاف اور واضح واضح ہدایات کے سامنے کس طرح انکار کی گنجایش ہو سکتی ہے دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے دوستوں کو گرنتھ صاحب کے ان شلوکوں پر چلنے کی توفیق دے۔ تاکہ ہم اس سے روگردانی کرنے سے اس سزا کے مستحق نہ ٹھہریں جو روگردانی کرنے والوں کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ حضرت باوا نانک صاحب کے روم روم میں اسلام اس قدر سرایت کر چکا تھا کہ سوائے تلاوت قرآن کریم ادائیگی نماز وغیرہ کے آپ کو کوئی اور چیز نہ بھاتی تھی۔ چنانچہ آپ جنم ساکھی کلاں جو سکھوں میں سب سے پُرانی اور قدیم جنم ساکھی کے نام سے مشہور ہے کے صا۲۴ سطر ۲۹ پر آپ فرماتے ہیں:۔

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں

تھوڑا بہت کٹھیا ہتھو ہتھ گوین

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ ان لوگوں پر لعنت ہے جو نمازوں کے تارک ہو گئے۔ جو تھوڑا بہت کمایا تھا گویا اس کو بھی دست بدست ضائع کر رہے ہیں اللہ اللہ اس شخص میں خداوند تعالےٰ نے کس طرح اسلام کی تعلیم کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ اور نور ایمان سے آپ کا سینہ کیسا منوّر ہو چکا تھا۔ پیارو

کیسی کھُلی کھُلی اور واضح واضح باتیں ہیں۔ ہمارے وہ دوست جو یہ فرماتے ہیں کہ باوا صاحب ہندو تھے۔ میں ان دوستوں کی خدمت میں کمال عزت و احترام سے یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ ازراہ کرم شری گرنتھ یا جنم ساکھی سے یہ دکھلاویں کہ شری گورو نانک دیو جی مہاراج نے گائتری اور سندھیا وغیرہ کی نسبت یہ فرمایا ہو کہ جو لوگ سندھیا اور گائتری کے تارک ہیں وہ دوزخ کا ایندھن ہونگے۔ بلکہ سندھیا اور گائتری کے متعلق گرنتھ صاحب میں لکھا ہے:۔

منوا استر سندہنا کرے دی چار
نانک سندھیا کرے من مکھی
جیو نہ ٹکے مرے جنمی وارو وار
سندھیا ترپن کرے گائتری بن بوجھے دُکھ پایا وار بھاگرا
(سورٹھ)

مطلب۔ گرنتھ میں لکھا ہے کہ انسان بیفائدہ سندھیا وغیرہ کرتا ہے کیونکہ سندھیا کرنے سے تسلّی اور اطمینان قلب نصیب نہیں ہوتا۔ مگر تناسخ کے کے وہم میں پڑا بھٹک رہا ہے ایسی گائتری سے کیا فائدہ جس میں سوائے دُکھ اور تکلیف کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا +

نماز کے متعلق حضرت باوا صاحب کا فتنوے ملاحظہ فرمایئے:۔

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں

جنم ساکھی صـ۲۴۱ سطر ۲ یعنی جو لوگ نماز کے تارک ہیں وہ لعنتی ہیں مگر دوسری طرف گائتری کے متعلق باوا صاحب کا فتوےٰ ملاحظہ کیجیے کہ اس کے کرنے سے انسان دکھوں اور تکلیفوں میں پڑتا ہے" ایک چیز کے نہ کرنے سے دُکھوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور دوسری کے کرنے سے مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ بتلائیے اب ہم باوا صاحب کو مسلمان کہیں ؟ یا ہندو ؟ آپ خود ہی

فیصلہ کر لیجئے۔ عیاں را چہ بیان۔ نہ صرف باوا صاحب دوسروں کو ہی اسلام کی تلقین فرماتے۔ بلکہ خود اسلام کے حرف حرف پر عامل اور عالم باعمل تھے چنانچہ جنم ساکھی کلاں جو سب سے پُرانی جنم ساکھی ہے کے صفحہ ۲۰۳ سطر ۲۵ میں لکھا ہے:۔

کن وچ اُنگلیاں پائیکے تب نانک دتّی بانگ

یعنے باوا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان دی" فرمایئے ہم کس کس حوالہ سے انکار کرسکتے ہیں۔ سکھ صاحبان آپ ہی انصاف سے جواب دیں کہ ان حوالہ جات کی موجودگی میں ہم حضرت باوا صاحب کو ہندو کہیں یا مسلمان؟ میرے دوستو جن کتب کے حوالہ جات میں دے رہا ہوں۔ وہ آپ ہی کے مطبع کے چھپے ہوئے اور مسلمات سے ہیں۔ پھر سکھوں کی اس معتبر کتاب یعنی واران بھائی گورداس جی کے صہ۱۱ سطر ۵ میں لکھا ہے:۔

بابا گیا بغداد نوں باہر جا کیا استھاناں
اک بابا اکال روپ دوجا ربابی مرداناں
دتی بانگ نماز کر سن سماں ہویا جہاناں

ترجمہ۔ واراں بھائی گورداس جی جو سکھوں کی نہایت ہی معتبر کتاب ہے کے مصنف لکھتے ہیں۔ بابا یعنے حضرت باوا نانک رحمتہ اللہ علیہ بغداد گئے اور بغداد کے باہر اپنا ڈیرہ لگایا۔ ایک حضرت باوا نانک اور دوسرا ان کے ساتھ بھائی مردانہ تھا۔ وہاں جاکر نہایت ہی سریلی اور پیاری آواز کے ساتھ اذان دی اور نماز پڑھی۔ اذان دینے اور نماز پڑھنے کی آواز ایسی رسیلی اور دلربا تھی کہ لوگ سن کر حیران پریشان رہ گئے"۔

پیارو! اب اس سے بڑھ کر حضرت باوا صاحب کے اسلام کے لئے اور کونسی معتبر گواہی ہوسکتی ہے۔ گر نتھ جنم ساکھی تاریخ گورو خالصہ واراں گورداس جی

غرضیکہ جس قدر سکھوں کی مسلمہ اور معتبر کتب ہیں وہ کُل کی کُل حضرت باوا صاحب کے اسلام پر اپنی مواہیر ثبت کرتی ہیں۔ جہاں تک حقانیت کا تعلق ہے وہاں تک تو باوا صاحب کا اسلام اظہر من الشمس ہے باقی رہا ضد اور ہٹ کا سوال۔ سو اس کا علاج تو کسی کے پاس بھی نہیں ہے + پھر جنم ساکھی کلاں صفحہ ۵۶۲ سطر ۴ میں لکھا ہے کہ تاں سری گورو جی نے اونچی سرنال بانگ دتی۔ آپ خیال فرمائیے کہ اونچی آواز سے اذان کہنا یہ کن لوگوں کا کام ہے آپ ہرگز کہیں نہیں پاؤ گے کہ حضرت باوا صاحب نے اونچی اونچی آواز سے سندھیا یا گائتری کا پاٹ کیا ہو۔ اب خیال کیجئے جو شخص اونچی اور میٹھی آواز سے اذان دیتا ہے۔ اور جس کی میٹھی میٹھی اور پیاری پیاری آواز کو سُنکر لوگ سرور سے مست ہو جاتے ہیں۔ خدارا آپ خود ہی غور فرماویں کہ ہم ایسے شخص کو ہندو کہیں یا مسلمان۔ خدا ہم سب لوگوں کو حضرت باوا نانک کی طرح اونچی آواز سے اذان دینے کی توفیق دے۔ آمین +

پھر جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۷۶ میں یہ لکھا ہے کہ باوا صاحب سید پور گاؤں میں نواب کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں گئے۔ اب دیکھو کہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جانا یہ کن لوگوں کا کام ہے۔ مگر بعض لوگوں نے اس واقعہ کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ پہلے تو باوا صاحب نماز پڑھنے نواب صاحب کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور قاضی امام بنا۔ پھر باوا صاحب نماز کی نیت توڑ کر الگ کھڑے ہو گئے۔ تو قاضی اور نواب صاحب نے بعد میں دریافت کیا کہ آپ نے نیت نماز کیوں توڑی تو لکھا ہے کہ باوا صاحب نے یہ کہا کہ میں نماز کس کے پیچھے پڑھتا۔ قاضی صاحب کا دھیان تو گھر میں تھا کہ جو گھوڑی نے بچہ دیا ہے وہ کہیں صحن کے کوئیں میں نہ گر پڑے۔ یہ قصہ صرف حضرت باوا صاحب کے نماز پڑھنے کے واقعہ کو چھپانے کے لئے وضع کیا گیا ہے

مگر اس سے بھی ہمارے دوستوں کا مطلب سدھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان دوستوں کے کہنے کے مطابق بھی حضرت باوا صاحب کو نماز سے انکار نہ تھا۔ اگر انکار تھا تو ان لوگوں کے ساتھ جو نماز کے وقت عدم حضور تھے اور جن کا خیال خدا کی ذات میں نہ تھا +

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت باوا صاحب نماز کے دل وجان سے گرویدہ تھے اور چاہتے تھے کہ نماز میں سوائے خدا کی ذات کے اور کسی طرف خیال نہ ہونا چاہیئے۔ نماز میں حضوری قلب کا ہونا ضروری ہے اور حضرت باوا صاحب نے نماز کی تعریف میں بہت سے شلوک اور اقوال تحریر فرمائے ہیں۔ مثلاً تاریخ گورو خالصہ حصہ اوّل ص۵۵ پر یہ باوا صاحب کا شلوک درج ہے +

جمع کر نا مدی پنج نماز گذار
باجھوں نام خدائیدے ہوسیں بہت خوار

یعنی خدا کے نام کا توشہ جمع کر۔ پانچوں وقت کی باقاعدہ نمازوں کی ادائیگی سے بدوں اس کے خواری ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضرت باوا صاحب کے دل میں نمازوں کی کیسی قدر و عظمت تھی +

جیسی روزہ کی پابندی اسلام میں پائی جاتی ہے دیگر ادیان میں وہ باقاعدگی ہم نہیں پاتے۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ سکھ دھرم اس کے متعلق کیا کہتا ہے

محلہ پہلا وار آسا اونہیں دنیا توڑے بندن
ان پانی تھوڑا کھایا

مطلب۔ وہ دُنیا میں رہتے ہوئے بھی خدا کی جوار رحمت میں ہیں جو روزوں کی پابندی کرتے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ امر ایک اور ایک دو کی طرح اظہر ہے۔ کہ حضرت باوا صاحب کے نزدیک وہی لوگ خداوند تعالیٰ کے افضال اور نعمتیں اور برکتوں کے وارث ہیں جو ایک کی پوجا کرتے نماز میں

پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں۔ تو پیارے دوستو اب ہم اگر ایسے شخص کو مسلمان نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ خدا ہمارے سکھ دوستوں کی رہنمائی فرمائے کہ وہ بھی حضرت باوا صاحب کے نقشِ قدم پر چلیں۔ آمین +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر حضرت باوا صاحب کی عقیدت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تمام دُنیا خداوند تعالےٰ سے بیگانہ اور فسق و فجور میں مبتلا تھی۔ اگر ہندوستان میں بتوں کی پوجا کی جاتی اور وام مارگ مت کے ذریعہ علانیہ فسق و فجور اور بدکاری کا بازار گرم تھا تو عرب کی حالت اس سے بھی زیادہ قابلِ رحم تھی وہاں علاوہ بُتوں کی پوجا کے وہی آدمی قوم میں بارسوخ اور رئیس شمار کیا جاتا تھا جو پانی کی طرح شراب پیتا ہو اور حیوانوں کی طرح زنا کرتا ہو اور وحشی درندوں کی طرح ظالم و سفاک ہو۔ غرضکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر نور سے قبل کُل دُنیا ظلم و فسق اور بدکاری کا اکھاڑہ بنی ہوئی تھی۔ حضور مقبولؐ فداہ روحی کی قوت جاذبہ مقناطیسی اثر پاک و اطہر نمونہ نے دُنیا کو فسق و فجور ظلم و جور۔ بدکاری و گند وغیرہ کے تحت الثریٰ سے نکالکر پاکیزگی اور طہارت کی اٹاری پر لا کھڑا کیا۔ جہاں پہلے پانچ وقت شراب کے دَور چلتے تھے وہاں اللہ اکبر کے نعرہ سے بر و بحر گونج اُٹھا۔ بیشک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قدسیت کا یہ ادنےٰ سا کرشمہ تھا۔ ہندوں اور سکھوں کے واجب الاحترام گورو باوا نانک صاحب نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کا مطالعہ کیا تو آپ دل و جان سے فدا ہو گئے۔ چنانچہ آپ گرنتھ صاحب آد چھوٹا سائز صفحہ ۱۳۰ میں فرماتے ہیں :۔

پیر پیغمبر سالک سہدے اور شہید
شیخ مشایخ قاضی ملاں درویش رسید
برکت تنکی اگلے جو پڑھنے رہن درود

مطلب۔ حضرت باوا نانک صاحب فرماتے ہیں کہ جس قدر پیر۔ پیغمبر۔ سالک اور شہداء اور شیخ و مشائخ اور قاضی و ملاں و درویش وغیرہ ہوئے ہیں بیشک اللہ تعالےٰ کے حضور وہی بابرکت ہیں جو درود شریف یعنی اللھم صل علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلِ محمدٍ کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انّک حمیدٌ مجید کا ورد کرتے رہتے ہیں۔ اب خدارا غور کرو۔ اس طرح درود کی تاکید کرنیوالے اور درود شریف کو اللہ تعالیٰ کی برکات و انوار کا جاذب کہنے والے کے متعلق ہم ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال کر سکتے ہیں کہ وہ نعوذ باللہ مسلمان نہ تھے۔ ان کھلی کھلی شہادتوں سے انکار کرنا قطعی مشکل ہے۔ خدارا غور کرو۔ نماز۔ روزہ۔ قرآن مجید اور درود شریف سے ایسی خالص اور بے لاگ محبت رکھنے والے اور درود شریف کو تمام برکات و انوار کا جاذب کہنے والے کے لئے کبھی ایک طرفۃ العین کے لئے بھی یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ اسلام سے تعلق نہ رکھتا تھا ہرگز ہرگز نہیں۔ پھر اسی پر بس نہیں ہے آگے چلکر گرنتھ صاحب کا ایک ایسا زبردست شلوک ہے جو نہایت آسانی سے ان تمام شک و شبہات کو دور کر دیتا ہے اور حضرت باوا صاحب کا اسلام نہایت ہی صفائی اور عمدگی سے ایک حق کے دلدادہ کے سامنے پیش کرتا ہے چنانچہ گرنتھ صاحب صفحہ ۹۷۴ میں یہ لکھا ہے:۔

اٹھے پہر بوندے رہن کماون سندڑے سول
دوزخ پوندے کیوں رہن جاں چیت نہ آوے رسول

مطلب وہی لوگ ہر وقت دکھوں میں مبتلا اور سرگردان رہتے ہیں اور حد سے زیادہ تکالیف اٹھاتے ہیں اور وہی لوگ اپنے آپ کو دوزخ کے سپرد کرتے ہیں

جو "رسولؐ" کو یاد نہیں کرتے۔ اب دیکھو یہ کیسی واضح اور کھُلی کھُلی شہادت ہے اب ہم نہیں سمجھتے کہ اس شہادت سے بڑھ کر اور کونسی شہادت ہوسکتی ہے کیا حضرت باوا صاحب نے کہیں یہ بھی شلوک کہا ہے کہ وہ لوگ تکالیف اور مصائب میں سرگردان رہتے ہیں جو برہما اور شوجی وغیرہ کو یاد نہیں کرتے جاؤ تمام گرنتھ اور جنم ساکھی ٹٹولو۔ اوراق گردانی کرو۔ آپ ہرگز ہرگز کوئی ایسا شلوک نہیں پاؤ گے۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں۔ آگے اور ملاحظہ فرمائیے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی فیض اور صفائی قلب کے متعلق حضرت باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۳۰ میں لکھتے ہیں:۔

"تاں پھر پیغمبر نوں جبرائیل لے گیا اور اُنہاں پڑدے وچہ پیغمبر نال خداوند تعالےٰ سے گلاں ہویاں۔ اور پڑدے وچہ خدا دی شبیہہ وسدی سی۔ تاں آواز ہوئی۔ اے پیغمبر میری تیری شبیہہ نہیں توں میری شبیہہ ہیں۔ تاں تے اپنے روپ دی صورت سب جگہ ہے مگر صاف شیشے وچ نظر آوندی ہے۔ اسی طرح میں سب جگہ ہاں اور تیرا آئینہ صاف ہے اور تیرے وچ میری شبیہہ نظر آوندی ہے" ۔

خیال فرمائیے اس جگہ حضرت باوا نانک صاحب نے کس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قدسیت اور طہارت اور صفائی کو آشکارا کیا ہے عبارت بالکل صاف ہے جس کا لفظی ترجمہ بدوں کسی کھینچ تان کے یہ ہے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل لے گیا۔ پردہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خداوند تعالیٰ سے کلام ہوُا۔ اور پردہ میں خداوند تعالیٰ کی صورت نظر آرہی تھی تو پھر آواز ہوئی پیغمبر میں تیری صورت نہیں بلکہ تو میری صورت ہے۔ یعنی تو میری محبت کے رنگ میں اس طرح رنگین ہے جس طرح آگ اور لوہا ایک ہو جاتا ہے اگرچہ میری صورت تو سب جگہ ہے۔ مگر آپ کا قلب بالکل صاف وشفاف

اور مطہر ہے۔ اس لئے میری صورت آپ کے مصفا اور شفاف آئینہ سے ہی صاف اور عمدہ نظر آتی ہے +

جائے غور ہے باوا صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی) کی صورت خدا کی صورت۔ گویا اس کو ماننا خدا کو ماننا ہے اس کے درشن خدا کے درشن اگرچہ اللہ تعالےٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ صاف و شفاف اور مطہر ہے اس لئے اس میں خداوند تعالےٰ کی صورت صاف دکھائی دے رہی ہے اور جو شخص خدا کے درشن کرنا چاہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صاف و شفاف آئینہ ہی سے خدا کے درشن کرسکتا ہے +

اب حضرت باوا صاحب کا ارشاد صاف ہے کہ اس وقت اگر کوئی شخص اللہ تعالےٰ کو حاصل کرنا چاہے خدا کی معرفت سے فیضیاب ہونا چاہے تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلے اور کوئی راستہ اس وقت خدا تک پہنچنے کا نہیں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آئینہ دل اس قدر صاف اور شفاف ہے کہ اسی کے ذریعہ ہی خدا کی زیارت ہوسکتی ہے اور سب شیشے بے نور اور دھندلے ہو چکے ہیں۔ اب اس جگہ حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ صرف دین اسلام پر چلکر ہی نجات ابدی اور بہشت بریں اور خدا کی رضاجوئی حاصل ہوسکتی ہے ورنہ اور سب راہیں بند ہیں +

ہم اس امر کو نہایت عمدگی سے آشکارا کرچکے ہیں کہ حضرت باوا نانک صاحب کے دل میں اسلام کی کیسی عزت تھی اور آپ کس طرح اسلام پر گرویدہ ہوئے ہوئے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کا دل کس طرح عزت و عظمت سے بھرپور تھا۔ اب اور ملاحظہ فرمائیے۔

ہندؤں کے نزدیک تمام دیوتاؤں سے بڑا دیوتا برہما ہے۔ ہندؤں کا عقیدہ ہے کہ اس وقت زمین پر کچھ نہ تھا۔ مگر برہما تمام دُنیا سے پہلے برہما پیدا ہوُا۔ چاروں ویدوں کا گیان سب سے پہلے برہما پر اُترا۔ تمام پران اور شاستر اس امر پر متفق ہیں کہ سرشٹی میں سب سے اوّل برہما کا ظہور ہوُا۔ برہما تمام دیوتاؤں کا مہا دیوتا۔ تمام رشیوں کا مہارشی۔ تمام سوامیوں کا مہا سوامی تمام گیانیوں کا مہا گیانی تھا۔ اس کے چار مُنہ تھے۔ ایک سے رگ۔ دوسرے سے یجر تیسرے سے سام۔ چوتھے سے اتھروید کا ظہور ہوُا۔ اور اسی نے رشیوں کو ویدوں کا گیان دیا۔ گویا ہندؤں کے نزدیک مخلوقات میں سب سے بلند درجہ برہما کا ہے اور اس کے بعد وشن اور مہیش ہندؤں کے بڑے دیوتا مانے جاتے ہیں۔ ویسے تو ہندؤں کے ۳۳ کروڑ دیوتا ہیں۔ مگر ان میں سب سے بڑا برہما اور اس کے بعد وشن اور مہیش کا درجہ ہے مگر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ برہما اور وشن اور مہیش ان تین اکابر دیوتاؤں کی سب خوبیاں جو ان میں الگ الگ تھیں وہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فداہ روحی میں ایک جگہ جمع تھیں۔ چنانچہ جنم ساکھی بھائی بالا کلاں صفحہ ۲۰۶ سطر ۳ میں لکھا ہے:۔

اول خود خدا سی قدرت نور کہائے
برہما۔ وشن مہیش تین پھر قدرت لئے بنائے
راجس۔ سماسک تامسی ایہا گن ات کیں
تینوں بل غلیظ ہوئے تانتے بھی زمین
اوّل آدم مہیش ہوئے دوجا برہما ہوئے
تیجا آدم مہادیو محمدؐ کہے سب کوئے

اس جگہ باوا صاحب فرماتے ہیں کہ برہما۔ وشن۔ مہیش اور مہادیو جو ہندو

صاحبان کے نہایت مہاگرو اور نہایت عظیم الشان دیوتا ہو گذرے ہیں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ان تمام مہاپرشوں مہاتماؤں مہاگیانیوں کے صفات جمع تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع صفات کاملہ تھے ؛

اس سے آپ اندازہ کریں کہ حضرت باوا صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی پر کیسا زبردست ایمان تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نہ صرف بنی اسرائیل کے انبیاء کی کل صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع تھیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کل دُنیا کے مہاپرشوں مہارشیوں اور مہاگیانیوں کے صفات اپنے اندر لئے ہوئے تھے ؎

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند۔ تو تنہا داری

شری گرنتھ صاحب اور جنم ساکھی میں حضرت باوا نانک صاحب فرماتے ہیں:-

"دوزخ پوندے کیوں رہن جاں چیتہ نہ رسول"

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ دوزخ میں کیوں ڈالے جاتے ہیں اسلئے کہ وہ رسول مقبول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم سے روگردان ہو گئے۔ اب غور کرو کہ اس جگہ حضرت باوا نانک صاحب نے کس طرح صاف صاف اور واضح کر کے فرمادیا کہ دوزخی انسان کس طرح بنتا ہے کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی صاف اور واضح شہادت ہو سکتی ہے۔ خدا کرے میرے سکھ دوست گرنتھ صاحب و جنم ساکھی کے ان قابل قدر اقوال کو میری طرح سر آنکھوں پر رکھنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ آمین ؛

حج کعبہ اور باوا نانک صاحب

صاحب توفیق دیندار۔ اور خدا کے مومن بندوں کے لئے حج کعبہ فرض ہے۔ حضرت باوا صاحب جس زمانہ میں پیدا ہوئے ان دنوں باربرداری اور سفر کے لئے یہ سہولتیں نہ تھیں جو ہمارے زمانہ میں ہیں ان دنوں تو جب کوئی دو تین سو کوس کے سفر کے عزم پر روانہ ہوتا تھا تو رشتہ دار اسی وقت رو پیٹ لیا کرتے تھے کہ خدا جانے اب یہ زندہ سلامت واپس بھی آئیگا یا نہیں مگر باوا صاحب ایسے پر آشوب زمانہ میں بصد شوق حج کعبہ سے مشرف ہوئے اور خدا کے اذن اور حکم سے حج کعبہ سے فیضیاب ہوئے۔ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۳۶ پر حضرت باوا صاحب کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔ "اے نانک حضرت مکہ مدینہ کا حج کر" اب اس حکم کو پاکر حضرت باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان تمام مشکلات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عازم حج ہوتے ہیں اور بڑے خلوص نیت اور صدق قلب سے حج کعبہ کو جاتے ہیں اس امر واقعہ سے کون انکار کرسکتا ہے۔ پیار ور اسنی کبھی چھپائے نہیں چھپتی اگر باوا صاحب ہندو مذہب سے لگاؤ رکھتے تو آپ بجائے حج کعبہ کے ہردوار اور کاشی کی یاترا سے مستفیض ہوتے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت باوا صاحب کے عہد میں راستے کس قدر کٹھن اور دشوار تھے۔ ایسی نازک حالت میں بال بچہ کے پیار اور محبت رشتہ داروں کے تعلقات کی پرواہ نہ کرکے مکہ شریف میں جانا۔ اور تقریباً ایک سال تک وہاں اقامت پذیر رہنا یہ امر بدوں محبت اور اخلاص کے کیسے ہوسکتا ہے؟ پھر جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۰۷ سطر ۲۵ اور وار ان بھائی گورداس جی میں لکھا ہے:۔

پھر نیلا جبا پہن کر بیٹھا تکے آن
اکو اک خدا ہے آکھے موہوں کلام
نیلا باناں پہنکر دھریا مصلے سبس
عصا کوزہ پاس رکھ پوری کی حدیث

ترجمہ۔ باواصاحب نیلے کپڑے پہنکر مکہ شریف میں وارد ہوئے وَحدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ کی آواز باواصاحب کے مُنہ سے آرہی تھی نیلے کپڑے پہنکر ادائے نماز کے لئے باواصاحب نے سجدہ کے واسطے مصلّی پر اپنا سر رکھا عصا اور وضو کے لئے کوزہ پاس رکھتے ہوئے حدیث کو پورا کیا" اب اس سے بڑھ کر باواصاحب کے اسلام کی گواہی اور کیا ہوسکتی ہے ہم نے گرنتھ سے واران بھائی گورداس سے باواصاحب کے عقیدہ کے متعلق ایک محققانہ رنگ میں چھان بین کی۔ آخر از روئے مسلمات اس نتیجہ پر پہنچے کہ حضرت باواصاحب ہندوازم سے کنارہ کش اور اسلام سے وابستہ ہیں ہم گرنتھ جنم ساکھی واران بھائی گورداس جی کے مسلمہ حوالجات سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں ہم ہی کیا بلکہ ہر ایک محقق انسان جو خالی الذہن ہوکر حضرت باواصاحب کے عقیدہ کے متعلق گرنتھ اور جنم ساکھی وغیرہ سے چھان بین کرے گا وہ ضرور اسی نتیجہ پر پہنچے گا بفضل ایزدی حوالجات سکھوں کی معتبر کتب سے ہیں۔ کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی انکار نہیں کرسکتا کہ یہ حوالہ جات جعلی دیئے گئے ہیں۔ ہم چیلنج دیتے ہیں کہ اگر کوئی دوست ان حوالہ جات میں سے ایک حوالہ بھی جعلی پاوے تو وہ اعلان کردے کہ "ایڈیٹر نور" نے فلاں فلاں حوالہ غلط دیا ہے ایسی حالت میں نہ صرف یہی کہ آیندہ کے لئے وہ حوالہ ترک کردینگے بلکہ ہم ایسی غلطی نکالنے والے کو انعام بھی دینے کے لئے تیار ہیں۔ واران بھائی گورداس جی سکھوں میں ایک نہایت ہی معتبر کتاب ہے۔ اور اس پستک کی سکھوں میں اس قدر عظمت اور قدر ہے

کر سکھ اسے شری گرنتھ صاحب کی چابی کہتے ہیں۔ دیکھیئے اس میں بھی بھائی گورداس جی باوا صاحب کے اسلام پر اپنی مہر لگاتے ہیں۔ غرضکہ ہم کہاں تک گنتے چلے جاویں سکھوں کی اپنی مقدسہ کتب سے بڑھ کر سکھ صاحبان کے لئے باوا صاحب کے اسلام پر اور کونسا معتبر گواہ ہو سکتا ہے۔ واراں بھائی گورداس جی ایک نہایت ہی معتبر کتاب مانی جاتی ہے جسے سکھ صاحبان شری گرنتھ صاحب کی کلید کہتے ہیں اس نہایت ہی معتبر کتاب کے صفحہ ۱۳ کی سطر ۲ میں یہ عبارت لکھی ہے۔

بابا پھر مکّے گیا نیلے بستر دھارے بن والی
عصاء ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلےٰ دھاری
بیٹھا جائے مسیت وچ جتھے حاجی حج گذاری

ترجمہ۔ سکھوں کی نہایت ہی معتبر کتاب واراں بھائی گورداس جی کے واجب الاحترام مصنف بھائی گورداس جی لکھتے ہیں "کہ حضرت باوا نانک صاحب حج کعبہ کے لئے روانہ ہوئے نیلے کپڑے پہنے ہوئے۔ عصاء ہاتھ میں۔ قرآن کریم بغل میں۔ کوزہ اور مصلےٰ لئے ہوئے اور مکّہ شریف میں اس مسجد میں جا کر بیٹھے جہاں حاجی لوگ حج کے لئے جمع تھے۔" اب صاف ظاہر ہے کہ نیلے کپڑے پہننا مسلمان صوفیاء کا وطیرہ ہے۔ عصاء۔ قرآن کریم۔ کوزہ برائے وضو۔ مصلیٰ برائے ادائیگی نماز اور آذان دُنیا نیک بخت مسلمانوں کا شعار ہے۔ پھر سکھوں کی نہایت ہی معتبر کتاب تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی جو حال ہی کی تصنیف ہے اور سکھوں کے ہاں نہایت ہی معتبر کتاب شمار کی جاتی ہے) کے حصہ اوّل صفحہ ۲۶۲ سطر ۳ میں لکھا ہے:۔

"بابا جی جدّے جا اُترے ایتھے مائی حوّا دی قبر توں پُورب دے رُخ دریا دے کنارے بابے دا مکان ہے اس نوں نانک قلندر یا ولی ہند دا دائرہ آکھدے ہین۔ عرب وچ باوا جی۔ عصاء۔ استاوہ (کوزہ) مصلیٰ (جائے نماز)

کتاب (قرآن کریم) نیلے رنگ کے بستر دلق وی ٹوپی (پشمینے کی ٹوپی جو اکثر صوفی لوگ پہنتے ہیں) رکھدے سن تے اپنے سانھیاں پاسوں بھی رکھاندے سن"۔

یہ کوئی دقیق عبارت نہیں ہے جسے ہر ایک نہ سمجھ سکے۔ صاف اور واضح پنجابی ہے جسے بچہ بچہ بھی نہایت عمدگی سے سمجھ سکتا ہے۔ خالصہ تواریخ کا مصنف بھائی گیان سنگھ جی گیانی اپنی مسلمہ کتاب کے معتبر حوالجات کی بنا پر لکھتا ہے کہ باوا صاحب عرب میں استاوہ یعنی وضو کرنے کے لئے کوزہ۔ مصلیٰ جائے نماز کتاب (قرآن کریم) نیلے رنگ کے کپڑے۔ اور دلق کی ٹوپی جو مسلمان صوفیاء کا لباس ہے) کو رکھتے اور پہنتے تھے۔ نہ صرف خود ہی قرآن کریم اور مصلیٰ رکھتے تھے بلکہ اپنے ہمراہیوں سے بھی رکھواتے تھے۔ آخر ہمارے دوست کہانتک حضرت باوا صاحب کے اسلام سے انکار کرتے جائینگے۔ حضرت باوا صاحب کا اسلام اظہر من الشمس ہے۔ پھر آگے جاکر خالصہ تواریخ مؤلفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی حصہ اوّل صفحہ ۲۶۴ سطر ۱۸ پر باوا صاحب کا یہ قول درج ہے:۔

"بابے جی نے اپنے سانھیاں نوں آکھیا تُسیں سچے حاجی نہیں اس راستے وچہ مہر اور محبت اور خیرات کردے جائیے تاں فیض پائیدا ہے۔ جے حجت بازی اور مسخری کردے جائیے تاں حاجی نہیں ہوندا"۔

حضرت باوا صاحب اپنے ہمسفر حاجیوں کو یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ تم لوگ سچے حاجی نہیں ہو۔ جو سچے حاجی ہوتے ہیں وہ کعبہ شریف کو جاتے ہوئے راستہ میں مہر۔ محبت اور خیرات کرتے جاتے ہیں۔ اس نیت سے کہ اللہ تعالےٰ ان کا حج قبول فرمائے۔ اور اگر کوئی عازم حج راستہ میں باہمی تمسخر۔ ہنسی اور ٹھٹھا وغیرہ کرے تو اس کے حج کا ثواب زائل ہو جاتا ہے"۔ سبحان اللہ۔ حضرت باوا صاحب کے دل میں اسلام کی تعلیم کس طرح گھر کر چکی تھی اور کس طرح انکے روم روم میں اسلام کی اکمل اور اظہر تعلیم کا اثر ہو چکا تھا۔ اب فرمائیے کہ جو شخص

حج کو جاتا ہوا نیلے کپڑے پہنے دلق کی ٹوپی رکھے۔ ہاتھ میں کوزہ اور مصلےٰ بغل میں قرآن کریم۔ اور اپنے ساتھیوں کو یہ نصیحت کرتا جائے کہ اس راستہ میں تھہر محبت اور خیرات کرتے جاؤ۔ تاکہ مولیٰ کریم تمہارا حج قبول فرمائے اور اگر تم باہم تمسخر وغیرہ کروگے تو تمہارا حج زائل ہو جائے گا۔ کیونکہ اس راستہ میں تو تضرع عاجزی۔ توبہ۔ اور خشیتہ اللہ چاہیئے۔ تاکہ مولیٰ کریم کے حضور ہمارا حج مقبول ہو۔ اب ہمارے سکھ بھائی ہی فرماویں کہ ہم شری گورو نانک دیو جی کو مسلمان نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ کیا کبھی ہردوار کی یاترا جگن ناتھ کے درشنوں کے لئے بھی حضرت باوا صاحب کے دل میں ایسی لگن اور اخلاص پیدا ہوا۔ حاشا وکلا۔ پھر آپ ہی فرماویں کہ ہم ایسے خدا کے پیارے کو خدا کا پیارا اور مومن نہ کہیں تو اور کیا کہیں +

قیامت پر ایمان اور حضرت باوا نانک صاحب

قیامت پر ایمان لانا یہ مسلمان کا عقیدہ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاخر والملئکة والکتب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوة واتی الزکوة (البقرہ رکوع ۲۲) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ بھلائی اُسی کے لئے ہے جو ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور دن قیامت کے۔ اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں کے اور مال کو خدا کی محبت میں خرچ کیا۔ قریبیوں یتیموں۔ فقیروں۔ مسافروں اور سوال کرنے والوں اور غلاموں کے آزاد کرنے پر۔ قائم کیا نماز کو۔ اور دیا زکوٰة

کو۔ اب اس جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہی فلاح پائے گا جو قیامت پر ایمان لایا۔ درحقیقت قیامت پر ایمان لانا تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ آریہ وغیرہ قیامت کے قائل نہیں ہیں۔ اب دیکھیں کہ حضرت باوا صاحب عقیدہ قیامت کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ باوا صاحب قیامت پر ایک راسخ الاعتقاد مومن کی طرح ایمان لاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو جنم ساکھی کلاں صفحہ ۱۵۴ سطر ۲ سے:۔

دُنیا اندر آئیکے عمر گوائی یار
کوڑی مجلس بہ کے کینی سوگوراویار
بہن چلایا عزرائیل ساتھی سنگ نہ کوئی
لے سزائیں انگلیاں کسے سنائے روئے
ملن سزائیں بھنیاں ملک الموت حضور
لیکھا منگن چتر گپت جو چھپ کماوے دھوڑ
تاساں لوٹن مکر کے توبہ کرن پُکار
دیون کن گواہیاں اندہا رُوح پُکار
آلت جیبا نکرے چکھ چکھ ساد پُکار
ہتھاں پیراں چاکری حکم کماون کار
پنج حواس انجمنیں سنگ توبہ کرن پُکار

اس جگہ باوا صاحب نے قیامت کا نقشہ دکھلایا ہے کہ جب عزرائیل انسان کی جان نکالے گا۔ تو پھر اُسے اپنے کئے کی سزا ملے گی۔ وہ پکاریگا کوئی انسان اس کی فریاد نہیں سُنے گا۔ قیامت کو جب خدا حساب و کتاب طلب کرے گا۔ وہاں انکار کی کوئی گنجایش نہ ہوگی۔ انگلیاں۔ کان۔ زبان ہاتھ پاؤں۔ غرضیکہ ہر ایک عضو اپنے کئے ہوئے گناہوں کی گواہی دے گا تب انسان توبہ کرے گا۔ مگر اس وقت کی توبہ سے کیا فائدہ۔

جائے غور ہے کہ یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن انسان کا عضو عضو اپنے کئے کی گواہی دے گا۔ ایک تناسخ کے ماننے والا ایک منٹ کے لئے بھی اس عقیدہ کو نہیں مانے گا۔ وہ اس تشخص کے ساتھ سزا ملنے کا قائل نہیں بلکہ وہ تو جونوں کا عقیدت مند ہے۔ اب اس سے ہی اندازہ لگا لو کہ حضرت باوا صاحب کا عقیدہ کیا تھا۔ اور اس جگہ حضرت باوا صاحب تناسخ کی کس طرح تردید فرماتے ہیں۔ تناسخ کو ماننے والا ایک طرفۃ العین کے لئے بھی قیامت کا خیال اپنے دل میں نہیں لا سکتا۔ کیونکہ قیامت اور تناسخ دو ضدین ہیں۔ قیامت پر ایمان لانے کے متعلق جس قدر تاکید اکید قرآن شریف میں پائی جاتی ہے۔ شائد ہی کسی دوسری مذہبی کتاب میں اس کی نظیر ملتی ہو۔ باوا صاحب مسلمانوں کے اس ضروری اور لازمی عقیدہ قیامت کے متعلق جنم ساکھی کلاں صفحہ ۱۵۲ سطر ۲۳ پر لکھتے ہیں :-

چھڈو سبھے نعامتاں قیامت نوں کر یاد
جُتّا اُوڈسی روں جیوں جے بلیا کھٹے سواد
کھادا پیتا نکل جیوں تل گھانی تیل
رس کس کھاوے بھوگنے سنگ کسینگے میل
اوڈن بہائے کوئی ناں جیوندیاں مار بار
دُنیا کھوٹی راسڑی متوں چیت وسار
سکھاں توں ڈھونڈیاں دُکھڑے ہڈ پئے
دو کے دکھ وہاندیاں سُکھڑے نس گئے

مطلب۔ حضرت باوا نانک صاحب فرماتے ہیں۔ تمام دُنیا کی خواہشات اور نعمتیں جو دنیا کی طرف انسان کو مائل کرتی ہیں کو ترک کر کے قیامت کو یاد کرو آہ! وہ قیامت کا وقت جو نہایت نازک وقت ہے۔ قیامت کو ہر وقت یاد

رکھو تو تمہارا دل کبھی بدی کی طرف نہیں جائے گا۔ قیامت کے دن گنہگاروں کے جسم کی بوٹیاں اس طرح اُڑیں گی جس طرح دھنا روئی کو دھنتا ہے گنہگاروں کا کمایا ہوا مال اور ان کا کھایا ہوا اناج اس طرح ان کے جسم سے نکلے گا جس طرح کولھو کے ذریعہ تلوں کا تیل نکالا جاتا ہے اور جو جو کھانے حرام کے ذریعہ سے حاصل کئے وہ کل کے کل اس کے لئے دُکھوں کا ذریعہ ہونگے۔ آہ! آرام کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے دُکھ اُن کے پیچھے پڑ گیا۔ اور دُکھوں میں اس قدر ترقی ہوئی کہ سکھ اور آرام جاتا رہا۔ حقیقی سُکھ تو مولیٰ کریم کے بتلائے ہوئے صراط مستقیم پر قدم زن ہونے سے ہی ملتا ہے۔ قیامت کو ہر وقت یاد رکھو تاکہ تم صراط مستقیم سے اِدھر اُدھر نہ سرکنے پاؤ۔

اس جگہ حضرت باوا صاحب نے قیامت پر ایمان لانے کی کیسی زبردست تاکید فرمائی ہے اور پھر قیامت کا کیسا دردانگیز نقشہ لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے کیا کوئی تناسخ کا قائل بھی قیامت کا قائل ہو سکتا ہے۔ حاشا و کلا۔ پس اسی سے سمجھ لو کہ حضرت باوا صاحب کا عقیدہ کیا تھا۔

پھر سری گرنتھ صاحب آدمیں ہے

لیکھا رب منگیسیا بیٹھا کڈھ وحی
طلباں پوسن آکیاں باقی جنہاں رہی

مطلب۔ قیامت کے روز خداوند تعالےٰ لوگوں کے اعمال کا محاسبہ کرے گا اور جن لوگوں نے خداوند تعالےٰ کے احکام سے روگردانی کی۔ انھیں ان کے بُرے اعمال کا خمیازہ اُٹھانا پڑے گا۔ ایک تناسخ کا عقیدت مند ہرگز یہ نہیں کہے گا کہ قیامت کے روز لوگوں کی جزا و سزا کا موازنہ ہوگا۔ کیونکہ تناسخ کے عقیدت مند کے نزدیک تو دورِ تناسخ میں ہی سب کا فیصلہ ہو

جائے گا۔ پھر عاقبت میں جزا و سزا کا محاسبہ اور موازنہ کیا؟ پھر اور ملاحظہ ہو۔ تاریخ گورو خالصہ حصہ اول صفحہ ۱۴۲

سوئی چند چڑھے سے تارے سوئی دنی ارتیت ہے
سادھرتی سو پون جھلارے جگ جیے کیھے تہا دیکسے
جیون طلب نواز ہوئے پرداناں کرہ وکاناں کل لکھن و چار
کتے دیس نہ آیا سُنیئے نیر تھ پاس نہ بیٹھا دات کرن سنتھا ہی
محل اوسارنہ بیٹھا جیکو ست کرے سو چھیجے تب گھرنپ نہ ہوئے
جیکوناؤں لیوے بدناویں کل کے لکھن اے ای

ترجمہ۔ چاند اور ستارے و زمین حتیٰ کہ کل عناصر سے آگ کے شعلے جاری ہو نگے زمین ہوا کے زبردست جھونکوں سے ڈگمگا جائے گی۔ اس وقت نفسا نفسی کا عالم ہو گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں وارد ہے۔ اذا زلزلت الارض زلزالھا واخرجت الارض اثقالھا وقال الانسان مالھا۔ ترجمہ۔ جب زمین اچھی طرح ہلائی جائے گی۔ اور اپنے بوجھ کو نکال دے گی۔ اور انسان کہے گا اس کو کیا ہو گیا + اب جائے غور ہے کہ اس جگہ باوا صاحب نے کس وضاحت سے قیامت پر ایمان ظاہر کیا ہے اور قیامت پر ایمان لانا یہ مسلمانوں کا ہی وطیرہ ہے +

عقیدہ ملائکہ اور حضرت باوا نانک صاحب

عقیدہ ملائکہ پر ایمان لانا بھی ہر ایک مسلمان کا فرض ہے جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے۔ البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتب والنبیین (بقرہ ع ۲۲) بھلائی اسی کے لئے ہے جو ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور دن پچھلے کے اور فرشتوں کے اور کتاب کے اور پیغمبروں کے۔ اب ہم دیکھتے ہیں

کہ باوا نانک صاحب ملائکہ کے عقیدہ کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ یعنی ایک راسخ الاعتقاد مسلمان کی طرح ملائکہ کے عقیدہ پر ایمان لاتے ہیں یا اسکے برخلاف راہ اختیار کرتے ہیں سو اس خیال کو لیکر جب ہم گرنتھ صاحب کی اوراق گردانی کرتے ہیں۔ تو ہم گرنتھ میں یہ پاتے ہیں۔ تلنگ محلہ ۵۔

جب عزرائیل بستنی تب چکائے بدے

مطلب۔ جب عزرائیل روح قبض کرے گا۔ تو اس وقت سوائے اعمال صالحہ کے اور کوئی چیز تمہارے کام نہیں آئے گی۔" پھر اسی پر ہی اکتفا نہیں۔ آگے فرشتوں پر ایمان لانے کی اور بھی مزید تاکید فرمائی ہے۔ تلنگ محلہ ۵۔

عزرائیل چار بندے جس تیرے آدہار

گناہ اس کے سگل عافو۔ تیرے جن دیکھے دیدار

مطلب۔ عزرائیل جو تیرے چار بندے ہیں۔ یعنی۔ عزرائیل۔ جبرائیل۔ اسرائیل میکائیل۔ ان چاروں کو وہی شناخت کرسکتا ہے۔ جس پر تیرا آدہار یعنی مہربانی ہو۔ اور ان لوگوں کے گناہ معاف ہیں۔ جو تیرے آیات کی شناخت کرسکتے ہوں۔ وہی آپ کے دیدار سے مستفیض ہوتے ہیں؟ اب اس جگہ کسی حاشیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ خداوند تعالےٰ کے دیدار کے لئے ملائکہ کا گیان ہونا ضروری ہے۔ اب باوا صاحب مذکورہ بالا شلوک میں صاف صاف فرماتے ہیں کہ وہی لوگ ملائکہ کو دیکھ سکتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہو بدوں اُس کے فضل کے فرشتوں کی شناخت مشکل ہے اب دیکھ لو کہ باوا صاحب نے صاف طور پر فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا تسلیم کیا ہے۔ اب خدارا غور کیجئے کہ وہ خدا کا پیارا بندہ جو کلمہ طیبہ پر ایمان لاتا ہے اور صاف صاف کہتا ہے کہ :۔

پاک پڑھیو کلمہ رب دا محمدؐ نال ملائے
ہو یا معشوق خدا ئیدا ہو یا تل الیہ (جنم ساکھی کلاں ص۱۴۱)

یعنی کلمہ طیبہ کا ورد کرو۔ وہ کلمہ طیبہ جس کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آتا ہے یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

عقیدہ نماز کے متعلق جو خدا کا پیارا یہ کہتا ہو:۔

لام لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کرین
تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گوین (جنم ساکھی ص۴۲)

مطلب۔ ان لوگوں پر لعنت ہے جو نماز کو ترک کرتے ہیں جو کچھ تھوڑا بہت کمایا۔گویا اس کو بھی ہاتھوں ہاتھ ضائع کر رہے ہیں۔اور باوا صاحب کے حج ادا کرنے کے متعلق جن کی کتب مقدسہ یہ کہتی ہوں:۔

بابا پھر مکے گیا نیلے بستر دھارے بن والی
عصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلے دھاری
بیٹھا جائے مسیت وچ جتھے حاجی حج گذاری (واران بھائی گورداس ص۱۳) +

یعنی باوا نانک حج کعبہ کے لئے گئے نیلے کپڑے یعنی صوفیانہ لباس پہنکر ولی بنکر عصا ہاتھ میں۔قرآن مجید بغل میں وضو کرنے کے لئے کوزہ ہاتھ میں اور نماز پڑھنے کے لئے مصلے بغل میں۔بتلاؤ جو شخص اس قدر شعائر اسلامی کا پابند ہو۔ہم اُسے مسلمان نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔جو پاک وجود گرنتھ ص۲۹۷ میں یہ کہے کہ

اٹھے پہر بھوندے رہن کھاون سنڈرے سول
دوزخ پوندے کیوں رہن جاں چت نہ آوے رسول

یعنی وہ لوگ صبح وشام سرگردان رہتے ہیں اور سخت سے سخت مصائب

اُٹھاتے اور دوزخ کا ایندھن بنتے ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ روحی پر ایمان نہیں لاتے۔ خدارا بتلاؤ۔ کہ اب ہم ایسے شخص کو مسلمان نہ کہیں تو اور کیا کہیں +

قرآن مجید اور حضرت باوا نانک صاحب

قرآن مجید پر ایمان لانا ہر ایک مسلمان کا فرض اولیٰ ہے۔ در حقیقت یہی ایک کتاب مقدس ہے۔ جس کے پڑھنے اور عمل کرنے سے حیوان سے انسان۔ اور انسان سے باخدا انسان بن جاتا ہے۔ یہ قرآن مجید کا ادنےٰ سا کرشمہ ہے کہ اُس نے عرب کے بدوؤں کو قطب اور غوث بنا دیا۔ یہ قرآن مجید کا معجزہ ہے کہ اس نے عربوں کو۔ جن کے اخلاق بدرجہ غایت رذیل اور بگڑ گئے تھے تہذیب میں تمام دُنیا کے اُستاد بنا دیا۔ قرآن مجید وہ پاک نسخہ ہے جس کو ہاتھ میں لیکر مسلم تحت الثریٰ سے پرواز کر کے معرفت کے مینار پر جا پہنچا۔ اب ایسی بے نظیر۔ مطہر اور پاکیزہ کتاب کے متعلق جو حسنات کا نہ صرف مجموعہ بلکہ مصدر ہے۔ باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی وضاحت اور صراحت کے ساتھ قرآن مجید یا بہ الفاظ دیگر دین اسلام کی حرمت کو کل ادیان سے فضیلت دی ہے اور حضرت باوا صاحب نے بغیر کسی لاگ لپیٹ کے نہایت ہی دھڑلے کے ساتھ کھلے بندوں اس امر کا اظہار کیا ہے اور کل سماوی کتب کے ساتھ مقابلہ کر کے اس امر کو کمال وضاحت اور صراحت سے آشکارا اور مبرہن کر دیا کہ فی زمانہ جسے ہندو لوگ اپنی اصطلاح میں کل یُگ کہتے ہیں اور مسلمان فیج اعوج کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس زمانہ میں جبکہ پاپوں کا زیادہ زور اور دُنیا کثرت سے گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہے ایسے دھندو کاره

کے زمانہ میں اگر کوئی کتاب لوگوں کو گناہوں اور عصیان کی دلدل سے نکالکر تقوئی طہارت کے باغیچہ میں لا سکتی ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے اگر ایسے نازک وقت میں کوئی عمل دُنیا کو ظلمت اور اندھیرے سے نکالکر روشنی کے مینار پر لا کھڑا کرے گا۔ تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے جیساکہ حضرت باوا صاحب نے گرنتھ ۸۳۶ پر فرمایا ہے:۔

پت دِن پوجا ست دِن سنجم جب دِن کا ہے جنیئو
ناوھو دھووٗ تلک چڑا ہو سچ دن سوچ نہوئی
کل پروان کتیب قرآن ۔ پوتھی پنڈت رہے پران

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ پوجا پاٹ بھی آجکل کام نہیں دے سکتا چھوت چھات کا مسئلہ بھی ناکارہ ثابت ہوا۔ جنیئو بھی کسی کام نہ آیا۔ اشنان کا کرنا اور ماتھے پر تلک قشقہ لگانے نے بھی کچھ کام نہ دیا۔ ہاں آج کل اس فیج اعوج کے زمانہ میں اگر کوئی کتاب کام آئی۔ تو وہ صرف قرآن مجید اور محض قرآن مجید ہی تھا۔ جس کے سامنے دیگر پوتھیوں (کتب) پنڈت اور پرانوں وغیرہ کی کچھ دال نہ گلی۔ اس جگہ دیکھو حضرت باوا صاحب نے کس طرح کھول کھول کر قرآن مجید کی فضیلت اور تقدیس بیان کی ہے۔ اب اس سے بڑھ کر بھلا اور کیا فوقیت کا اظہار ہوسکتا ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ دوسری جگہ جنم ساکھی کلاں ۱۴۷ میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں:۔

توریت ۔ زبور ۔ انجیل ۔ ترے پڑھ سُن ڈٹھے وید
رہی قرآن کتاب کل جُگ میں پروار

مطلب ۔ حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ توریت ۔ زبور ۔ انجیل اور وید ان ہر ۴ کتب کو خود بھی پڑھا ۔ اور دوسروں سے پڑھوا کر بھی سُنا ۔ اس زمانہ میں جبکہ دُنیا میں پاپوں اور گناہوں کی کثرت ہو رہی ہے اگر کوئی کتاب دُنیا

کو گناہوں سے بچا سکتی ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے۔ اب دیکھ لو کہ حضرت باوا صاحب نے کس طرح پکار پکار کر اس امر کا اعلان کر دیا ہے کہ اس زمانہ میں اگر کوئی کتاب دُنیا کو گناہوں سے بچا سکتی ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے اور کوئی کتاب ساتھ نہیں دے سکتی۔ اب ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھ کر کونسا ثبوت ہو سکتا ہے۔ ان دلائل بیّنہ کے سامنے ایک حق جو انسان کی رُوح فوراً پکار اُٹھے گی۔ کہ حضرت باوا نانک صاحب ایک راسخ الاعتقاد مومن تھے۔ غور کرو۔ خداوند تعالےٰ نے حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ کو کس طرح صاف کر دیا تھا۔ انھوں نے اپنی خداداد فراست سے یہ دیکھ لیا کہ توریت اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں۔ زبور۔ انجیل کا بھی تراجم در تراجم سے کچھ کا کچھ بن گیا۔ ویدوں کو کوئی پڑھ نہیں سکتا۔ اگر کوئی اکا دکا ویدوں کے پڑھنے والا مل بھی جاتا ہے تو وہ سوائے آگ۔ وایو۔ سورج اور چاند وغیرہ کی پرستش سے اور کچھ نہیں بتلا سکتا۔ صرف قرآن کریم ہی ہے جس کو آج بھی لوگ ویسی ہی آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ آج سے ۱۳ سو سال پہلے پڑھ سکتے تھے۔ جگہ بہ جگہ قرآن کریم کے حفاظ موجود۔ یہ فخر سوائے قرآن کریم کے اور کسی مذہبی کتاب کو حاصل نہیں ہے۔ قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کے لفظ لفظ سے توحید کی صدا بلند ہوتی ہے۔ اس لئے باوا صاحب فرماتے ہیں کہ آج کل کے پر آشوب زمانہ اور فیج اعوج میں اگر کوئی کتاب ہماری نجات کا ذریعہ ہو سکتی ہے تو وہ صرف قرآن کریم ہی ہے۔ پھر آگے چلکر جنم ساکھی بھائی بالا ۱۴۰ سطر ۱۲ میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں :-

کھاون قسم قرآن دی کارن دنی حرام
آتش اندر سٹریسن آکھے نبی کلام

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ ایسی بے نظیر کتاب جس کے حرف حرف

سے توحید کی صدا بلند ہو رہی ہے۔ جو اس پیاری کتاب کی جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔ بلاشبہ وہ دوزخ کا ایندھن ہیں ؛

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ یہ میں نہیں کہتا۔ بلکہ نبی کی کلام یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے بھی یہی ظاہر ہے۔ اللہ اللہ اس خدا کے پیارے کے دل میں اس پیارے کلام کی کیسی عزت تھی۔ اب فرمایئے دوستو ایسے شخص کو مسلمان کہیں یا ہندو! یا ان ہر دو سے الگ۔ انصاف آپ پر آپ ہی منصف بنکر اس کا جواب دیں۔ پھر آگے چلکر جنم ساکھی بھائی بالا صـ۲۲ میں حضرت باوا صاحب قرآن کریم کے متعلق فرماتے ہیں :۔

تیہے حرف قرآن دے تیہے سیپارے کین

تس وچ پند نصیحتاں سن سن کرو یقین

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ قرآن شریف کے تیس حروف اور تیس ہی پارے کئے گئے ہیں۔ اور اس اکمل اور اتم کتاب میں لا انتہا معرفت کے نکات بھرے پڑے ہیں۔ اے سننے والو تم نہ صرف سنو ہی بلکہ اس پر ایمان لاؤ۔" پیارے دوستو! اب آپ ہی انصاف سے جواب دو کہ ہم ایسے خدا کے پیارے کو جسے قرآن کریم کے ساتھ ایسی محبت اور نماز کے ساتھ ایسا لگاؤ۔ اور حج کعبہ شریف کا ایسا دلدادہ ہو کہ ایسے پُر آشوب وقت میں جبکہ راستے نہایت کٹھن اور دشوار تھے حج کعبہ کے لئے جائے۔ اور مکہ میں تقریباً ایک سال اقامت گزیں رہے ایسے خدا کے پیارے اور ولی اللہ کو ہم مسلمان نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ پھر اور ملاحظہ ہو۔ باوا نانک صاحب کا چولہ جو ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور میں ایک عظیم الشان دھرم شالہ سکھوں کا مقدس مقام میں رکھا ہوا ہے۔ اور سال بسال وہاں میلہ ہوتا ہے اور دُور دراز سے لوگ اس میلہ میں شریک ہوتے ہیں اور چولہ صاحب جو کم از کم تین صد روپالو

میں لپیٹا ہوا ہے اس کے سامنے عقیدتمند سکھ دو زانو ہو کر متھا ٹیکتے ہیں۔ اس چولہ صاحب پر قرآن مجید کی مقدس آیات لکھی ہوئی ہیں۔ اس چولہ کا مفصل حال اس طرح پر ہے

یہ چولہ یعنی وصیت نامہ ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور کی دھرم شالہ میں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھا ہوا ہے اور یہ چولہ کابلی مل کی اولاد جو باوا صاحب کی نسل میں سے تھا۔ ان کے قبضہ میں ہے۔ غرض یہ چولہ صاحب نہایت عزت سے رکھا ہوا ہے اس پر تین سو کے قریب یا کچھ زیادہ رومال لپٹے ہوئے ہیں اور بعض ان میں سے نہایت قیمتی اور نفیس ہیں۔ اور یہ ایک سوتی کپڑا ہے جو کہ بادامی رنگ اور کناروں پر کچھ کچھ سُرخ نما بھی ہے سکھوں کی جنم ساکھیوں کا یہ بیان ہے کہ اس میں تیس پارے قرآن شریف کے لکھے ہوئے ہیں۔ جو قرآن کریم میں ہیں اور سکھوں میں یہ ایک امر متفق علیہ واقعہ کی طرح مانا گیا ہے کہ یہ چولہ صاحب جس پر قرآن شریف لکھا ہوا ہے آسمان سے باوا صاحب کے لئے اُترا تھا اور قدرت کے ہاتھ سے سیا گیا۔ اور قدرت کے ہاتھ سے باوا صاحب کو پہنایا گیا۔ یہ اشارہ اس طرف بھی تھا کہ اس چولہ پر آسمانی کلام ہے جس سے باوا صاحب نے ہدایت پائی اور اس پر کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ چولہ پر لکھا ہوا ہے اور ایسی کئی اور قرآنی آیات ہیں اور باوا نانک صاحب کی اسلام کے لئے یہ ایک عظیم الشان گواہی ہے۔ درحقیقت یہ نہایت ہی مبارک کپڑا ہے جس میں بجائے زری کے کام کے آیاتِ قرآنی لکھی ہوئی ہیں اس پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہایت خوشخط قلم سے لکھا ہوا ہے اور پھر موٹی قلم سے بہت جلی اور خوشخط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ لکھا ہوا ہے اور پھر چولا پر موٹے حروف سے یہ لکھا ہوا ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ یعنی سچا دین اسلام ہی ہے اور کوئی نہیں اور پھر چولہ صاحب میں یہ بھی لکھا ہوا ہے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ

اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ غرضیکہ وہ چولہ صاحب تمام قرآنی آیات سے ہی بھرپور ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے نور سے منور ہو کر جگمگ جگمگ کر رہا ہے کسی جگہ سورۂ فاتحہ لکھی ہوئی ہے اور کسی جگہ سورۂ اخلاص اور کسی جگہ قرآن شریف کی یہ تعریف ہے۔ کہ قرآن خدا کا پاک کلام ہے اس کو ناپاک لوگ ہاتھ نہ لگاویں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اسلام کے لئے باوا صاحب کا سینہ کھول دیا تھا۔ اس لئے وہ اللہ اور رسولؐ کے عاشق زار ہو گئے تھے۔ غرض اس چولہ سے صاف نمایاں ہوتا ہے کہ باوا صاحب دین اسلام پر نہایت ہی فدا ہو گئے تھے اور وہ اس چولہ کو بطور وصیت چھوڑ گئے تھے تاکہ سب لوگ اور آنے والی نسلیں ان کی اندرونی حالت پر زندہ گواہ ہوں۔ تمام چولہ پر قرآن شریف اور کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت لکھا ہوا ہے اور بعض جگہ آیات کو صرف ہندسوں میں ہی ظاہر کیا گیا ہے ہر ایک جگہ قرآن شریف اور اسمائے الٰہی لکھے ہیں جسمیں باوا صاحب شہادت دیتے ہیں کہ بجز دین اسلام کے تمام دین ناکارہ اور بے فائدہ ہیں چولہ ڈیرہ بابا نانک میں موجود ہے جس کا دل چاہے وہاں جا کر دیکھ لے ہمیں حیرت ہے کہ باوجودیکہ چولہ ایسے شخصوں کے ہاتھ میں رہا۔ جن کو اللہ اور رسول پر ایمان نہ تھا۔ اور پھر ایسی سلطنت کا زمانہ اس پر آیا جس میں تعصب اس قدر بڑھ گئے تھے۔ کہ بانگ دینا ہی قتل عمد کے برابر سمجھا جاتا تھا جہاں کسی مسلمان نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ بس تمام ہندوؤں کی روٹیاں اور وہ بذات خود بانگے گئے چونکے اور چولہے بھرشٹ ہو گئے۔ مگر چولہ صاحب اس وقت بھی ضائع نہ ہوا۔ جب تمام سکھوں کی سلطنت بھی اس کے وقت میں ہی بنی اور نابود بھی ہو گئی مگر وہ چولہ اب تک موجود ہے۔ یہ صریح کرامت ہے۔ ان واقعات کو پیش نظر رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بیشک اسلام کا خدا حامی

ہے جو لوگ شیطان کے مطیع ہو کر دریدہ دہنی اور بے باکی سے اسلام کی توہین کرتے ہیں۔ وہ تو اپنا اعمال نامہ سیاہ کر رہے ہیں۔ سچ ہے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اگر خدا تعالیٰ کا ہاتھ اس چولہ پر نہ ہوتا تو وہ ان انقلابوں کے وقت کب کا نابود ہو گیا ہوتا۔ جنم ساکھی بھائی بالے والی جو انگد کی جنم ساکھی کر کے مشہور ہے کے صفحہ ۲۴۳ چولہ صاحب کے بارے میں اس طرح لکھا ہے جس کا لفظی ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"ایک زمانے میں مردانے نے گورو جی کے سامنے ادب سے عرض کی اے سچے پادشاہ عرب کا ملک کیسا ہے۔ سری گورو جی نے کہا مردانہ تو دیکھنا چاہتا ہے تو تجھے دکھلائینگے تب پھر گورو جی نے مجھے فرمایا۔ کیوں بھائی بالا کیا مرضی ہے۔ مینے عرض کی جو آپ کی ہو۔ تب سری نانک صاحب چلکر عرب ملک میں پہنچے۔ اور اس ملک کے بادشاہ کا نام لاجورد مشہور تھا اور بہت ظلم کرتا تھا۔ رعیت بڑی تنگ تھی۔ اور جو کوئی ہندوستان سے اس ملک میں جاتا۔ اسے قتل کر دیا کرتا تھا۔ اُس ملک میں دھوم مچ رہی تھی۔ جب تمام لوگ بہت تنگ ہوئے تو پرمیشور کے آگے عاجزی سے دعا کی تو ان کی عاجزی کی دعا بارگاہ میں قبول ہوئی۔ تب خدا کی بارگاہ سے بابا نانک جی کو آسمانی ندا ہوئی۔ اے نانک میں تجھ سے بہت خوش ہوں اور ایک خلعت تجھکو عطا ہوتا ہے تب گورو جی نے عرض کی۔ اے وحدہٗ لاشریک جو تیری رضا ہو تو سری گورو جی نے مراقب ہو کر خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا تب ایک خلعت مرحمت ہوا۔ اور اس پر قدرت کے حرف عربی۔ ترکی۔ فارسی ہندی۔ سنسکرت لکھے ہوئے پانچوں طرح کے موجود تھے۔ تب سری گورو جی وہ خلعت پہنکر اس شہر کے دروازے سے باہر جا بیٹھے۔ سات روز کے گزرنے کے بعد لوگوں نے کہا۔ بھائیو یہ کیسا درویش ہے جس کے خلعت

پر قدرتی قرآن کے تیس پارے لکھے ہوئے ہیں۔ جب ان کو غور سے دیکھا تو بادشاہ کو خبر دی کہ ہمارے شہر کے باہر ایک درویش ایسا بیٹھا ہے کہ جس کے گلے میں ایک خلعت ہے۔ اس خلعت پر تیس سپارے قرآن کے لکھے ہوئے ہیں۔ تب بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ اس درویش کے جسم سے وہ خلعت اُتار لا۔ تب وزیر نے جا کر کہا۔ اے درویش یہ خلعت آتار اور ہمیں دے کہ ہمارا بادشاہ طلب کرتا ہے۔ بادشاہ کی حکم عدولی نہیں چاہیئے ورنہ آپ کو سزا دے گا۔ تب یہ بات سُنکر سری بابے جی نے کہا کہ بھائیو اگر تم سے اُتر سکتا ہے تو اُتار لو۔ جب سری بابے جی نے یہ فرمایا تو جس قدر لوگ وزیر کے ساتھ تھے سب کے سب سری باباجی کیطرف دوڑے لیکن وہ قدرتی خلعت اور قدرتی کپڑا اور قدرتی پہنایا ہوُا اور وحدہٗ لاشریک کا عطیہ کس طرح وہ جھوٹے لوگوں سے اُتر سکتا تھا۔ بہت کچھ جتن کیا نہ کھینچنے سے اُترا نہ پھاڑنے سے پھٹ کر اُترا۔ تو سب لوگ حیران رہ گئے۔ بادشاہ کے پاس اطلاع دی گئی کہ اے بادشاہ اس فقیر کے گلے سے وہ خلعت نہیں اُترتا ہے۔ تب بادشاہ نے سُنکر سخت ناراض ہو کر کہا۔ کہ تم اس فقیر کو دریا میں ڈبو دو۔ جب یہ حکم وزیر کے پاس آیا تب وزیر نے لوگوں سے کہا کہ اس فقیر کو دریا میں غرق کر دو۔ تب ان لوگوں نے سری گورونانک جی کو دریا میں دھکیل دیا اور سب لوگ تماشا دیکھ رہے تھے۔ تو سری بابے جی کے گلے کا خلعت بھیگا بھی نہ تھا۔ اور ان کو پانی کا اثر بھی نہ پہنچا۔ پانی کے موکل یعنے فرشتہ نے دونوں ہاتھوں پر تھام لیا۔ اور سری گورو جی کے قدم چوم کر صحیح سلامت کنارے پر بٹھا دیا۔ تب وہ لوگ سری باباجی کو دیکھ کر متعجب ہوئے۔ پھر بادشاہ نے غضبناک ہو کر کہا کہ اس فقیر کو آگ میں جلا دو۔ تب وزیر نے لکڑیاں جمع کرا کر سری گورو جی کے ارد گرد چُنیں اور پھر آگ لگا دی۔ تب موکل آتش

یعنے فرشتہ آگ نے سری گوروجی کے قدموں پر نمسکار کرکے یہ عرض کی تو آپ کے جسم کا ایک بال بھی نہیں جلا۔ لیکن سب لکڑیاں جلکر راکھ ہوگئیں تب لوگ دیکھ کر حیران ہوگئے۔ پھر جب یہ خبر بادشاہ نے سُنی اور کہنے لگا کہ یہ فقیر کوئی چٹکلے دکھلانیوالا ہے لیکن اس کو کسی اونچی جگہ سے گرادو۔ تب سری گوروجی کو بڑے اونچے پہاڑ سے نیچے گرادیا۔ جب سری گوروجی گرے تو ہَوا کے موکل یعنی ہَوا کے فرشتے نے سری بابے جی کو اپنے ہاتھوں پر بٹھاکر ایک ہنڈولے میں زمین پر لا اُتارا پھر وہاں بہت خوبصورت پھولوں کی سیج پر آ بیٹھے۔ اور اس مُلک کے سب لوگ وہاں کھڑے تھے دیکھ کر خوف زدہ ہوگئے تب وزیر نے بادشاہ کو جاکر کہا کہ وہ فقیر تو اب تک بھی زندہ ہے تو بادشاہ نے کہا اے وزیر ایہہ ناں فقیر کوئی چٹکلئی ہے۔ لیکن تم کوئی عمیق گڑھا کھودکر اور اُس میں اُسے ڈالکر اوپر سے پتھر چوٹ کرو۔ تب وزیر نے ایک بڑا بھاری کھاتہ کھُدواکر سری گوروجی کو اس میں ڈالکر اوپر پتھروں کی بھرمار کی اور سری گوروجی کو ہزاروں من کے پتھروں سے دباکر سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ اور جن لوگوں نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا قصہ گذرا۔ تب اُنھوں نے کہا بھائی اب تو اس درویش کا بال بھی نہیں رہا ہوگا۔ لیکن جو رب العلمین اور کُل کائنات کا مالک ہے جس کی لگن اس سے لگی ہو۔ اسے کون مارنے والا ہے جب صبح ہوئی تو لوگ باہر نکلے تو کیا دیکھا کہ سری باباجی وہاں براجمان ہیں اور مراقبے میں گئے ہوئے ہیں تو ان لوگوں نے کہا یہ درویش تو باہر ہے اور اس کا ایک بال بھی بینکا نہیں ہُوا تو بادشاہ نے کہا کہ میرے روبرو قتل کردو تو وزیر نے گوروجی کو بادشاہ کے سامنے کئی بار تلوار ماری مگر باواجی کو اثر نہ ہُوا تو پھر بادشاہ غضبناک ہوکر کہنے لگا کہ اس درویش کو پھانسی لٹکادو تو جب وزیر سری گوروجی کو سولی کے پاس لے گئے تو سولی سبز ہوگئی +

وہ چولہ جو اسقدر برکات اور عجائبات کا موجب اور معرفت کا سرچشمہ ثابت ہُوا۔ اُس کی تصویر ملاحظہ ہو۔

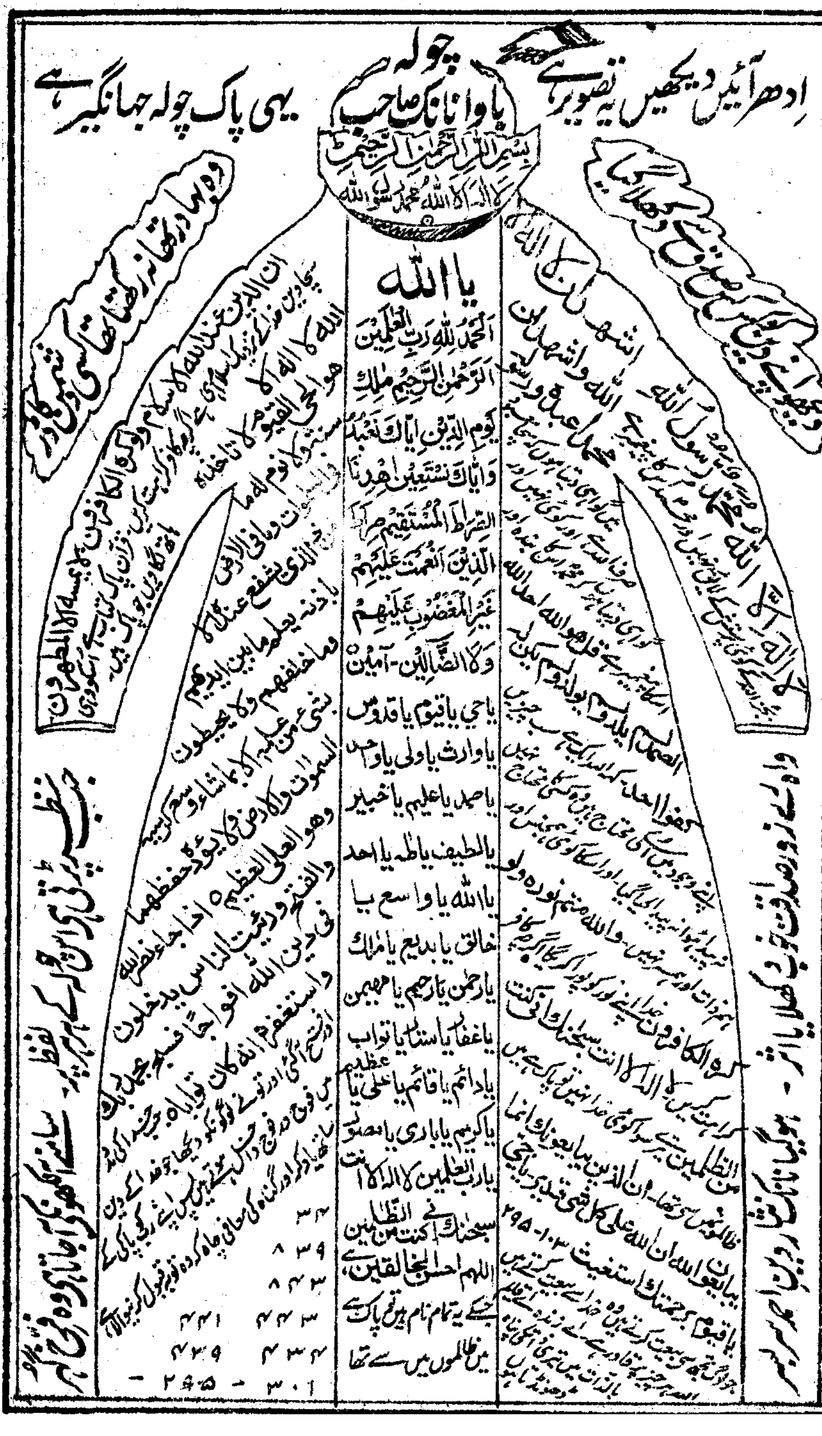
ادھر آئیں دیکھیں یہ تصویر ہے
یہی پاک چولہ جہانگیر ہے
چولہ باوا نانک صاحب
بسم اللہ الرحمن الرحیم
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
یا اللہ
الحمد للہ رب العلمین
الرحمن الرحیم ملک
یوم الدین ایاک نعبد
وایاک نستعین اھدنا
الصراط المستقیم صراط
الذین انعمت علیہم
غیر المغضوب علیہم
ولا الضالین۔ آمین
یا حی یا قیوم یا قدوس
یا وارث یا ولی یا واحد
یا صمد یا علیم یا خبیر
یا لطیف یا طٰہٰ یا احد
یا اللہ یا واسع یا
خالق یا بدیع یا مالک
یا رحمن یا رحیم یا مہیمن
یا غفار یا ستار یا تواب
یا دائم یا قائم یا علی یا عظیم
یا کریم یا باری یا مصور
یا رب العلمین لا الہ الا انت
سبحنک انی کنت من الظالمین
اللہم احسن الخالقین
جسکے یہ تمام نام ہیں تم پاک ہے
میں ظالموں میں سے تھا

بعض لوگ انگد کی جنم ساکھی کے اس بیان پر تعجب کرینگے کہ یہ چولہ آسمان سے نازل ہوا ہے اور خدا نے اس کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے مگر خدا کی بے انتہا قدرتوں پر نظر کرکے کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ اس کی قدرتوں کا کون شمار کرسکتا ہے اور کون انسان یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ اس کے اقتدار کا دائرہ محدود ہے ایسے کمزور اور تاریک ایمان تو دہریوں کے ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ باوا جی کو یہ قرآنی آیات الہامی طور پر معلوم ہو گئی ہوں اور اللہ تعالےٰ کے حکم سے لکھی گئی ہوں اور وہ سب فعل خدا تعالےٰ کا فعل سمجھا گیا ہو کیونکہ قرآن شریف آسمان سے نازل ہوا ہے اور ہر ایک ربانی الہام آسمان سے ہی نازل ہوتے ہیں۔ جب کسی انسان کو خدا کی معرفت کی لگن لگی ہوئی ہوتی ہے تو اس کی تائید میں اللہ تعالےٰ بڑے بڑے عجائبات دکھلاتا ہے۔ پھر اس سے کیسے انکار ہوسکتا ہے اور اس سے کیوں تعجب کرنا چاہیئے کہ یہ چولہ قدرت سے ہی لکھا گیا ہو۔ چونکہ باوا صاحب طلب حق میں ایک پرند کی طرح مُلک بہ مُلک پرواز کرتے پھرے اور اپنی عمر کو اس راہ میں وقف کر دیا تھا۔ اللہ تعالےٰ اپنے بھگتوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اس لئے ان کو وہ چولہ دیا جس پر قدرت کے تمام نقوش ہیں تا ان کو اسلام پر پورا پورا یقین ہو جائے اور وہ سمجھیں کہ بجز لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے اور کوئی سبیل نجات نہیں۔ تا اس چولہ کو پہنکر اس کو اپنی نجات کا ذریعہ قرار دیں اور تمام دُنیا کو اپنے اسلام پر گواہ کر دیں +

غور کرو کہ اس چولہ مبارک پر قرآن کریم کی آیات لکھی ہوئی ہیں اور صاف لکھا ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یعنے خدا کے نزدیک سچا دین اسلام ہی ہے اور اس کلام کی لوگوں کے دلوں میں اس قدر عزت جمائی کہ جب کوئی بلا پیش آتی اور کوئی سختی نمودار ہوتی یا کوئی عظیم الشان کام کو

سرانجام دینا ہوتا تو اس چولہ شریف کو سر پر باندھ کر اور کلام الٰہی جو اس پر لکھا ہوا تھا۔ برکت چاہتے تب خدا تعالےٰ وہ مراد پوری کر دیتا۔ اور اب تک جو عرصہ چار سو سال کا گزر گیا ہے اس چولہ سے مشکلات کے وقت برکتیں ڈھونڈتے ہیں اور بے اولادوں کے لئے کلام الٰہی سے لونگ چھوا کر لوگوں کو دیتے ہیں اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی عجیب تاثیرات ہوئی ہیں۔ غرض وہ برکتوں کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اور بلاؤں کے دفع کرنے کا موجب سمجھا جاتا ہے اور صدہا روپیہ کے شال اور ریشمی کپڑے اس پر چڑھے ہوئے ہیں اور کئی ہزار روپیہ خرچ کر کے اس کے لئے وہ مکان بھی بنایا گیا ہے جس میں آج کل چولہ شریف رکھا ہوا ہے اور اسی زمانہ میں لا انتہا برکتیں باوا انگدجی نے چولہ صاحب کی لکھی ہیں جو باوا جی کے پہلے جانشین تھے اور جن کا حال ہم پہلے درج کر آئے ہیں اور چولہ صاحب کا نام بڑی عزت اور اکرام کے ساتھ جنم ساکھی میں لیا گیا ہے اور وہاں صاف طور سے لکھا ہوا ہے کہ وہ کلام جو چولہ صاحب پر لکھا ہوا ہے وہ قدرتی کلام ہے اور اس کو آسمانی چولہ تسلیم کیا گیا ہے اور خدا تعالےٰ کا کلام ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک دنیا اس کی تعظیم کے لئے جھک پڑی اور نہایت سرگرمی سے اس کی تعظیم کرتی ہے بیشک یہ چولہ اپنی ان تمام پاک آیات کے ساتھ جو اس پر لکھی ہوئی ہیں باوا صاحب کی ایک پاک یادگار ہے۔ اور پاک ہے وہ مکان جس میں یہ رکھا گیا۔ اور پاک ہے وہ کپڑا جس پر یہ مقدس کلام لکھا گیا۔ اور پھر پاک تھا وہ وجود جو اسے لئے پھرا۔ اور حیف ہے اس پر جو اس کے خلاف کے اور مبارک ہیں وہ جو اس چولہ صاحب سے برکت ڈھونڈتے ہیں ✦

مسلمان بننے سے نجات اور خدا کی معرفت نصیب ہوتی ہے

قرآن مجید فرماتا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ط یعنی خدا کے نزدیک سچا دین صرف اسلام ہی ہے۔ اور اس پر چلنے سے انسان اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کا وارث بن سکتا ہے۔ سو اِس پاک دین کے متعلق جناب باوا صاحب آدگرنتھ صاحب صفحہ ۱۳۲ میں کہتے ہیں:۔

ہوئے مسلم دین مہانے مرن جیون کا بہرم چکانے

اے اس دُنیا کے دُکھوں کے سمندر سے پار جانے والے اگر تو چاہتا ہے کہ سلامتی اور آرام و آسانی سے ان دُکھوں کے سمندر کو عبور کرے تو اسکی ایک ہی راہ ہے کہ تو مُسلمان بن جا۔ مسلمان ہونے سے تمہاری تمام مشکلات حل و دور ہو جائینگی۔ اب دیکھو یہ شلوک کس قدر صاف و واضح ہے اور باوا صاحب کا اپنا کلام ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ان کُھلی کُھلی اور صاف صاف شہادتوں کے سامنے اور کیا پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان امورات سے حضرت باوا صاحب کا اسلام ایسے ہی ظاہر ہے جس طرح روز روشن میں سورج کا وجود اظہر ہوتا ہے خیال کیجئے کہ اس جگہ حضرت باوا صاحب لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ کہ اے لوگو! اگر تم مرن اور جیون کے بھرم سے دُور رہنا چاہتے ہو۔ اگر تمہیں تناسخ کے چکر سے نجات حاصل کرنی مقصود ہے۔ اگر تم نجات ابدی کے خواہشمند ہو تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتے ہوئے دینِ اسلام

میں داخل ہو جاؤ۔ اور کوئی راہ نجات کی نہیں ہے۔ اللہ اللہ خداوند تعالیٰ نے آپ کے دل کو کیسا مصفّٰے بنا دیا تھا۔ اور کس طرح معرفت تامہ کے رنگ میں رنگین کر دیا تھا۔ ایک شخص ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہوتا ہے ہندوؤں کی کتابیں پڑھتا مگر دیکھئے فضل ایزدی کیسا زبردست ہے جو انھیں یوسف کی طرح کوئیں سے نکالتا اور معرفت کی اٹاری پر لاکھڑا کرتا ہے۔ اس بلندی پر متمکن ہو کر وہ خدا کا پیارا مخلوق اللہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ اے لوگو! اگر تم نجات ابدی حاصل کرنا چاہتے ہو تو سوائے اسلام کے تمہیں کہیں بھی نہیں ملے گی۔ اللہ اللہ کیسا پاکیزہ دل کیسا مصفّٰے قلب؟ پھر اسی پر ہی بس نہیں ہے۔ آگے باوا نانک صاحب جنم ساکھی کلاں صہ ۵۶۴ سطر ا میں فرماتے ہیں کہ "مسلمان سوہی ہوتا ہے جو گیان اگن کرن چت ہوتا ہے" یعنے مسلمان وہی ہے جو خداوند تعالےٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ اور اس کی معرفت اور گیان کی اگنی نے اس کے دلکو مضبوط کر دیا ہو۔ یعنی جو شخص پختگی سے اسلام پر قدم زن ہو۔ پھر اور کسی مذہب یا طریقہ کا اس پر اثر نہیں ہو سکتا۔ اور جو گیان اور معرفت سے مسلمان ہے وہی گیانی ہے۔ اس جگہ آپ خیال فرمائیے کہ حضرت باوا نانک صاحب نے راسخ الاعتقاد مومن کو گیانی کے نام سے نامزد فرمایا ہے۔ ایک جگہ باوا صاحب ایک شلوک میں فرماتے ہیں:۔

ہندوا اناں - ترکو کاناں - دوہاں وچوں گیانی سیانا

مطلب - ہندو تو خدا کی معرفت کی آنکھیں نہیں رکھتا۔ ترک (مراد شاہان مغل سے ہے) کی ایک آنکھ ہے اور ان ہر دو سے گیانی یعنی باعمل مسلمان خردمند اور دونوں آنکھوں والا ہے۔ ہمیں اس اظہار میں کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا۔ کہ حضرت باوا صاحب کے عہد میں شاہانِ مغلیہ دین کی طرف سے بہت کچھ لاپروا تھے اور اپنے نفس و آرام میں مست تھے آخر کار وہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی کے متعلق باوا صاحب یہ ظاہر کر چکے ہیں کہ حضور پر نور کا دل بالکل صاف اور مطاہر ہے جس کے ذریعہ خدا کے درشن اور خدا کا کلام نصیب ہوتا ہے اس لئے شاہان مغلیہ خواہ اعمال میں کتنے ہی سست ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں اس لئے ایک آنکھ والے ہیں اور اگر وہ اپنے مذہب پر راسخ الاعتقاد ہوتے تو لاریب حضرت باوا صاحب انھیں دو آنکھ والوں میں شمار کرتے۔ اب اس جگہ باوا صاحب نے گیانی کو دو آنکھ والا بتلایا ہے اور جنم ساکھی سے یہ بھی طے ہو گیا ہے کہ "مسلمان سوہی ہوتا ہے جو گیان اگن کرن چیت ہے"۔ یعنی مسلمان وہی ہے جو خداوند تعالےٰ کی معرفت سے متفیض ہو کر راسخ الاعتقاد ہو۔ اس جگہ غور فرمائیے کہ حضرت باوا صاحب کے دل میں مسلمان کی کیسی عزت اور کیسی شان تھی۔ خدا ہم سب کو ایسا ہی مسلمان بنا دے۔ آمین ÷

شیطان سے پناہ مانگو

قرآن کریم فرماتا ہے۔ یاایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدوٌ مبین۔ پ۲ ع۵
اے لوگو۔ کھاؤ اُس چیز سے کہ بیچ زمین کے ہے حلال۔ پاکیزہ۔ اور مت پیروی کرو قدموں شیطان کی۔ تحقیق وہ واسطے تمہارے دشمن ہے ظاہر۔ مگر آریہ۔ ہندو وغیرہ وجود شیطان سے انکاری ہیں۔ مگر دین اسلام میں شیطان سے جس قدر پناہ مانگی گئی ہے۔ وہ اس امر سے بخوبی ظاہر ہے کہ مسلمان ہر ایک کام کے کرنے سے پہلے "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" ضرور کہہ لیتے ہیں؛

اب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت باوانانک صاحب کا عقیدہ شیطان کے متعلق کیا ہے۔ کیا آپ بھی مسلمانوں کی طرح شیطانی وساوس سے پناہ مانگتے ہیں یا ہمارے ہندو دوستوں کی طرح شیطان کی ذات سے منکر ہیں یہ بہت عمدہ راہ ہے حضرت باوا صاحب کے خیال کا اندازہ لگانے کی +
جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۷۹ سطر ۱۱ میں باوا صاحب کہتے ہیں :-

سچی سنت ربدی موئے لے آیا نال
جو رکھے موئے امانتی سو خاصا بندا بہال
پھر گیا درگاہ وچ اگے رکھ نسان
اوہ درگاہ ڈہوئی نالہن جو راندے شیطان

وہی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں جو اس کی بتلائی ہوئی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ بیشک درگاہ باری میں اُن کے لئے عزت ہے۔ البتہ جنھوں نے اس پر عمل نہ کیا۔ سمجھو کہ ان پر شیطان کا غلبہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے قرب سے دُور رہیں گے +

یہ شلوک بالکل واضح اور بیّن ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگالیں۔ کہ حضرت باوا صاحب شیطان کے غلبہ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے تھے۔ اور ایسا عقیدہ رکھنے والا از روئے اصول مسلم ہوسکتا ہے یا غیر مسلم۔ پھر ملاحظہ ہو آدگرنتھ سری راگ محلہ پہلا :-

خصم کی نظریں دلیں پسندی جنہیں اک کردھایا
تیہے کر رکھے تنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی

مطلب وہی لوگ خداوند تعالیٰ کی نظر میں مقبول ہیں جو صرف اکیلے خدا کی ہی پوجا کرتے ہیں۔ تیس روزے رکھتے ہیں اور پانچوں وقت کی باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں۔ اس خیال سے کہ شیطان ان کا نام مقبولوں کی فہرست سے نہ کاٹ

دے۔ پھر وار جتیسری محلہ ۵ میں درج ہے :-

کام کرودھ ہنکار پھریں دوانیاں
بن پورے گورو دیو پھیریں شیطانیاں

مطلب۔ وہ لوگ جو شیطان کے قبضہ میں ہوں سمجھو کہ وہ ناجائز شہوت ناجائز غصہ ناجائز تکبر کے ہاتھوں بکے ہوئے ہیں۔

اب اس پر کچھ مزید لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت باوا صاحب کا عقیدہ بالکل صاف ہے :

مُسلمانوں نے کسی کو زبردستی مُسلمان نہیں بنایا

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ

یہ امر واقعہ ہے کہ صرف قرآن مجید پر چلنے اور مسلم ہونے سے ہی قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کے شروع میں ہی اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو یہ دُعا سکھلاتا ہے۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ دکھا ہم کو راہ سیدھی۔ راہ ان لوگوں کی کہ فضل کیا ہے تُونے اوپر اُن کے۔ یہی وجہ ہے کہ باوا نانک صاحب شری گرنتھ صاحب میں کہتے ہیں :-

ہوے مُسلم دین مہانے۔ مرن جیون کا بھرم چکانے

یعنی لے لوگو مسلمان ہو جاؤ۔ تاکہ تناسخ کے وہم سے نجات پاؤ۔ خدا کی جوارِ رحمت میں جگہ حاصل کرو۔ پھر قرآن مجید فرماتا ہے کہ خدا کا سچا دین صرف اسلام

ہی ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام۔ اور اسی دین پر چلنے سے قُرب الٰہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اور کوئی دین خدا کے قرب تک نہیں پہنچا سکتا اور سب دین اسلام کے سامنے ماند ہیں چنانچہ اسی مضمون کو حضرت باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۰۳ سطر اوّل میں فرماتے ہیں:۔

عمل ہندوؤاں واہٹ گیا ودھ گئے مُسلمان

یعنی مسلمان اعمال میں بڑھ گئے۔ اس جگہ دیکھئے حضرت باوا صاحب نے کیسے بے لاگ گواہی دی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمانوں نے محض اخلاق اور اعمال صالح سے ہی لوگوں کے دلوں کو تسخیر کیا۔ اگر واقعی ہم سچے مسلمان بن جائیں۔ تو پھر دُنیا ہمارے سامنے لونڈی کی طرح ہاتھ باندھے کھڑی ہے مُسلمان ہزار نمونوں کا ایک نمونہ ہے۔ ایک مُسلمان کی شان اور اس کا اخلاق اس قدر بلند ہے کہ بس راہ چلتا مسافر بھی حلقہ بگوش ہونے کے لئے تیار ہے۔ خدا ہمیں سچا مسلمان بنا دے۔ پھر حضرت باوا صاحب جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۰۲ سطر ۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

آئے ہندوستان وچ تب لاگے کرن وچار
اک رہیا اجمیر وچ اک رہیا سکن پور چلائے
رہے ہندوستان وچ فقر اللہ دے ہوئے
زوری ہند نہ جتیا کر زوری رہے کھلوئے
اگے ہوئے لجے پال وسدی سی اجمیر
ناٹک چیٹک کرموں دے بلھے پیر کہائے
راجہ پرجہ ہندوا سبھو نویاں آئے

اس جگہ باوا صاحب حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فقیر بنکر ہندوستان میں رہا۔ مُسلمانوں نے کسی کو زبردستی

مسلمان نہیں بنایا۔ بلکہ یہ حضرت معین الدین صاحب چشتی کے یُمن کا ہی نتیجہ تھا۔ کہ ہندوستان کے لوگ گروہ در گروہ دائرۂ اسلام میں شامل ہونے لگے اگرچہ راجہ پیال والئے اجمیر نے بہت مخالفت کی مگر حضرت معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہُوا پودا دِن بدن بڑھنے اور پھلنے پھولنے لگا۔ حتیٰ کہ تمام اہلِ ہند حضرت معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے سرخمیدہ ہُوا۔ اس جگہ حضرت باوا صاحب نے صاف اور واضح طور سے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ مسلمانوں نے کبھی کسی کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا۔ بلکہ یہ مسلمان فقراء کی برکت اور یُمن کا نتیجہ ہے جن کے سامنے سب خورد و کلاں نے اپنے سروں کو نیچا کیا۔ پھر فرماتے ہیں کہ ان صوفیاء کرام نے اس قدر کرامات اور معجزے اہل ہند کو دکھلائے کہ بعض ان معجزوں کو سحر اور جادو پکار اُٹھے۔ مگر پھر بھی ان کرامات اور معجزوں کے سامنے سوائے سر جھکانے کے اور کچھ نہ بن پڑا۔ اب اس جگہ حضرت باوا صاحب نے یہ بھی فرما دیا کہ مسلمانوں پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے زبردستی مُسلمان بنایا یہ سراسر غلط ہے بلکہ قرآن مجید تو کہتا ہے۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ یعنی دین میں کوئی زیادتی نہیں ہے۔ البتہ لوگوں کو حق پہنچادو۔ سو باوا صاحب فرماتے ہیں کہ جب صوفیاء کرام لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف بُلانے کے لئے ہندوستان میں آئے تو اوّل اوّل تو اہلِ ہند نے ان کی معجزات اور کرامات کو دیکھ کر جادو اور سحر وغیرہ سے تعبیر کیا مگر آخر کار حق کے سامنے سوائے سر جھکانے کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا؎

حضرت باوا صاحب کا مُسلمان صوفیاء سے میل جول

حضرت باوا صاحب نے اپنی عمر میں کسی پنڈت وغیرہ سے کوئی میل جول

نہیں رکھا۔ مگر برخلاف اس کے مسلمان صوفیاء سے حضرت باوا صاحب کا کثرت سے میل جول رہا ہے جیسا کہ جنم ساکھیوں وغیرہ میں شیخ فرید صاحب سے حضرت باوا صاحب کی گفتگو اور اکٹھے ملکر سفر وغیرہ کرنے کا ذکر آتا ہے ایک تو حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ گذرے ہیں جن کا مزار مبارک پاکپٹن میں واقعہ ہے۔ اور یہ بزرگ حضرت باوا صاحب سے تقریباً چار صد سال پیشتر ہو گذرے ہیں۔ جنم ساکھی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اہل صفا ولی اللہ حضرت شیخ فرید کے ساتھ حضرت باوا صاحب کی ملاقات ہوئی ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت شیخ فرید کوئی دوسرے بزرگ ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ سے ہی حضرت باوا صاحب نے کشفی رنگ میں ملاقات کی ہو۔ بہرحال جنم ساکھی میں حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے باہمی سلوک اور برتاؤ کو ان الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۳۶۶ سطر ۲۹ میں لکھا ہے کہ حضرت باوا صاحب اور شیخ فرید باہمی ملکر بہت ہی خوش ہوئے۔

"تاں بابا نانک جی تے شیخ فرید ساری رات باہر ہی اکٹھے جنگل وچ رہے۔ تاں اک بندہ خدا ئید آئے نکلیا۔ اتنے دوہاں نوں اکٹھا دیکھ کر اپنے گھر نوں اُٹھ۔ جا ئیکر اک تبلباج دودھ دا بھر کرلے آیا۔ اور اس تبلباج وچ چار مہراں بھی پائے لے آیا۔ پچھلی رات تاں شیخ فرید ہوراں اپنا حصہ پی لیا۔ تے گورو نانک جی دا حصہ رہن دتا۔"

اب اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ شیخ فرید اور حضرت باوا نانک صاحب کی باہمی اس قدر محبت اور اُلفت تھی کہ دونوں نے جنگل میں ہی تمام رات گیان دھیان اور معرفت کی باتیں کرتے ہوئے گذار دی۔ اور ایک شخص نے دو خدا کے پیاروں کو جنگل میں اس طرح گیان دھیان اور معرفت کی باتیں

کرتے ہوئے دیکھ کر اپنے گھر سے ایک دُودھ کا کٹورا بھر کر لے آیا۔ اور شیخ فرید صاحب نے خوشی سے اس دودھ سے اپنا حصہ پی لیا۔ اور حضرت باوا صاحب کا حصہ رہنے دیا +

اس سے دو امر اظہر ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت باوا صاحب کی شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت تھی۔ حالانکہ ہم حضرت باوا صاحب کی تمام زندگی پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور ہمیں کہیں بھی یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ حضرت باوا صاحب نے کسی ہندو پنڈت یا پوجاری سے بھی محبت کی ہو۔ بلکہ جنم ساکھی اور گرنتھ صاحب سے تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس تیرتھ وغیرہ پر حضرت باوا صاحب جاتے۔ وہاں پانڈوں وغیرہ کو بُت پرستی سے روکتے۔ اور پانڈے اس بات کو بہت ہی بُرا مناتے۔ حتّٰی کہ باوا صاحب کو اُس جگہ سے زبردستی نکال دیتے مگر دوسری طرف شیخ فرید سے باوا صاحب۔ اور باوا صاحب سے شیخ فرید ایسی محبت کرتے ہیں کہ گویا دونوں عارف اور زاہد ایک ہی ہیں۔ اور پھر جس کٹورہ سے باوا فرید دودھ پیتے ہیں۔ حضرت باوا صاحب خوشی سے اس کٹورہ سے بقیہ دُودھ پی لیتے ہیں۔ آجکل کے ہندوؤں کی طرح کوئی پرہیز نہیں کرتے اب اس سے ہی سمجھ لو۔ کہ حضرت باوا صاحب ہندو اور مسلمانوں میں سے کس کے ساتھ زیادہ محبت اور پیار کرتے تھے +

پھر لکھا ہے کہ حضرت باوا صاحب اور شیخ فرید صاحب نے اکٹھے آسام دیش کا لمبا سفر کیا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ شیخ فرید کے ساتھ باوا صاحب کا ایک لمبا سفر کرنا اور دونوں نے مِلکر اپنی معرفت اور گیان سے لوگوں کی اصلاح کرنا اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا مشن ایک ہی تھا۔ ورنہ تم نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ کہ پنڈت اور مولوی اکٹھے مِلکر سفر کریں۔ اور اکٹھے مِلکر لوگوں کو خدا کی معرفت سے آگاہ کریں

یہ ناممکن ہے۔ ہمیں کہیں یہ دکھائی نہیں دیتا کہ حضرت باوا صاحب نے پنڈت کشن چند یا ہردیال سے ملکر بھی کوئی سفر کیا ہو۔ اور دونوں کی متفقہ کوشش سے لوگوں کی اصلاح ہوئی ہو۔ اب شیخ فرید صاحب کے ساتھ ملکر حضرت باوا صاحب کا سفر کرنا۔ اس سے سمجھ لو۔ کہ حضرت باوا صاحب پنڈت ہردیال کی روش کو پسند کرتے تھے یا شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کی طرز کو +

پھر آگے چلکر جنم ساکھی کلاں ص۳۶۵ سطر۹ میں لکھا ہے کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ فرید کو مخاطب کر کے کہا۔

"تاں سری بابے جی آکھیا۔ شیخ فرید جی تساں وچ خدائے صحیح ہے۔ تاں شیخ فرید نے ودیا منگی۔ تاں شیخ فرید چلدے وقت گل وچہ باہاں پائیکر ملے۔ تاں گوروجی نے اک شبد وچاریا۔ سری راگ محلہ پہلا۔

آؤ بھینوں گل ملو انگ سہیلڑیاں

ملکر کرو کہانیاں سمرتھ کنت کی آہ

ساچے صاحب سب گن اوگن سب اساہ

کرنا سب کو تیرے چور۔ اک شبد وچارئے۔ جانوں تاں کیا ہوء

مطلب۔ باوا صاحب نے شیخ فرید کو کہا کہ آپ میں یقینی خدا ہے۔ اور شیخ فرید نے باوا صاحب سے جانے کے لئے اجازت چاہی۔ اور پھر شیخ فرید رخصت ہوئے۔ اور رخصت ہوتے وقت باوا صاحب اور شیخ فرید بغلگیر ہوئے۔ اور گوروجی نے ایک شبد کہا۔ سری راگ محلہ پہلا۔

مطلب۔ بھینوں آؤ گلے سے لگ کر ملیں۔ کیونکہ ہم دونوں کا پیار قدیم سے ہے۔ آؤ ہم ملکر اس قادر مطلق کی حمد وثنا گائیں۔ کیونکہ تمام تعریف اسی کے لئے ہے۔ اگر اور کسی چیز میں تعریف کی کوئی جھلک پائی بھی جاتی ہے۔ تو وہ صرف اس خداوند کی ہی دی ہوئی نعمت ہے۔ بیشک تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی

کے لئے ہے۔اب گورو صاحب کا شیخ فرید سے اس پیار و محبت کے ساتھ پیش آنا۔اس قدر رفاقت اور لگاؤ کا اظہار کرنا یہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات کا صاف وشفاف آئینہ ہے۔پھر باوا صاحب کا شیخ فرید سے یہ کہنا کہ آپ میں خدا کا نور ہے۔اب جس شخص کی پیروی سے شیخ فرید نے یہ نور حاصل کیا وہ تو سبحان اللہ نورٌ علےٰ نور ہو گا۔یہ ہے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فداہ روحی کی قدسی قوت کی گواہی ؛

پھر جنم ساکھی ص۱۴۱ میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔کہ باوا فرید اپنے وقت کا سب سے بڑا خدا کا بھگت تھا۔آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضرت باوا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عقیدت اور ارادت تھی۔حضرت باوا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے وقت میں سب سے بڑا بھگت ہونا اس سے آپ اندازہ لگا لیں۔کہ باوا فرید جس خدا کے بھگت کا نام لیوا تھا اُس کی شان کس قدر بلند اور وراء الورے ہو گی ؛

جنم ساکھی بھائی بالا کے ص۲۵۵ پر پیر جلال الدین کی ساکھی "یا حال ہے" اس میں پیر جلال الدین صاحب کی بڑی تعریف کی گئی ہے بھائی بالا بتلاتا اور سکھوں کے دوسرے گورو شری گورو انگد جی مہاراج اس حال کو قلم بند کرتے ہیں کہ پیر جلال الدین صاحب نے باوا نانکؒ کو دیکھ کر کہا:۔

"السلام علیکم یا درویش۔تو باوا نانک نے جواب میں کہا وعلیکم السلام پیر جلال الدین قریشی۔تاں سری گورو جی نال دست پنجہ (مصافحہ) لیکر بیٹھ گئے" جنم ساکھی کلاں ص۲۵۵ سطر ۲۲ ؛

اب اس جگہ دیکھو کہ پیر جلال الدین صاحب نے باوا نانک کو دیکھ کر کہا السلام علیکم یا درویش۔یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ کبھی مُسلمان نے ہندو کو السلام علیکم نہیں کہا ہو گا۔ہندو اور مُسلمان کی صورت ہی چھپی نہیں رہتی

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت باوا صاحب نہ صرف باطن سے ہی مسلمان تھے بلکہ اپنا ظاہری رہن سہن بھی ایسا رکھا ہوا تھا کہ ایک انسان بادی النظر میں ہی معلوم کر جاتا تھا کہ یہ کوئی خدا کا پیارا حاجی درویش ہے۔ تبھی تو پیر جلال الدین صاحب نے باوا صاحب کو دیکھ کر کہا کہ السلام علیکم یا درویش آجتک ہم نے کبھی نہیں سُنا کہ کسی مسلمان نے ہندو کو السلام علیکم کہا ہو اور پھر حضرت باوا صاحب بھی یہ نہیں کہ السلام علیکم سُنکر خاموش ہو جاتے ہیں بلکہ بڑی خوشی اور انند اور بشاشت اور راحت کے ساتھ یہ جواب دیتے ہیں "وعلیکم السلام یا پیر جلال الدین قریشی"۔

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت باوا صاحب کے دل میں السلام علیکم کی کس قدر عظمت اور قدر تھی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت باوا صاحب اس سے پہلے پیر جلال الدین قریشی سے واقف تھے اور پیر جلال الدین باوا صاحب سے راہ رسم رکھتے تھے۔ تبھی تو ایک نے دوسرے کا نام لیکر پکارا۔ اور السلام علیکم وعلیکم السلام کہا آپ نے کبھی نہیں پڑھا ہوگا کہ کبھی حضرت باوا صاحب نے متھرا یا ہردوار یا جگن ناتھ وغیرہ پر جا کر پنڈتوں کو جے سیتارام یا نمستے وغیرہ کہا ہو۔ اس سے اندازہ لگا لو۔ کہ حضرت باوا صاحب کس عقیدہ کو پسند فرماتے تھے۔ السلام علیکم یا جے سیتا رام کو۔ اور جس پیر کا ذکر کیا گیا ہے جس کے ساتھ حضرت باوا صاحب کی السلام علیکم اور وعلیکم السلام ہوئی۔ اس پیر کے مستجاب الدعوات ہونے کے متعلق گورو انگد رحمۃ اللہ علیہ جنم ساکھی کلاں میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"یاں پیر جلال الدین سمندر دے کنڈھے اوپر آیا۔ تاں اک جہاز ڈبن لگا۔ تاں پیر جلال الدین نے خدا کے حضور دُعا کی تا پھر او جہاز ڈبا نا ہیں۔ جنم ساکھی کلاں صفحہ ۵۶ سطر ۸"۔

اب اس سے اندازہ لگالیں کہ حضرت باوا صاحب کی ایسے اقرب بارگاہ ایزدی سے رفاقت کیا ظاہر کرتی ہے تمام جنم ساکھی تمام گرنتھ صاحب سے ہمیں کہیں یہ دکھلایا جائے کہ کسی جگہ کسی پنڈت نے بھی اپنی پرارتھنا کے ذریعہ ایک ڈوبتی کشتی کو بھی بچایا ہو۔ اور اُس کا تذکرہ گرنتھ یا جنم ساکھی میں موجود ہو۔ جیسا کہ پیر جلال الدین صاحب کی دُعا سے ڈوبتے جہاز کا بال بال بچنا اور پیر جلال الدین کا حضرت باوا نانک کو السلام علیکم کہنا۔ اور پیر جلال الدین کا حضرت باوا نانک کو وعلیکم السلام کہنا وغیرہ +

باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے چلّے

جو انھوں نے اسلام کے مشہور اولیاء اور صلحاء کے مقام پر بغرض استفادہ روحانی کئے

باوا صاحب نے بمقام سرسہ شاہ عبدالشکور شاہ کی خانقاہ پر چالیس روز تک ایک چلہ کیا جیسا کہ صلحا مُسلمانوں کی سنّت ہے مسجد کے قریب ایک خلوت خانہ بنا کر اس میں نماز نوافل پڑھتے اور فرائض پنجگانہ باقاعدہ جماعت کے ساتھ ادا کرتے رہے اور محض اسی غرض سے انھوں نے اپنا خلوت خانہ روبقبلہ بنایا تاکہ یہ بھی مسجد کا ایک حجرہ بنجائے۔ اب اس خانقاہ کا نام چلہ باوا نانک کرکے مشہور ہے پنجاب اور سندھ و دیگر ممالک سے گروہ در گروہ لوگ بغرض درشن چلہ صاحب آتے ہیں اور بہت کچھ زر و مال چڑھاتے ہیں۔ اور یہ روپیہ اُن مُجاور مسلمانوں کو ملتا ہے جو شاہ عبدالشکور صاحب کی خانقاہ پر مقرر ہیں ذرا غور سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ باوا صاحب عبدالشکور شاہ صاحب کی خانقاہ کے نزدیک اس واسطے اپنا چلہ کیا کہ باوا صاحب عبدالشکور صاحب کے کامل ولی

ہونے پر پورا پورا بھروسہ رکھتے تھے۔ اور اس بات پر انھیں یقین تھا کہ اولیاء کے مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوا کرتی ہیں اور وہ زمین نہایت مبارک اور پوتر ہوتی ہے جس جگہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بسیرا لیتے ہیں۔ سو محض اس غرض سے انھوں نے اپنا خلوت خانہ خانقاہ کے قریب عبادت کے لئے بنایا۔ صرف اسی پر ہی اکتفا نہیں بلکہ باوا صاحب نے بعض اور مشاہیر بزرگانِ اسلام کی خانقاہوں پر بھی چلے کئے ہیں چنانچہ ایک چلہ بمقام پاک پٹن اور ایک چلہ بمقام ملتان اور ایک چلہ معین الدین چشتی کی خانقاہ پر بمقام اجمیر کیا۔ باوا نانک جی اس بات کے قائل تھے کہ نبیوں ولیوں اور اکابروں کے مقاموں پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں اس لئے وہ بزرگوں کے مقابر پر جاکر بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور چلہ کرتے اور دعائیں کیا کرتے تھے۔ باوا صاحب نے ملتان میں روضۂ مبارک حضرت شاہ شمس تبریز پر چالیس روز تک چلہ کیا تھا۔ چلہ کا نقشہ ملاحظہ ہو +

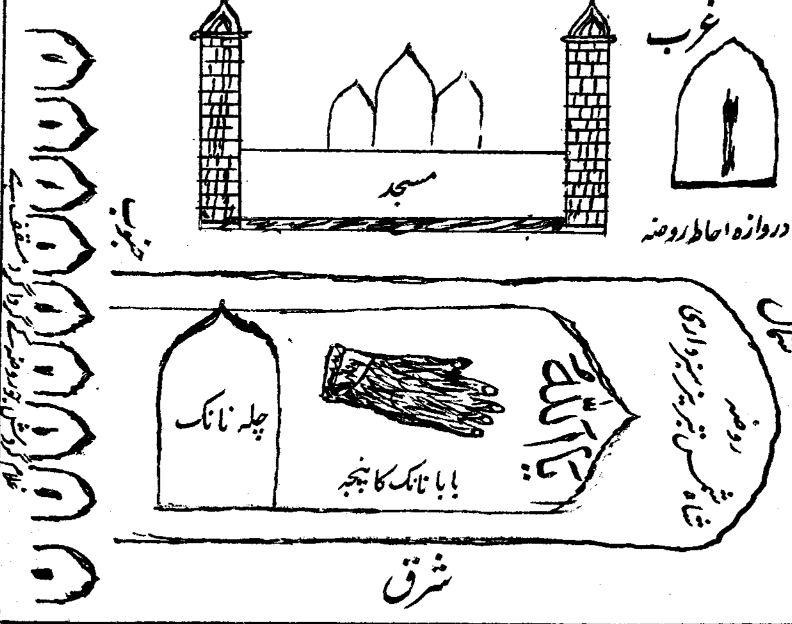

دیکھو روضہ کے جانب جنوب میں وہ مکان ہے جو چلہ نانک کہلاتا ہے
روضہ کی دیوار جنوب میں ایک مکان محرابدار دروازہ کی شکل کا بنا ہوا ہے اُس پر
اَللّٰہُ کا لفظ لکھا ہوا ہے اور ساتھ ہی اس کے ایک پنجہ بنا ہوا ہے اس
شکل پر یا اللہ۔ اس جگہ کے ہندو مسلمان اس بات پر اتفاق رکھتے
ہیں کہ یہ لفظ یا اللہ کا باوا صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ اور پنجہ کی شکل
بھی اپنے ہاتھ سے بنائی تھی۔ دیوار کے ساتھ بائیں دیوار میں ایک جگہ جو
ڈیڑھ گز قریب طول میں اور ایک گز عرض میں ہے۔ اور یہ بات ہندو مسلمان
کے نزدیک مسلم ہے کہ اس جگہ باوا نانک جی چالیس روز تک چلہ میں بیٹھے تھے
چنانچہ ہندو اس جگہ کو متبرک سمجھ کر زیارت کرنے کو آتے ہیں اور ایسا ہی سکھ
بھی زیارت کے لئے ہمیشہ آتے جاتے ہیں۔ اس روضہ کے اندرونی احاطہ میں
ایک مسجد ہے جو نقشہ میں دکھائی گئی ہے۔ اور وہ باوا نانک صاحب کے چلہ
کے بہت ہی نزدیک ہے صرف پانچ چھ قدم کا فرق ہے اور باوا صاحب کا یہ
مکان چلہ روبقبلہ ہے ہم پہلے یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ باوا صاحب کا وہ مکان
چلہ بھی جو سرسہ میں بنا ہوا ہے روبقبلہ ہے اور یہ چلہ بھی روبقبلہ باوا
صاحب نے بنایا۔ تا نماز پڑھنے کے لئے آسانی ہو۔ اور مسجد کے قریب بنایا
تا فرضی نمازیں جماعت کے ساتھ مسجد میں سہولت سے ادا کریں اب ان روشن
ثبوتوں کے مقابل پر باوا صاحب کے اسلام سے انکار کرنا گویا دن کو رات
کہنا ہے۔ اور روضہ کے گرداگرد ایک مکان بنا ہوا ہے جس کو یہاں کے
لوگ غلام گردش کہتے ہیں جس کا نمونہ نقشہ میں علیحدہ دکھلایا گیا ہے باوا صاحب
کی جائے نشست غلام گردش کے اندر ہے اور وہاں کے مجاوروں میں
عام طور سے یہ بات مشہور ہے کہ جب باوا صاحب بیت اللہ شریف سے
واپس تشریف لائے تو حج خانہ کعبہ سے فراغت کرتے ہی ملتان میں آئے

جائے غور ہے بیشک یہ شخص فنا فی اللہ ہو چکا تھا۔ خدا جوئی کی آگ کیسی اور کس قدر اس کے دل میں جوش زن تھی اور کس زور شور سے اس کے اندر یہ آگ بھڑک رہی تھی۔ اور وہ کیا شے تھی جو اس کو ایسا بے آرام کر رہی تھی جو مکّہ معظمہ میں مدت دراز تک رہ کر پھر نہ چاہا کہ گھر میں جا کر آرام کرے اور بچوں کی محبت میں مشغول ہو۔ بلکہ سیدھا ملتان میں پہنچا۔ اور شمس تبریز کے روضہ کے قرب و جوار میں ریاضت اور مجاہدہ شروع کیا۔ اور باوا صاحب جب چلہ میں بیٹھے تو ان کا وِرد خدا تعالےٰ کے ناموں میں سے ھُو کے نام کا ورد تھا اور شاہ شمس تبریز کا بھی یہی وِرد تھا۔ اور اکثر وہ یہ مصراع پڑھا کرتے تھے۔

بجز یاھُو و یا من ہو دِگر چیزے نمیدانم

اور پھر وہاں کے مُجاوروں کا یہ بھی بیان ہے کہ ان کا دادا مسمی بھائی سوبھا بھی حضرت شاہ شمس تبریز صاحب کے سلسلہ میں مرید تھے اس لئے باوا نانک صاحب بھی اسی سلسلہ میں مرید ہوئے یہ تو وہاں کے سجّادہ نشین صاحب کا بیان ہے جو ملتان کے رئیس بھی ہیں مگر اس کے مطابق دیگر مُجاور بھی جو خاص مُجاور روضہ موصوفہ کے ہیں گواہی دیتے ہیں کہ یہ ایک مشہور واقعہ متواتر روائیتوں سے چلا آتا ہے اور عوام و خواص اور ہندو اور مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ روضہ موصوفہ کے ساتھ باوا صاحب نے ایک خلوت خانہ بنا کر چالیس روز تک اس میں چلہ کیا تھا اور دیوار پر یا اَللّٰہُ کا لفظ لکھا ہُوا اب تک موجود ہے۔ اور ساتھ اس کے پنجہ ہاتھ کی شکل کا بنا ہُوا ہے یہ دونوں یادگاریں بھی باوا نانک صاحب کے ہی ہاتھ کی ہیں لہذا ہندو لوگ باوا صاحب کی تحریر اور نشان کی بہت تعظیم کرتے ہیں +

پھر بمقام گورو ہر سہائے واقع ضلع فیروز پور سکھوں کے ایک نہایت معزز خاندان کے قبضہ میں باوا نانک صاحب اور ان کے بعد کے گدی نشین گوروؤں کے

چند تبرکات چلے آتے ہیں جن میں ایک تسبیح (جسے ہندو مالا کہتے ہیں) باوا صاحب موصوف کی اور ایک پوتھی اور ایک قرآن شریف اور چند دیگر اشیأ ہیں۔ یہ قرآن شریف اور دیگر تبرکات نہایت ادب کے ساتھ بہت سے ریشمی غلافوں کے درمیان بند ہیں اور ان کو کھولا نہیں جاتا۔ جب تک کہ ان کے درشن کرنے کے خواہشمند اس گوروکے جس کے قبضے میں وہ ہیں مبلغ ایک سو ایک روپیہ نقد نہ دے اور اس کو کھولنے سے پہلے وہ گورو ایک سو ایک دفعہ اشنان یعنے غسل کرتا ہے تب وہ اپنے آپ کو اس قابل خیال کرتا ہے کہ اس کو کھولے اور ہاتھ لگائے۔ ان تبرکات کے درشن کے لئے اور ان کے آگے سر جھکانے کے واسطے سکھ اور ہندو لوگ سیالکوٹ۔ راولپنڈی۔ ڈیرہ اسمٰعیلخان ڈیرہ غازیخان۔ کوہاٹ اور دیگر سرحدی علاقہ جات بلکہ کابل تک سے آتے ہیں ؞

حضرت باوا صاحب کے اقوال کا ماخذ قرآن مجید ہے

جنم ساکھی بھائی بالا والی صفحہ ۱۳۴ پر درج ہے۔ اللہ تعالےٰ نے محمد مصطفےٰ کو دُنیا کے اودہار لئی بھیجیا۔ اللہ تعالےٰ نے باوا نانک جی کو کہا تیس سپارے قرآن شریف کے ہیں چار کوٹ ورتائے۔ اور ایک ہی نام کی مہما کرو اور دوسرا میرا کوئی شریک نہیں۔ سو یہ حکم نانک درویش کو آیا ہے کہ تو جگت میں جاکر اِسدا ڈھنڈورا پھیر۔ جو کوئی حق راستی پر کھلو دے گا سو پار ہووے گا۔

مطلب۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا کیلئے نجات دہندہ بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالےٰ نے باوا نانک جی کو کہا کہ قرآن مجید کے تیس سپارے ہیں۔ اے نانک کل عالم میں اس کی تبلیغ کرو۔ اور جو حق کو قبول کرے گا وہی نجات پائے گا۔" آگے جا کر اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ باوا صاحب نے ایک قاضی صاحب

کو کہا۔ چونکہ قرآن مجید زبان عربی میں ہے اور ہندو لوگ زبان عربی کو نہیں جانتے۔ اس لئے وہ خدا کے کلام سے مستفیض نہیں ہو سکتے +

اس کے بعد حضرت باوا صاحب نے قرآن مجید کی مقدس آیتوں کا ہندی زبان میں ترجمہ کر کے ہندوؤں کے کانوں میں پہنچایا۔ تاکہ ہندو لوگ خدا کے کلام سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوا صاحب کا یہ منشاء تھا کہ ہندو دوستوں کو آہستہ آہستہ اسلام کی طرف لایا جائے تاکہ وہ ڈریں نہیں۔ اب ہم اس جگہ بطور مشتے نمونہ از خروارے ایک طرف باوا صاحب کے اقوال درج کرتے ہیں اور دوسری طرف قرآن مجید کی آیات۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوا صاحب کا کلام ہوبہو قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ ہے +

باوا نانک صاحب کے اقوال	قرآن مجید کی آیات
سوچے سوچ نہ ہووہی جے سوچے لکھ وار قیاس کرنے سے پرمیشر کا قیاس نہیں ہو سکتا خواہ لاکھوں بار قیاس کریں +	بقرع ۳۴۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ اور نہیں احاطہ کر سکتے ساتھ کسی چیز کے علم اس کے سے +
اوہ ویکھے اونہاں نظر نہ آوے بہتنا ایہو ونڈاں۔ وہ (یعنے پرمیشر) دیکھتا ہے اپنی مخلوق کو۔ مگر مخلوق اس کو نہیں دیکھ سکتی یہ بڑا بھارا تعجب ہے۔	انعام ع ۱۳ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ اس کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ مگر وہ لوگوں کی نظروں کی حقیقت کو خوب جانتا ہے۔ اور وہ باریک بین ہے
دیندا دیہہ لیندے تھک پاہم	آل عمران ع وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ

دینے والا داتا اس قدر زیادہ دیتا ہے
کہ لینے والے تھک جاتے ہیں۔

سبھناں جیاں دا اک داتا
تمام ہی جانداروں کا ایک ہی رازق ہے

نانک کاغذ لکھ مناں پڑھ پڑھ
کیجے بھاؤ مسُو توٹ نہ آوئی
لیکھن پون چلاؤ
بھی تیری قیمت نہ پوے
ہاؤں کے وڈا آکھاں ناؤ
اگر کاغذ لاکھوں من ہو ویں۔ اور پریم
سے پڑھے جاویں۔ سیاہی بھی ختم نہ ہو
کاتب بھی ہوا کی طرح زود نویس ہو
پھر بھی اے اکال پورکھ تیری قیمت
نہیں کر سکتے ہیں کس قدر بڑائی کروں
کیتا پساؤ ایک کواؤ
تس تے ہوئے لکھ دریاؤ
تمام سرشٹی کو ایک ہی شبد سے
پرماتما نے کیا ہے اور اس سے لاکھوں
جنز یزے سیارے ستارے بن گئے ۔

بِغَيْرِ حِسَابٍ
اللہ رزق دیتا ہے بغیر حساب کے
جس کو چاہے ۔

ہود ع وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ
إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔
اور نہیں کو جاندار زمین پر مگر اللہ پر
ہے روزی ۔

لقمان ع۔ وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ
شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ
مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ
كَلِمَاتُ اللَّهِ ط
اور اگر ہو یہ کہ جو کچھ بیچ زمین کے
ہے درختوں سے قلمیں۔ اور دریا ہو
سیاہی کا اس کے پیچھے ہوں سات
سمندر سیاہی کے نہ تمام ہوویں گی
باتیں اللہ کی ۔

بقر ع وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا
يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ط
جس وقت ارادہ کرتا ہے کسی امر کا
پس سوائے اس کے نہیں کہتا ہے
واسطے اس کے ہو وہ ہو جاتی ہے ۔

باوا نانک صاحب کے اقوال	قرآن مجید کی آیات
اوچو تھان سوہاوناں اوپر محل مرار سچ کرنی دے پائیے در گھر محل پیار یعنی وہ بہشت اونچا مکان ہے اسکی عمارتیں خوبصورت ہیں۔ اور راستبازی سے وہ مکان ملتا ہے اور پیار اُس محل کا دروازہ ہے جس سے لوگ گھر کے اندر داخل ہوتے ہیں +	اولٰئک یجزون الغرفۃ حسنت مستقرا ومقاما۔ یعنی جو لوگ راستباز ہیں اور خدا سے ڈرتے ہیں انہیں بہشت کے بالاخانوں میں جگہ دی جائے گی۔ جو نہایت خوبصورت مکان اور آرام کی جگہ ہے +
کیتا آکھن آکھئے آکھن ٹوٹ نہ ہو منگن والے کیتڑے داتا ایکو سو جس کے جیا پران ہیں من وسّے سکھ ہو یعنی کس قدر کہیں کہنے کی انتہا نہیں کس قدر مانگنے والے ہیں اور دینے والا ایک ہے جس نے روحوں اور جسموں کو پیدا کیا وہ دل میں آباد ہو جائے تو آرام ملے + اس جگہ باوا صاحب نے آریہ مذہب کی بھی تردید فرمائی ہے جو ارواح اور مادہ کو خدا کی مخلوق نہیں مانتے +	وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ + يَسْئَلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا + یعنی زمین پر کوئی بھی ایسا چلنے والا نہیں جس کے رزق کا خدا آپ متکفل نہ ہو وہی ایک سب کا رب ہے اور اس سے مانگنے والے تمام زمین و آسمان کے باشندے ہیں۔ جان کی قسم ہے اور اس ذات کی جس نے جان کو اپنی عبادت کے لئے ٹھیک ٹھیک بنایا کہ وہ شخص نجات پا گیا جس نے اپنی جان کو غیر کے خیال سے پاک کیا +

باوا نانک صاحب کے اقوال	قرآن مجید کی آیات
جو تدھ بھاوے سائی بھلی کار اے مالک جو تجھ کو بھاوے وہی بھلا کام ہے	کہف ع۵ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط وہ جو کچھ چاہے خدا بیچ ہاتھ تیرے کے ہے نیکی۔
دھر ترازو تولئے نویں سو گورا ہوئے ترازو یعنی تکڑی میں رکھ کر وزن کئے جاویں گے جو نویں گا یعنی بھاری ہوگا وہی فلاح پائے گا ÷	اعراف ع۱۔ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ج فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ط وزن ہونا اس دن کا حق ہے پس جو بھاری ہوگا وزن اُن کا وہ لوگ فلاح پاویں گے ÷
وڈا صاحب وڈی نائی بہت بڑا ہے وہ مالک اور بہت بڑا ہے اُس کا نام ÷	بقر ع۳۴ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وہ بڑا عظیم ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے
رامیا کے گن چیت پرانی اے انساں پرماتما کے گنوں کو یاد کر	المائدہ ع۲ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر ہیں۔
ایہہ نرگن گن کچھو نہ سوجھے یہ جیو نرگن ہے پرماتما کے کچھ گن نہیں جانتا ÷	الحج ع۱۰۔ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ط نہیں قدر جانی خدا کی حق قدر اُس کے کا ÷
سکھ وائی پون پاوک امُلا سکھ کے دینے والی ہوائیں اور آگ اَمولک تجھ کو ملی ہیں ÷	الحجر ع۲ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ الواقعہ ع۲ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ط اور بھیجا ہم نے ہواؤں کو کیا پس دیکھا تم نے آگ کو جو روشن کرتے ہو۔

قرآن مجید کی آیات	باوا نانک صاحب کے اقوال
آل عمران ع کَذٰلِكِ اللّٰہُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ ۔ اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے پیدا کر لیتا ہے اور اُس کے نشانات میں سے تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف یعنی فرق ۔	رنگی رنگی بھانی کرکر جنسی مایا جن اوپائی رنگ رنگ بھانت بھانت کر اینک طرح کی پیدایش پیدا کی ہے
ہود ع اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ وَاللّٰہُ یَحْکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ بیشک رب تیرا کر گذرتا ہے جو چاہتا ہے اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اُس کا حکم ۔	جو تس بھاوے سوئی کرسی حکم نہ کرنا جائی ۔ جس طرح اُس کو بھلا معلوم ہوتا ہے وہی کرے گا۔ اس پر حکم نہیں کیا جا سکتا ۔
التین ع اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ کیا خدا سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے ۔	سو پاتشاہ شاہاں وہ بادشاہ ہے بادشاہوں کا۔
بقر ع ۳۴ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ع سما لیا ہے کرسی اُس کی نے آسمانوں اور زمین کو ۔	آسن لوئے لوئے کھنڈار اُس کا آسن یعنی نشست گاہ کرسی ہر ایک جزائر سیاروں ستاروں میں ہے ۔
انبیاء ع فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِہٖ	جنھیں نام دھیایا گئے مشقت گھال

باوا نانک صاحب کے اقوال	قرآن مجید کی آیات
جس نے خدا کے نام کا ورد کیا ہے اور خوب محنت یعنے ریاضت کر کے دُنیا سے گئے۔ مُنہ ان کے نورانی ہوں گے	وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ط پس جو کوئی اچھے کام کرے گا اور وہ مومن ہوگا۔ پس اُس کی کوشش رائیگاں نہیں۔ اور تحقیق واسطے اُس کے لکھنے والے ہیں
جن دن کر کے کیتی رات جس نے دن کے بعد رات بنائی	آل عمران ع تُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ داخل کرتا ہے دن کو بیچ رات کے
گھٹ گھٹ کے انتر کی جانت ہر ذی نفس کے سینے کے بھیدوں سے واقف ہے۔	الملک ع اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ تحقیق وہ جانتا ہے بھید سینوں کے۔
ایکے روپ انوپ سروپا بے مثل ایک ہی سروپ ہے۔	بقر ع ۱۹ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ لَيْسَ شوریٰ ع كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اللہ تمہارا اللہ واحد ہے۔ نہیں ہے مثال اُس کے کوئی ؞
ہرن بھرن جا کا نیتر پھور تسکا نتر نہ ۔جس کے آنکھ جھپکنے سے دُنیا کا ناس یعنی فناہ ہو جائیگی۔	النحل ع وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اور نہیں حکم قیامت کا۔ مگر مانند جھپکنے آنکھ کے۔

ہم نے اسجگہ بطور نمونہ بتلایا ہے کہ باوا صاحب کے اقوال کا ماخذ قرآن مجید ہے اس کا مفصل ذکر انشاءاللہ قرآن مجید کے گورمکھی ترجمہ میں ہوگا جو تیار ہو رہا ہے اور اس پر تقریباً دس ہزار روپیہ خرچ آئیگا۔ اگر کوئی قرآن مجید سے محبت رکھنے والا صاحب توفیق توجہ کرے تو یہ طبع ہو سکتا ہے ؞

مسلمانوں کے تعلقات سکھ گوروؤں سے

(اس مضمون کے تقریباً ½ حصہ کو سکھوں کے مشہور اخبار لائل گزٹ نے اپنے اخبار میں حرف بحرف درج کیا)

بیچارے مسلمانوں کی قسمت ہی میں یہ لکھا ہے کہ یہ نیک سے نیک سلوک کریں اور اسکے عوض میں انھیں بدنام کیا جائے۔ آہ! بیچارے مسلمان بھی کس قسمت کے مالک ہیں آج اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کیا جاتا ہے مگر اسکے سلطنت کے بہترین ارکین کون تھے مہاراجہ جسونت سنگھ اور راجہ جے سنگھ وہ بے تعصب عالمگیر جس نے کانگڑہ کی مشہور و معروف جوالا مکھی مندر کے پوجاریوں کے نام یا نصدیا کم و بیش بگھہ زمین جوالا مکھی کے مندر کے واسطے ہمیشہ کیلئے وقف کی مندر کے پوجاریوں کے پاس اسوقت بھی یہ سند تانبے کے پترہ پر فارسی حروف میں لکھی ہوئی موجود ہے مگر آہ! اس بے تعصب عالمگیر کو بعض وطنی بھائیوں کی طرف سے پانی پی پی کر کوسا جاتا ہے مشہور فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیر نے ۱۶۶۸ء میں شیراز سے اپنے ایک دوست مسٹر چیپلین کو ایک چٹھی لکھی تھی جس میں وہ لکھتے ہیں "مغل اعظم گو مسلمان ہے مگر ان قدیم اور پُراز توہمات رسوم کی اجازت دے دیتا ہے کیونکہ وہ بُت پرستوں کو اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی سے روکنا نہیں چاہتا"۔

مگر ہمارے وطنی دوستوں کے نزدیک آج اس عالمگیر سے بڑھ کر اور کوئی بُرا شخص نہیں یہی حالت سکھ گوروؤں سے حُسن سلوک کے متعلق ہے مسلمان بادشاہوں نے سکھ گوروؤں کے ساتھ نیک سے نیک سلوک کئے اور شہنشاہِ اسلام ہر وقت سکھ گوروؤں کی ترقی میں کوشاں رہے ہمیشہ گورو صاحبان کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کو روا رکھا۔ اور سکھ گوروؤں کی خوشنودی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا مگر آج مسلمان بادشاہ سب سے زیادہ بدنام ہیں وہ دُنیا میں کوئی عیب نہیں جو اُنپر نہ لگایا جاتا ہو جابر وہ متعصب وہ خدا جانے اور کیا کیا کچھ انھیں نہیں کہا جاتا۔ یہ کیوں بات صاف ہے ہمارے وطنی دوستوں کو یہ بات کبھی ایک آنکھ بھی نہیں بھائی کہ وہ سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات کو اچھی نگاہ سے دیکھیں اسلئے انھوں نے خوبیوں کو تو چھپایا مگر اس کے برخلاف معمولی سے معمولی باتوں کو رائی کا پہاڑ بنا کر عجیب و عجیب رنگ آمیزیوں سے پیش کرتے رہے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ سکھ اور مسلمان جو درحقیقت بھائی

بھائی تھے جو ایک ہی وحدت اور روحانیت کے چشمہ سے شیریں کام ہوئے تھے انمیں اسقدر آزردگی اور کشیدگی اور تنفر پھیلا کہ وہ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو گئے سکھ ایک سپاہی قوم تھی اور تعلیم کیطرف ان کا خیال کم تھا۔ اس وجہ سے ہمارے وطنی دوستوں کی ان رنگ آمیزیوں نے سکھوں میں خوب کام کیا سکھ بیچارے حقیقت حال سے ناواقف تھے اسلئے جو کچھ وہ کہتے رہے سکھ دوست اعتبار کرتے رہے اور ساتھ ہی اسکے مسلمانوں سے بھی ایک بڑی بھاری کوتاہی ہوئی کہ انھوں نے حقیقت حال سے آگاہ کرنے اور از سرتا پا غلط اتہامات سے عہدہ برا ہونے سے سخت سستی سے کام لیا۔ جو مسلمانوں کے دلوں میں یہ بہت ہی کم خیال ہوا کہ سکھ صاحبان دراصل ہمارے بھائی ہیں اور بعض خودغرض لوگوں کے بیجا اتہاموں اور غلط فہمیوں سے یہ بہت دور جا پڑے ہیں حقیقت حال سے آگاہ کرکے انھیں اپنے ساتھ ملانا چاہیئے۔ مگر جوں جوں سکھ صاحبان میں تعلیم پھیلتی جائیگی وہ توں توں حقیقت حال سے آگاہ ہوتے جائینگے اور وہ وقت انشاء اللہ تعالےٰ بہت قریب ہے جب دو بچھڑے ہوئے بھائی ایک دوسرے کے گلے لگ جائیں گے۔

حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمانوں کے ساتھ مضبوط تعلقات کی نسبت ہم کافی و وافی روشنی ڈال چکے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے گورو صاحبان کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کا کیا عالم رہا۔ میری ان معلومات کا ماخذ زیادہ تر تاریخ گورو خالصہ ہے۔ آپ کے دوسرے جانشین حضرت باوا انگد جی مہاراج ایک کامل فقیر منش تھے انھیں جاہ و حشمت سے کوئی سروکار نہ تھا۔ تیسرے گورو مہاراج امرداس جی صاحب کے عہد میں فقیری و امیری ایک جگہہ جمع ہوئیں یعنی جوں جوں حضرات گورو صاحبان کا دائرہ عقیدت وسیع ہوتا گیا۔ توں توں مریدوں نے زیادہ نذر و نیاز پیش کرنی شروع کیں گو تیسرے گورو صاحب کو دنیا سے کوئی محبت نہ تھی مگر شردھا اور عقیدت کے ساتھ جو کچھ مرید نذر پیش کرتے تھے۔ وہ انکی خاطر اور خدا کا انعام سمجھ کر قبول ہی کرنا پڑتا تھا بہرحال تیسرے گورو کے عہد میں امیری اور فقیری ایک جا جمع ہوئیں۔

جب آپ کوتار پور چھوڑ گوبند وال آئے تو ایک شخص گوبند نامی نے گورو مہاراج پر دعویٰ کیا۔ وہ دعویٰ حاکم لاہور جو ایک مسلمان تھا کے حضور پیش ہوا۔ مگر حاکم نے گورو صاحب کے حق میں فیصلہ دیا حالانکہ حاکم جانتا تھا کہ گورو امرداس صاحب کا حلقہ اثر دن بدن بڑھ رہا ہے اور وہ وقت قریب ہے جب سیاسی رنگ میں موجود دیکھ کر سکھوں کو اثر رسوخ کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا مگر حاکم ہونے نے قطعاً اس بات کی پرواہ نہ کی

اور انصاف کے سامنے سر جھکاتے ہوئے گورو صاحب کے حق میں فیصلہ دیا۔ مگر کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے گورو صاحبان پر تشدد کیا۔ میں کہتا ہوں صرف انصاف ہی نہیں بلکہ انصاف سے کئی درجہ بڑھ کر جسے شاہانہ شفقت اور لطف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے وہ ہمیشہ گورو صاحبان کے لئے شاہنشاہانِ مغلیہ نے روا رکھا۔ اکبر نے گورو صاحب اور انکے مریدوں کے لئے محصول راہداری معاف کر دیا اور باولی بنوادی۔ سمت ۱۶۳۳ بکرمی میں اکبر بادشاہ لاہور کو جاتا ہوا گورو رامداس جی کو ملا موضع سلطان ونڈ اور تونگ وغیرہ کے نواح کی زمین کو گورو صاحب کے ساتھ شامل کر دیا۔ اور انھیں سند معافی لکھ دی۔ اس میں کم از کم ۲۸ ہزار بگہ زمین ہوگی اور بہت کچھ نقد بھی گورو صاحب کے پیش کیا۔ اب خدارا غور کیجئے کہ سکھ گوروں کے ساتھ مسلمان بادشاہوں کے تعلقات کیسے شفقانہ اور ہمدردانہ تھے مگر بدنام کیا جاتا ہے تو مسلمانوں کو۔ ان مراعات کو روا رکھتے ہوئے بھی ہمارے بعض دوستوں کے نزدیک مسلمان بادشاہوں سے بڑھ کر اور کوئی متعصب اور ظالم نہیں تھا ۔

آیئے اب پانچویں گورو کے حالات پر نظر ڈالیئے اور دیکھئے کہ اس درویش صفت بزرگ کے تعلقات مسلمان فقراء اور صوفیاء سے کیسے مخلصانہ تھے۔ دربار صاحب امرتسر کی عظمت اور احترام کس دوست سے پوشیدہ ہے ہندوؤں کے ہاں کاشی اور پریاگ کا تیرتھ اور مسلمانوں کے ہاں جو کعبہ شریف عظمت رکھتا ہے وہی عظمت سکھ دوستوں کے ہاں دربار صاحب امرتسر کی ہے۔ ایسے عظیم الشان اور محترم تیرتھ اور معبد کے لئے جب بنیادی پتھر رکھنے کا وقت آیا۔ تو اسوقت بڑا جوڑ میلا اور جلسہ کیا گیا۔ بڑے بڑے دور دراز سے سکھ اور "سنگتیں" جمع ہوئیں مگر ایسے شبھ وقت یعنی نیک تقریب اور ایسے عظیم الشان معبد کے سنگ بنیاد رکھنے کے لئے اگر پسند کیا گیا تو حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کو۔ حالانکہ اسوقت ہندوؤں کے بڑے بڑے پنڈت اور رشی وغیرہ بھی ہونگے جو ہندوؤں کے ہاں خاص عظمت اور احترام رکھتے ہونگے مگر بنیادی پتھر کے لئے گورو ارجن دیو جی مہاراج نے اگر پسند کیا تو حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کو۔ جو ایک مسلمان ولی اور صوفی منش تھے۔ اینٹ رکھتے وقت حضرت میاں میر صاحب سے اینٹ ٹیڑھی رکھی گئی اور معمار نے سرکا کر سیدھی کر دی۔ گورو صاحب نے معمار کو مخاطب کر کے کہا کہ غضب کر دیا۔ ایک پاک اور مطہر اور پاکیزہ ہاتھوں کی رکھی ہوئی اینٹ کو تم نے سرکا دیا اب اسکا یہ نتیجہ ہوگا کہ ایکدفعہ یہ مندر گریگا اور پھر دوبارہ بنیگا۔ چنانچہ احمد شاہ کے پنجاب میں آنیکے وقت ایسا ہی ہوا۔ آہ اب خدارا غور کیجئے کہ گورو صاحبان کے تعلقات مسلمان صوفیاء اور فقراء سے کیسے تھے۔ خدا کے

کہ ہم بھی گورو صاحبان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں تاکہ ہمارے تعلقات بھی عمدہ سے عمدہ نظر آئیں اور ہم ایکدوسرے سے بھائیوں کی طرح ملیں تاکہ ہمارے بزرگوں کی ارواح خوش ہو کر ہمارے حق میں آشیرباد بھیجیں اور نیک دُعائیں کریں + جب گورو ارجن دیو صاحب نے لاہور میں باولی بنوائی تو حسن خان حاکم لاہور نے باولی بنانے میں گورو صاحب کو خاص مدد دی۔ پھر اسکے بعد آپکے بھائی پرتھی چند نے گورو صاحب کے خلاف دعویٰ کیا حالانکہ یہ صحیح بات ہے کہ سکھ اسوقت دن بدن ترقی کر رہے تھے۔ شاہِ وقت اس بات سے غافل نہ تھا کہ سکھوں کی جماعت ترقی کر رہی ہے اور ایک نہ ایک دن یہ حکومت کے لئے تکلیف کا موجب ہو سکتے ہیں مگر مسلمان حاکموں نے ہمیشہ گورو صاحبان کا پکش لیا۔ وہ قطعاً نہیں چاہتے تھے کہ گورو صاحبان کو ہماری طرف سے کوئی تکلیف پہنچے اسلئے مسلمان بادشاہوں نے گورو صاحبان کی عظمت کو مقدم رکھا اور پرتھی چند کے دعویٰ کو خارج کر دیا۔ اور گورو صاحب کے حق میں فیصلہ دیا + پھر چندولال نے جو وزیر مال تھا۔ اس نے حاکمِ وقت کے حضور شکایت کی کہ گورو صاحب نے ایک کتاب (آدھ گرنتھ صاحب) بنائی ہے اور اسمیں مسلمانوں کی بہت توہین کی گئی ہے۔ گرنتھ صاحب کو دربار میں لایا گیا۔ اور جب گرنتھ کو جگہ بجگہ سے کھولکر سُنا گیا تو اسمیں اسلام کی تعریف پائی گئی۔ حاکم وقت نے خوش ہو کر بہت کچھ نذر و نیاز دی اور لگان معاف کر دیا۔ اب غور کیجئے ایک ہندو چندولال نامی گورو صاحب کے خلاف چُغلی کھاتا ہے مگر مسلمان حاکم گورو صاحب کو نذر اور انعام و اکرام سے مالامال کر دیتا ہے مگر حیرت اور تعجب یہ ہے کہ پھر بدنام مسلمان + پھر اسکے بعد دیکھو کہ چندولال نے گورو صاحب کے ساتھ کیا سلوک کیا پہلے جھوٹی چغلی کھائی کہ گورو صاحب نے ایک کتاب بنائی ہے جسمیں اسلام کے برخلاف لکھا ہے جب اسمیں بھی چندولال شرمسار ہوا۔ تو پھر اُس نے گورو صاحب کو ایذا پہنچانے کیلئے اور راہ نکالی۔ گورو صاحب کے ہاں اپنی لڑکی کا ناطہ کرنا چاہا مگر گورو صاحب نے انکار کر دیا۔ بس پھر کیا تھا چندولال کے غیض و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ ان دنوں جہانگیر تو کشمیر کیطرف گیا ہوا تھا انکی عدم موجودگی میں چندولال ہی سیاہی و سفیدی کا مالک تھا لکھا ہے کہ اُسنے گورو صاحب کو بُلا کر پھر ناطہ کی بات چھیڑی۔ گورو صاحب نے انکار کر دیا۔ لکھا ہے کہ پھر اس نابکار دُشٹ نے جیٹھ اور اساڑھ کی جلتی بلتی دھوپ میں گورو صاحب کو برہنہ بٹھلا کر جلتی بلتی ریت آپکے جسم پر ڈالنی شروع کی۔ آبلے نکل آئے مگر خدا کے بھگتوں میں جو استقلال ہوتا ہے ان کا ماٹو یہی یہ ہوتا ہے۔ "جان جائے پر آن نہ جائے" اس حالت میں حضرت میاں میر صاحب نے گورو ارجن دیو جی مہاراج کو کہلا بھیجے

ہیں کہ میں شاہ وقت کو اس پاپی کے جور و ظلم سے اطلاع دیتا ہوں اور خود اس سفاک کے حق میں بد دعا کرتا ہوں مگر گورو صاحب حضرت میاں میر صاحب کو یہ جواب بھیجتے ہیں کہ آپ میرے حق میں یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس امتحان میں مجھے صابر رکھے میرا دل ڈاواں ڈول نہ ہو۔ باقی پاپی کے مارنے کو پاپ مہابلی ہے۔ غور کیجیئے کہ گورو صاحب مکرم کو حضرت میاں میر صاحب پر کسقدر حسن عقیدت تھی مگر اسقدر دکھ اور تکالیف و مصائب پہنچا کر بھی دشٹ چندو لال کا دل ٹھنڈا نہ ہوا اس ظالم اور سفاک نے کھولتے ہوئے پانی کی دیگ میں گورو صاحب کو ڈالدیا۔ غرضیکہ بیرحم اور ظالم نے اس طرح گورو صاحب کو ایذائیں اور تکالیف دیکر گورو صاحب کی جان لی +

پیارو! دیکھو!! خدا را غور کرو کہ چندو لال ظالم نے گورو صاحب کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کیا دنیا میں اس ظلم صریح کی اس سے بڑھ کر بھی کہیں نظیر ملسکتی ہے مگر بدنام بیچارے مسلمان۔ خدا را غور کیجیئے کہ مسلمانوں نے گورو صاحبان کے ساتھ کیا حسن سلوک کئے اور اسکے مقابلہ میں چندو لال وغیرہ نے گورو صاحبان کے ساتھ کیا سلوک کئے مگر حیرت اور تعجب یہ کہ پھر بدنام بیچارے مسلمان +

اسکے بعد چھٹے گورو ہر گوبند صاحب کا عہد شروع ہوا۔ آپ سب سے پہلے گورو ہیں جنھوں نے کمر میں تلوار باندھی۔ آپ جب لاہور تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ حضرت میاں میر صاحب شیخ جان محمد صاحب لاہوری شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شیخ کرم شاہ صاحب سے ملے اور انکے ساتھ گیان دھیان کی باتیں کیں۔ اس جگہ اسوقت ہندو پنڈت اور سنیاسی وغیرہ بھی ہونگے مگر گورو صاحب نے اپنی ملاقات کے لئے مسلمان صوفیاء کو ترجیح دی۔ چندو لال اور آپکے چچازاد بھائی مہربان جہانگیر کے پاس گورو صاحب کی شکایت کی کہ گورو صاحب باقاعدہ فوج رکھتے ہیں اور حکومت کا جوا اتارنا چاہتے ہیں مگر جہانگیر قطعاً بدظن نہوا اور معاملہ کو یونہی ٹالدیا حالانکہ جہانگیر خوب جانتا تھا کہ گورو صاحب نے تلوار کمر میں باندھ لی ہے باقاعدہ فوج رکھتے ہیں اور یہ ضرور کسی نہ کسی وقت سلطنت کے لئے موجب فکر ہونگے۔ مگر جہانگیر نے باوجود شکایت ہونے کے بھی اسبات کو گئی آئی کردیا۔ کیا اس سے یہ صریح نتیجہ نہیں نکلتا کہ جہانگیر جناب گورو صاحب کی صریح رعایت کرنا چاہتے تھے مگر آہ پھر بدنام ہیں تو بیچارے مسلمان +

اب غور کیجیئے کہ مہربان اور چندو لال کی شکایت سنکر جہانگیر نہ صرف ٹال ہی دیتا ہے بلکہ وزیر خان نائب وزیر اور غنچہ بیگ دو ہزاری کو سوا دو سو اشرفیاں دیکر گورو صاحب کے پاس بھیجتا ہے اور گورو صاحب

کے واجب الاحترام پتا کی تعزیت کرتا ہے۔ خدارا غور کیجیئے مسلمانوں کے حسن سلوک پر اور توجہ دیجئے۔ پرتھی لعل چندو لال وغیرہ کے سلوک پر۔ مگر بدنام بیچارے مسلمان + ابھی اکتفا نہیں ذرا اور آگے چلیئے۔ گورو ہرگوبند صاحب جہانگیر کے ملنے کیلئے دہلی آئے تو جہانگیر بکمال تعظیم سے پیش آیا۔ پانصد روپیہ ماہانہ گورو صاحب کا خرچ مقرر کیا کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور حسن سلوک کی مثال مل سکتی ہے مگر تعجب ہے تو یہ کہ پھر بدنام بیچارے مسلمان +

جب چندو لال نے گورو صاحب کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کرا دیا تو پھر وزیر خان حضرت جلال الدین سجادہ نشین حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت میاں میر صاحب کی سفارش سے گورو صاحب کو قلعہ گوالیار سے رہائی ملی تو گورو صاحب نے یہ کہلا بھیجا کہ جب تک دوسرے شاہی قیدیوں کو بھی رہا نہ کیا جائے میں رہا نہیں ہونگا اور محض گورو صاحب کی خاطر پچیس ہندو راجاؤں کو جو سلطنت کے باغی تھے چھوڑ دیا گیا۔ دیکھو خدارا غور کرو یہ گورو صاحب کی کسقدر خاطر داری ہے ایک شخص کی خاطر پچیس ۲۵ شاہی قیدیوں کو چھوڑ دیا گیا اس سے بڑھ کر بھی کہیں خاطر داری کی مثال مل سکتی ہے کوئی سلطنت کسی کی خاطر اسقدر رعایت روا نہیں رکھیگی مگر گورو صاحب کی خاطر یہ سب کچھ روا رکھا گیا مگر تعجب اور حیرت کی جا ہے تو یہ کہ پھر بدنام بیچارے مسلمان +

جہانگیر نے خوش ہو کر گورو صاحب کو سات ضرب توپ اور ڈیڑھ ہزار سپاہ رکھنے کیلئے حکم دیا۔ اور پنجاب کی نگرانی بھی گورو صاحب کے سپرد کی گئی۔ ایک دن موقع پا کر گورو صاحب نے چندو لال کی حرکات و سکنات کا ذکر کیا جرم ثابت ہونے پر دشٹ چندو لال گورو صاحب کے حوالہ کیا گیا۔ گورو صاحب اس پاپی کو جوتوں سے پیٹتے امرتسر لائے گدھے پر چڑھا کر تشہیر کیا اور گرم ریت ڈالکر پورا انتقام لیا۔ اب غور کیجئے کہ وہ مسلمان شہنشاہ جس نے گورو صاحب کے حوالے پنجاب کی نگرانی کی سات ضرب توپ اور ڈیڑھ ہزار فوج رکھنے کا اختیار دیا۔ گورو صاحب کے واجب الاحترام باپ کے قاتل اور سلطنت کے معزز عہدیدار کو گورو صاحب کے قطعی حوالہ کر دیا۔ جنہوں نے دل کھولکر کا حقہ بدلہ لیا مگر پھر بدنام بیچارے مسلمان + کشمیر کو جاتے ہوئے جہانگیر گورو صاحب کے لئے بہت سے تحائف لائے اور گورو صاحب کو اپنے ساتھ کشمیر لے گئے اور راستہ میں رؤسا وغیرہ سے گورو صاحب کو نذر و نیاز دلاتے گئے جب جہانگیر سے اجازت لیکر گورو صاحب واپس ہوئے تو راستہ میں گجرات میں شاہ دولے شاہ سے ملکر گورو صاحب بہت خوش ہوئے +

جب شاہجہان تخت پر بیٹھا تو گورو صاحب متوفی بادشاہ کی تعزیت اور نئے بادشاہ کی تہنیت کے لئے لاہور آئے گورو صاحب کے چچا زاد بھائی مہربان اور چندو لال کے بیٹے کرم چند نے شاہجہان کے دربار میں گورو صاحب کی بدگوئی اور باپ کے

قصاص کا علی الترتیب دعویٰ کیا مگر ہر دو مقدمات وزیر خان کی سفارش سے خارج ہو گئے۔ اب غور کرو کہ جس صورت میں گورو صاحب کے چچا زاد بھائی نے گورپائی کا دعویٰ کیا تھا اگر شاہجہان چاہتا تو مہربان کے حق میں فتویٰ دے کر سکھ صاحبان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دو جگہ تقسیم کر سکتا تھا مگر شاہجہان گورو صاحب کا ہمدرد اور خیر خواہ تھا اسلئے نہ صرف یہی کہ آپکے چچا زاد بھائی کا ہی دعویٰ خارج کر دیا بلکہ ساتھ ہی اسکے کرم چند خلف چندو لال کے دعوے قصاص پدر کو بھی ڈسمس کر دیا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ گورو صاحب کو ایک خلعت فاخرہ بھیجا مگر حیرت اور تعجب یہ کہ پھر بدنام بیچارے مسلمان +

جب گورو صاحب ہرگوبند پور میں پہنچے بھگوانا کھتری نے آپکا مقابلہ کیا مگر مارا گیا۔ اور گورو صاحب نے اسکے مکان کی جگہ مسجد بنوادی اور اسکی حفاظت مسلمانوں کے سپرد کی۔ بھگوانا اور مہربان دہلی پہنچے اور گورو صاحب کو سلطنت کا باغی قرار دیکر فوج کشی کے لئے ترغیب دلائی۔ مگر وزیر خان کی سفارش سے بات رفت گذشت ہوگئی +

پھر دہیر مل نے خود گورو بننے کی دلمیں ٹھانی اور حاکم وقت سے مدد طلب کی۔ مگر شاہجہان نے دھتکار دیا بھگوانا وکرم چند نے شکایت کی کہ گورو صاحب کیرت پور میں باغی رکھتے ہیں مگر حسن علی شاہ عرب نے بادشاہ کو سمجھا کر معاملہ ٹال دیا جب گورو صاحب کیرت پور تشریف رکھتے تھے۔ نواب مالیر کوٹلہ نواب مورنڈہ۔ نواب روپڑ گورو صاحب سے ملاقات کرتے رہے اور داراشکوہ نے پنجاب کی نگرانی گورو صاحب کے سپرد کی۔ رام رائے بڑے بھائی نے گورو ہرکشن پر جنکی عمر چھ سال کی تھی دعویٰ کیا مگر عالمگیر نے خارج کر دیا۔ کون عالمگیر؟ وہ عالمگیر جسے ہمارے وطنی دوست پرلے درجے کا متعصب اور ظالم کہتے ہیں + پھر عالمگیر نے گورو صاحب کو بلانے کے لئے راجہ جے سنگھ سوائی کو بھیجا گورو صاحب آپکے ہمراہ دہلی تشریف لائے اور راجہ جے سنگھ سوائی کے دولتخانہ میں فروکش ہوئے مگر گورو صاحب نے حاضر دربار ہونے سے انکار کیا جسے عالمگیر نے مطلقاً برا نہیں منایا۔ الٹا اپنے بیٹے شہزادہ معظم بیگ کو بہت سے تحفے تحائف دیکر گورو صاحب کے پاس بھیجا اور ان تحائف میں ایک سیاہ پشمینہ کی سیلی بھی تھی جو گورونانک صاحب کی نشانی تھی۔ گورو صاحب نے اور تحائف تو واپس کر دیئے صرف سیاہ پشمینہ کی سیلی گورو صاحب کا نشان سمجھ کر لے لی۔ گورو صاحب کی اس بے نفسی کا عالمگیر پر بہت اثر ہوا۔ وہاں گورو صاحب چیچک سے بیمار ہوگئے۔ عالمگیر خود گورو صاحب کی عیادت کو آیا +

آپکے بعد گورو تیغ بہادر گورپائی کی گدی پر بیٹھے۔ مگر دہیر مل نے دشمنی سے گورو صاحب کا سب مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور ایک بار گورو صاحب پر اس نے بندوق کا فائر بھی کر دیا مگر نشانہ خطا گیا۔ اور گورو صاحب بال

بال بچ گئے۔ پھر گورو صاحب امرتسر دربار صاحب کے درشنوں کو آئے تو وہاں کے پوجاریوں نے مندر کے دروازے بند کر لئے۔ پیارو پجاری کون تھے ہندو یا مسلمان؟ گورو صاحب نے امرت سر سے دو میل کے فاصلہ پر رہائش اختیار کی مگر سورج مل نے وہاں بھی گورو صاحب کو آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ اسلئے آپنے دریائے ستلج کے کنارے پر رہائش اختیار کی انند پور بسایا۔ دہیر مل نے رام رائے کو ابھارا۔ انہوں نے بادشاہ کے حضور گورو صاحب کے خلاف دعویٰ دائر کیا مگر عالمگیر نے خارج کر دیا۔ کون عالمگیر وہی جسے ہمارے وطنی بھائی از تا پا متعصب کہتے ہیں موقع پا کر دہیر مل رام رائے وغیرہ نے عالمگیر کے دربار میں پھر شکایت کی کہ گورو تیغ بہادر اور حافظ آدم نیور مرید مجدد الف ثانی سرہند نے اپنے پاس ڈاکو جمع کر رکھے ہیں دن دہاڑے ڈاکے ڈلواتے ہیں اور ہم انکے دست تعدی سے بہت تنگ آ گئے ہیں یہ شکایت سن کر عالمگیر نے گورو صاحب اور حافظ آدم نیور کو دہلی بلوایا۔ گورو صاحب سیف علیخان سیف آباد اور سامانہ میں محمد بخش افغان کے ہاں ٹھہرتے ہوئے دہلی پہنچے۔ عالمگیر نے کہا کہ ہر طرف دہائی مچ رہی ہے آپ استحصال بالجبر کیوں کرتے ہیں گورو صاحب نے کہا کہ میں فقیر ہوں فقیروں کو ان باتوں سے کیا تعلق۔ لوگ غلط کہتے ہیں عالمگیر نے اعتبار کر لیا۔ اور ہندوؤں کا دعویٰ خارج کر دیا۔ عالمگیر نے کہا آپ فقیر ہیں کوئی کرامت دکھائیں گورو صاحب نے کہا کہ میں یہ تعویذ گلے میں باندھتا ہوں آپ بیشک تلوار کا وار کریں میرا سر نہیں کاٹا جائیگا۔ بطور آزمائش میں اپنے آپ کو جلاد کے سامنے پیش کرتا ہوں جلاد نے تلوار ماری سر کٹ گیا۔ تعویذ میں یہ لکھا تھا سر دیا سِر (راز) نہ دیا۔ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو سخت افسوس ہوا کہ گورو صاحب ناحق قتل ہوئے مگر اب کیا ہو سکتا تھا تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اب پچھتانے ہاتھ ملنے اور سر دھننے سے کیا فائدہ تھا۔ اب گورو صاحب کا زندہ ہونا ناممکن تھا۔ حافظ آدم نیور پر استحصال بالجبر ثابت ہوا اور اُسے جلاوطنی کی سزا دیگئی +

آپکے بعد گورو گوبند سنگھ صاحب گوربانی کی گدی پر رونق افروز ہوئے۔ جب سری گورو گوبند سنگھ صاحب کے سر پر سے انکے والد مکرم کا سایہ اٹھ گیا۔ تو گورو صاحب انند پور میں تنہائی میں رہکر ایشور کی بھجن بندگی میں مصروف ہوئے اور اسی اثنا میں پہاڑی راجہ بھیم چندر گورو صاحب سے ملنے کیلئے آیا۔ جب بھیم چندر نے آکر دیکھا کہ گورو صاحب کے ساتھ بہت سے سکھ ہیں اور اُن کا توحید کا پرچار دن بدن بڑھ رہا ہے اور ہندو لوگ بت پرستی کے جال کو اُتار کر جوق در جوق گورو صاحب کے قدموں میں آکر توحید کے شیدا بن رہے ہیں۔

راجہ بھیم چندر جو سیاسی جوڑ توڑ میں ایک خاص ید طولیٰ رکھتا تھا اسکی دُور بین نگاہیں فوراً بھانپ گئیں کہ یہ وقت ہے ابھی ابتدا ہے دریا کا پانی اب دہانہ سے نکل رہا ہے اب وقت ہے کسی نہ کسی طرح اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو جو ہندوؤں کو بُت پرستی سے آزاد کرکے توحید کیطرف لا رہا ہے ایک زبردست بند لگا دیا جاوے ورنہ اگر خاموشی سے کام لیا گیا تو اس کا یہ لازمی نتیجہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ سب ہندو ہمارے حلقہ بگوشی سے آزاد ہو کر بُت پرستی سے مُنہ پھیر کر توحید کے گرویدہ ہو جائینگے اور جسقدر لوگ بُت پرستی سے مُنہ پھیر توحید کی طرف آئینگے اتنا ہی ہماری طاقت اور ثروت اور رُعب میں فرق آجائیگا۔ کوئی ایسی راہ اختیار کی جاوے جس سے ایک کرشمہ دو کار برآمد ہوں یعنی مجھ پر کوئی حرف بھی نہ آئے اور ابتدا میں ہی گورو گوبند صاحب کے مشن کو ایک ایسا زبردست دھکا لگا دیا جاوے جس سے اسکی بڑھتی ہوئی طاقت کو ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچ جائے چنانچہ یہ سوچ راجہ بھیم چندر نے گورو گوبند سنگھ صاحب سے ایک سفید ہاتھی جو انکے ایک عقیدت کیش راج کمار نے نذر کیا تھا مانگا گورو صاحب نے اس لغو مطالبہ کو رد کر دیا۔ بس پھر کیا تھا بلی بھاگو چھینکا ٹوٹا۔ ایک ہزار فوج لیکر راجہ بھیم چندر گورو صاحب پر پل پڑا۔ آگے گورو صاحب نے بھی مقابلہ کیا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ بھیم چندر شکست فاش کے ساتھ واپس لوٹا یہ واقعہ سُن سید بڈھن شاہ ساڈھوروی گورو صاحب کے پاس پہنچا اور آکر کہا کہ مجھے یہ سُن کر حد سے زیادہ تکلیف ہوئی کہ راجہ بھیم چندر نے بلاوجہ اور بلا سبب آپکو اس خلجان میں ڈالا۔ اگر آئندہ کیلئے آپکو اس قسم کی کوئی تکالیف پہنچے تو آپ بے تکلف مجھے اطلاع دیں میں آپکی خاطر ہر طرح کی اعانت کرنیکے لئے تیار ہوں اور آپ کے لئے ہر مشکل سے گذرنا آسان سمجھتا ہوں۔ دوستو! اب خیال کرو کہ ایک طرف تو ایک ہندو راجہ بلاوجہ اور بلا سبب گورو مہاراج سے جنگ زرگری ٹھانتا ہے اور پورے شان و شوکت اور ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ گورو صاحب کی طاقت کو کچلنے کیلئے میدان میں آتا ہے۔ دوسری طرف سید بڈھن شاہ ساڈھوروی گورو صاحب کے پاس آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ مجھے یہ سُنکر بہت تکلیف ہوئی کہ راجہ بھیم چندر نے بلاوجہ اور بلا سبب آپ سے برسرِ پرخاش ہو کر آپکو اسقدر پریشانی میں ڈالا۔ اگر آئندہ کیلئے راجہ بھیم چندر کیطرف سے کوئی ایسا واقعہ پیش ہو تو آپ مجھے فوراً اطلاع دیں میں ہر طرح سے آپکی اعانت کرنیکے لئے حاضر ہوں پیارو غور کرو کہ ایک مسلمان سید کس طرح گورو صاحب کی اعانت کیلئے اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے مگر افسوس کہ پھر بھی یارانِ مطلب نے غلط فہمیوں کے طومار باندھکر بیچارے مسلمانوں کو ہی بدنام کیا۔ بھیم چند جب ہر طرح

شکست فاش کھا کر لوٹا تو بھلا اسکی طبیعت کس طرح اور کیسے نچلی بیٹھ سکتی تھی وہ اسی جوڑ توڑ میں دن رات مصروف رہا کہ کوئی ایسا حیلہ بہانہ تراشا جائے اور اس طاقت کے ساتھ حملہ کیا جائے کہ گورو صاحب کو ایک ناقابل برداشت نقصان پہنچ جائے چنانچہ یہ رائے قائم کر کے راجہ بھیم چند نے راجہ کرپال چند والئے کٹوچی راجہ کبیری چند والئے جسووال راجہ سکھ دیو والئے جسروٹھ راجہ ہری چند والئے ہنڈورہ اور راجہ پرتھی چند والئے ڈدوال اور راجہ فتح چند سرینگر کو بلا کر دعوت دی اور ان سب پہاڑی راجاؤں کے سامنے راجہ بھیم چند نے یہ بیان کیا کہ تم جانتے ہو کہ مورتی پوجا دیوی دیوتا پوجا تیرتھ یاترا ویدوں کی عبادت جنیو یا چوٹی کا رکھنا یہ ہندو دھرم کے عقائد عظیمہ ہیں یہ ہندو دھرم کے وہ اصول ہیں جس پر ہندو دھرم قائم ہے مگر کیا آپ آنکھیں موند کر سو رہے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ نے ہمارے ان ہندو دھرم کے عقائد کی سخت مخالفت کر رہا ہے اور اس ہمارے مذہبی اصولوں کی جڑ و بیخ زیر و زبر رکھدیا ہے کثرت سے ہندو لوگ جنیو اتار چوٹی کٹوا تیرتھ یاترا اور ویدوں کو خیرباد کہے یا یوں سمجھو کہ ہندو دھرم کو تلانجلی دے گورو گوبند سنگھ کے حلقہ بگوش ہو رہے یہ دیکھ تمہیں کس طرح آرام کی نیند آتی ہے کیا تم پسند کرتے ہو کہ اس طرح ہمارے مذہبی عقائد کی توہین ہو ابھی وقت ہے امنڈے ہم اس بڑھتے ہوئے سیلاب کی رو کو روک سکتے ہیں اور اگر جلدی اور سستی سے کام لیا گیا تو پھر گذرا ہوا وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔ پھر کف افسوس ملنے اور لکیر پیٹنے اور سر دھننے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اس زبردست تقریر کا افسوں پہاڑی راجوں پر چل گیا سب پہاڑی راجوں نے ہم آہنگ ہو کر کہا کہ ہم حاضر ہیں چنانچہ یہ قرار پایا کہ ساتوں کے ساتوں پہاڑی راجگان اپنی متفقہ طاقت سے گورو صاحب پر یک لخت حملہ کر دیں اور گورو صاحب کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ہمیشہ کیلئے ایک ناقابل برداشت صدمہ پہنچا دیں چنانچہ اس قرارداد کے بعد ساتوں کے ساتوں پہاڑی راجوں نے گورو صاحب پر چڑھائی بول دیا۔ جہانگیر کے عہد سے گورو صاحب کو دو ہزار فوج رکھنے کی اجازت تھی۔ پہاڑی راجوں کا متفقہ جمگھٹا دیکھ کر پانصد حلوا مانڈا کھانیوالے تو اسی وقت علیحدہ ہو گئے باقی صرف ڈیڑھ ہزار کے قریب رہ گئے مثل مشہور ہے

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست در پریشاں حالی و در ماندگی

سید بدھو شاہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ اس طرح سے ساتوں کے ساتوں پہاڑی راجے اپنی مجموعی طاقت سے گورو صاحب پر حملہ آور ہوئے ہیں اور بھرتی پانصد حلوا مانڈا کھانیوالے چیلے بھی گورو صاحب سے الگ ہو گئے ہیں تو سید بدھو شاہ دو ہزار کی پیادہ فوج لیکر گورو صاحب کے پاس آ حاضر ہوا تین دن تک بڑی زبردست

لڑائی ہوئی۔ آخر تین دن کے زبردست معرکہ کے بعد راجہ ہری چند گورو صاحب کے ہاتھوں سے مرا اور دوسرے پہاڑی راجگان پیٹھ دکھا کر میدان سے بھاگ نکلے۔ سید بدھن شاہ کا لڑکا بھی اسی لڑائی میں مارا گیا۔ پیارو غور کرو کہ ساتوں کے ساتوں ہندو پہاڑی راجے گورو صاحب پر اپنی متفقہ طاقت سے حملہ آور ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم گورو صاحب کی طاقت کو ہمیشہ کیلئے توڑ کر رکھ دیں۔ ایسے نازک وقت میں پانصد حلوا مانڈا کھانیوالے سکھ بھی جدا ہو جاتے ہیں ایسے آڑے اور نازک وقت میں بیگانے تو بیگانے اپنے بھی جدا ہو جاتے ہیں ذرا آپ اس بھیانک نظارہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے لاؤ دشمن اپنی متفقہ طاقت سے چاروں طرف گھیرے ہوئے ہے ایسی ڈراؤنی حالت میں اور تو اور اپنے بھی علیحدہ ہو جاتے ہیں ہاں اس آڑے وقت اور بھیانک تماشا اور پرخطر حالت میں اگر کوئی کام آتا ہے اور شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کیلئے بندوقوں کی گولیوں کی باڑ کے سامنے تلوار کی دھار کے مقابل میں تیر و تفنگ کی تیز نوکوں کے سامنے اگر کوئی اپنی چھاتی پھیلاتا ہے تو وہ سید بدھن شاہ ساڈھوروی تھے جنہوں نے ایسے وقت میں دو ہزار فوج دی اور اسی لڑائی میں سید بدھن شاہ کا پیارا لڑکا بھی کام آیا۔ پیارو غور کرو کہ اس نازک وقت میں ہندوں نے گورو صاحب کے ساتھ سلوک کیا؟ اور پھر مسلمانوں نے گورو صاحب پر کس طرح اپنی جانیں قربان کیں یہ سب باتیں قابل غور ہیں مگر کس قدر تعجب اور حیرت کی جا ہے کہ پھر بدنام ہوں تو بیچارے مسلمان۔ ہماری دل و جان سے یہ دعا ہے کہ جس طرح ایام اولی میں سکھ اور مسلمانوں کا باہمی اتفاق تھا دو نو بھائی بھائی تھے ایک دوسرے کے زبردست غمگسار تھے ایک کیلئے دوسرا اپنی جان کو جوکھم میں ڈالدینا بہت ہی معمولی بات سمجھتا تھا خدا کرے کہ اب بھی انہی پریم اور محبت کی لہران دونوں بھائیوں میں دوڑ جائے اور ایک دوسرے کے ساتھ بچھڑے ہوئے دو پانیوں کیطرح ملجائیں اسقدر تکالیف دینے کے بعد بھی راجہ بھیم چند کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ اب اس نے ایک نہایت ادق اور زبردست چال چلی کہ اس نے گورو صاحب کے ساتھ صلح کی طرح ڈالی جسکی تہہ میں یہ غرض پنہاں تھی کہ کسی نہ کسی طرح شاہان مغلیہ کی صحبت میں گورو صاحب کو لایا جائے اور مغلیہ خاندان کے ساتھ گورو صاحب کی ٹھن جائے۔ گورو صاحب جوان دنیوی چالوں سے ناآشنا تھے وہ بھیم چند کی اس گہری سازش میں آگئے اور بھیم چند کا داؤ چل گیا جب راجہ بھیم چند نے گورو صاحب کے حضور حاضر ہو کر اپنی پچھلی کرتوتوں پر اظہار ندامت کیا تو گورو صاحب نے نہایت خندہ پیشانی سے انھیں معاف کر دیا۔ اور گورو صاحب سے اس نے یہ عہد لے لیا کہ اگر آئندہ کے لئے مجھ پر کوئی مصیبت آئے تو آپ میری مدد فرماویں راجہ بھیم چند اس بات کو بخوبی جانتا تھا کہ جان جائے تو جائے مگر گورو صاحب

اپنے قول اور عہد کو نہیں توڑ سکتے یہ اطمینان حاصل کرنے کے بعد راجہ بھیم چند نے شاہانِ دہلی کو خراج دینے سے انکار کر دیا یہ دیکھ کر صوبہ سرہند نے ایک دستہ راجہ بھیم چند کی سرکوبی کیلئے بھیجا۔ راجہ بھیم چند نے گورو صاحب سے مدد طلب کی۔ گورو صاحب جو قول کے پکے اور عہد کے پورے تھے جنکی زبان پر اپنے واجب الاحترام پتا کا یہ قابلِ قدر قول تھا:۔ ؎

بانہہ جنہاں دی پکڑیئے سر دیجے بانہہ نہ چھوڑیئے — گورو تیغ بہادر بولیا دھر پیئے دھرم نہ چھوڑیئے

مطلب جس کا تم بازو پکڑ لو مضائقہ نہیں خواہ وہ تمہارا خطرناک سے خطرناک دشمن بھی کیوں نہ ہو پھر تم اسکی خاطر اپنی جان تک لڑا دو مگر اپنے عہد پر مضبوطی سے قائم رہو۔

راجہ بھیم چند نے شہنشاہ مغلیہ کو خراج دینے سے انکار کر دیا یہ دیکھ فوجدار علاقہ نے ایک چھوٹا سا دستہ راجہ بھیم چند کو راہ راست پر لانے کیلئے بھیجا بس پھر کیا تھا وعدہ کے مطابق راجہ بھیم چند نے شری گورو گوبند سنگھ صاحب سے مدد طلب کی گورو صاحب جو قول کے پکے تھے اور اپنے واجب الاحترام والا بزرگوار کا مذکورہ بالا قول ہر وقت جنکے پیش نظر تھا پھر کیسے اور کس طرح ہو سکتا تھا کہ گورو صاحب اپنے وعدے سے باز رہتے بھیم چند کی چالاکیوں سے بے خبر ہو کر شاہی فوج کے مقابلہ کیلئے گورو صاحب نے اپنے آدمی بھیج دیئے۔ فوجدار علاقہ نے محض راجہ بھیم چند کی سرکوبی کیلئے بہت ہی مختصر سا دستہ فوج بھیجا تھا۔ لکھا ہے کہ اس دستہ فوج کو شکست ہوئی۔ مگر یہ ابتدا تھی گورو صاحب اور مغلیہ سلطنت کے مقابلہ کی + مگر اب غور کیجئے کہ کیا گورو صاحب از خود مغلیہ سلطنت کے مقابلہ پر اترے۔ کیا کسی ملک گیری کی ہوس نے انھیں مجبور کیا ہرگز نہیں بلکہ محض ایک ہندو پہاڑی راجہ کی چال بازی سے جو وہ گورو صاحب کو مغلیہ فوج کے ساتھ ٹکرا کر گورو صاحب کی طاقت کو ہمیشہ کیلئے کمزور کرنا چاہتا تھا۔ ان دنوں اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ تو دکن کیطرف ایک اہم مہم پر تھے اسلئے فوجدار علاقہ نے کچھ اور فوج دیگر پہاڑی راجاؤں اور گورو صاحب کے مقابلہ کیلئے بھیجا مگر اس دفعہ بھی اس دستہ فوج کو شکست ہوئی مگر خیال کرو۔ کہ ہر دو دفعہ گورو صاحب از خود شاہی فوج کے سامنے معرکۃ الآرا نہیں ہوئے بلکہ محض پہاڑی راجہ کی چال بازیوں کی وجہ سے جو وہ چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح کے ساتھ گورو صاحب کو مغلیہ فوج کے مقابلہ میں لایا جائے یہ خبریں جب دکن میں اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچیں کہ اس طرح پنجاب کے پہاڑی علاقہ میں شورش ہے تو اس نے شہزادہ معظم بیگ کو رفع فساد کے لئے پنجاب روانہ کیا شہزادہ خود تو لاہور چلا گیا اور میرزا بیگ دہزاری کو بھیجکر راجاؤں کو مغلوب کر دیا گورو صاحب بھی چونکہ پہاڑی راجاؤں

کی مدد کرتے رہتے تھے اسلئے ایک دستہ فوج سکھوں کی تادیب کے لئے مقرر ہوا۔ جس نے سکھوں کو شکست دیکر انند پور فتح کیا واپسی پر سکھوں نے فاتح فوج پر شبخون مارا جس سے کچھ نقصان ہوا شہزادہ نے شبخون کی پاداش میں پھر فوج کشی کیلئے حکم دینا چاہا مگر منشی دربار نے جو ایک مسلمان تھا شہزادہ کے سامنے گورو صاحب کی بہت تعریف کی جسے سنکر شہزادہ بہت خوش ہوا اور بجائے فوج کشی کے گورو صاحب کے ساتھ رابطہ اتحاد کے لئے خط وکتابت شروع کردی۔ آفرین ہے منشی دربار کو جس نے گورو صاحب کی تعریف کی اور شاباش ہے شہزادہ کو کہ جس نے منشی دربار کی بات کو مان کر حق شناسی کا ثبوت دیا۔ پیارو اب غور کرو کہ ہندو راجہ گورو صاحب سے کیا سلوک کرتے رہے۔ اور پھر مسلمان گورو صاحب سے کس حسن سلوک سے پیش آتے رہے ان سب واقعات سے یہ امر بالبداہت ہے کہ گورو صاحب نہ تو سلطنت کے دشمن تھے اور نہ انھیں ملک گیری کی ہوس تھی یہ سب کچھ ہندو راجاؤں کی چال بازیوں سے ظہور میں آیا۔ جب ہندو راجوں نے دیکھا کہ اس طرح بھی دال نہیں گلی اور مطلب سدھ نہیں ہوا تو پھر انھوں نے ایک اور ہی کمینہ راہ اختیار کی۔ اور کہا کہ گورو مہاراج ایک بڑا بھاری یگ کیا جائے اور اس سے دیوی پرگٹ ہوگی جو ہندوؤں کی مردہ ہڈیوں میں از سر نو جان ڈالیگی چنانچہ ایک بڑا بھاری یگ دیوی پرگٹ (دیوی کے ظاہر ہونے) کے لئے کیا گیا جب شعلے بلند ہونے لگے تو مندر کے پوجاری برہمن نے اپنی کمینہ فطرت کا نہایت ہی بری طرح اظہار کیا اور کہا کہ گورو مہاراج جب تک آپ جیسا دھرماتما خود یا آپکا کوئی عزیز نفس نفیس اس یگ کی آہوتی نہیں بنیگا یعنی جلتی بلتی آگ میں کود کر قربان نہیں ہوگا۔ تب تک دیوی پرگٹ نہیں ہوگی گورو مہاراج انکی کمینہ فطرت اور مکروہ چالوں کو فوراً بھانپ گئے گورو مہاراج نے مندر کے پوجاری سے مخاطب ہوکر کہا کہ مہاراج آپ برہمن دیوتا ہیں بھلا آپ سے بڑھ کر اور کون دھرماتما ہو سکتا ہے سب سے بہتر یہی بات ہے کہ آپکی آہوتی ہی دیجائے جب انکو یہ معلوم ہوا کہ انکا ہمارا راز طشت از بام ہوگیا تو وہ سب کے سب پوجاری اور دیگر پہاڑی راجگان چمپت ہوگئے اور گورو مہاراج انکی حرکات کو خوب بھانپ گئے۔ میرا یہ خیال ہے کہ گورو گوبند سنگھ جیسے موحد شخص کی شان سے بعید ہے کہ وہ "نمستنگ اکالے نمستنگ دیالے" کہتے ہوئے اور "کرشن بشن کبھو نہ دھیاؤں جو برچا ہوں سو تم سے پاؤں" یعنی مجھے کرشن اور بشنو وغیرہ دیوی دیوتا کے پوجنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں اپنی ہر ایک حاجت کیلئے اس احکم الحاکمین کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں گا جسکے سامنے یہ دیوی دیوتا بھی ہاتھ باندھے کھڑے ہیں تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایسا موحد عقیدہ رکھتے ہوئے گورو مہاراج دیوی کی پوجا کرتے۔ دیوی کی پوجا سے غالباً یہی مراد ہوگی کہ وہ بت پرستوں کو عملی سبق

دیں کہ دیکھو جنکی تم پوجا کرتے ہو وہ نہ تمہاری کوئی بات سنتے ہیں اور نہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ پوجنے کے قابل صرف وہی ایک ہستی ہے جو ہماری دعاؤں کو سنتی اور ہماری جائز خواہشات کو پورا کرتی ہے بہرحال اس سے آپ یہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہندو گورو صاحب سے کیا سلوک کرتے رہے اور مسلمان کس طرح پیش آتے رہے چونکہ پہاڑی راجونکی لائے ذنکی شرارتوں سے گورو مہاراج تنگ آ گئے تھے وہ کوئی کمینہ سے کمینہ چال نہ تھی جو پہاڑی راجاؤں نے گورو صاحب کے برخلاف نہ چلی ہو۔ آخر تنگ آکر گورو صاحب نے بھی اپنے چیلوں کو حکم دیا کہ اب صبر کا وقت نہیں ہے اب کھلم کھلا پہاڑی راجاؤں کا مقابلہ کرو ان کو لوٹو جسقدر تم کو تنگ کیا ہے تم بھی اب اپنے دل کا بخار نکالو۔ جسقدر مہذب اقوام ہیں مدافعانہ جنگ کو کسی نے بھی منع نہیں کیا۔ بلکہ قوم کی زندگی کے لئے مدافعانہ پہلو ایسا ہی ضروری ہے جیسا انسانی بقا کے لئے ہوا لازمی ہے۔ وہ لوگ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جنگوں پر آوازے کستے ہیں اور اسلامی جنگوں کو برے سے برے سانچے میں ڈھال کر دنیا کے سامنے پیش کرنا اعلیٰ درجہ کا کار خیر سمجھتے ہیں جائیں وہ لوگ ذرا حضرت رامچندر کی سوانح پر نظر ڈالیں کہ آخر تنگ آکر انکو بھی راون کے مقابلہ میں اپنی تلوار سونتنی پڑی۔ جائیں وہ ذرا پیارے کرشن کی زندگی پر نظر ڈالیں جنہوں نے مدافعانہ جنگ میں ہر دو فریقین کو ہی تباہ کرا دیا۔ آج کل یورپ میں جو جنگ عظیم اور مہابھارت شروع تھا۔ دیکھو اس میں ہماری سرکار مدافعانہ جنگ میں شریک ہوئی۔ جو قوم اپنے بچاؤ کے لئے اسباب مہیا نہیں کرتی وہ بہت جلد دنیا میں ناپائید ہو جاتی ہے۔ اسلئے گورو صاحب کو بھی آخر پہاڑی راجاؤں سے تنگ آکر تلوار میان سے سونتنی پڑی اور پہاڑی راجاؤں کو ناکوں چنے چبوائے کہ انکے تقریباً چار ہزار آدمی مارے گئے جب گورو صاحب کے مقابلہ میں پہاڑی راجاؤں کو سخت ترین ہزیمت اٹھانی پڑی تو پہاڑی راجگان اور بھی زیادہ سٹ پٹائے اور ہر ایک راجہ کو راجپوتی شان کی قسم دی کہ اگر گورو صاحب کی طاقت کو نہیں توڑا جائیگا تو پھر یہ انکی بڑھتی ہوئی طاقت ہمیں نیست نابود کر دیگی۔ اس لئے سب ملکر صوبیدار سرہند کے حضور حاضر ہوئے اور گورو صاحب کے مقابلہ کیلئے مدد کی درخواست کی بعض جگہ تو یہ لکھا ہے کہ اس غرض کیلئے بیس ہزار روپیہ صوبہ سرہند کی نظر کیا گیا۔ اور بعض جگہ یہ لکھا ہے کہ علاوہ اسکے تعلقات کو زیادہ راسخ اور مضبوط کرنیکے لئے اکبری عہد کی یاد کو تازہ کیا گیا۔ صوبہ سرہند نے فوج کا کثیر حصہ گورو صاحب کے مقابلہ کیلئے پہاڑی راجاؤں کے ساتھ کر دیا چونکہ مقابلہ کی فوج زیادہ تھی اس لئے گورو صاحب نے علانیہ میدان میں لڑنے کے بجائے آنندپور قلعہ میں محصو

ہوکر مقابلہ کو زیادہ محفوظ سمجھا۔ پہاڑی راجاؤں نے شاہی فوج کے ساتھ ملکر ۲ اگھن سمت ۱۷۵۵ کو بمقام کیرت پور گورو صاحب پر حملہ کر دیا اور گورو صاحب محصور ہوگئے۔ گورو صاحب کے بہت سے آدمی بھی اس جنگ میں کام آئے رسد بھی ختم ہوگئی۔ آخر تنگ آکر گورو صاحب کسی طریقہ سے بچ کر قلعہ سے باہر صاف نکل گئے جب پہاڑی راجاؤں کو یہ معلوم ہوا کہ باوجود ہماری ان شدید کوششوں کے گورو صاحب صاف بچکر نکل گئے تو انکے رنج و غصہ اور غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی اور مارے غصہ کے اپنے ہاتھ کاٹنے شروع کر دیئے کیونکہ وہ تو گورو صاحب کا سر نیزہ پر دیکھنا چاہتے تھے گورو مہاراج انندپور سے نکلکر ملک کے مختلف حصص میں گھومنا شروع کیا وہ پہلے راجہ سوہلی کے علاقہ میں گئے اسکے بعد راجہ کھیمبر کے ہاں چلے گئے ان راجاؤں کو اسوقت تک گورو صاحب سے کوئی عناد نہ تھا کیونکہ گورو صاحب لڑائی کیلئے پیشقدمی کے واسطے نہ پہلے تیار تھے اور نہ اب گورو صاحب نے جو کچھ بھی کیا محض مدافعانہ رنگ میں۔ چنانچہ اس طرح بحالت دشت نوردی راجہ کلموٹھہ نے گورو صاحب کی جماعت پر حملہ کر کے انکو لوٹ لیا تو سکھوں کی رگ حمیت پھر جوش میں آئی اور انھوں نے راجہ کلموٹھہ کے حملہ کی مدافعت پر کمر ہمت کو چست کیا۔ راجہ کلموٹھہ کی اعانت کیلئے جوالکھی کا مہنت بھی ایک خاصہ دستہ دیوی کے اپاسکوں کا لیکر آملا اور مہنت نے ہندوؤں کے جذبات کو اس طرح بھڑکانا شروع کیا کہ گورو جنیو اور چوٹی کا سخت دشمن ہے۔ دیوی دیوتا کی پوجا سے لوگوں کو منع کرتا ہے۔ تیرتھوں پر جانے سے روکتا ہے۔ ویدوں کی نندیا کرتا ہے۔ اسلئے گورو صاحب کے مقابلہ میں سب ہندوؤں کو راجہ کلموٹھہ کی ضرور مدد کرنی چاہیئے۔ مہنت کے اس اپدیش کو سن کر بہت سے ہندو جوش میں آگئے اور سب گورو صاحب کے مقابلہ کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ بڑی زبردست لڑائی ہوئی۔ مگر خدا کی شان گورو صاحب کے مقابلہ میں دیوی دیوتاؤں کے پوجاریوں کو شکست فاش ہوئی راجہ کلموٹھہ جنگ سے منہ موڑ کر میدان سے بے طرح بھاگ نکلا۔ سکھوں نے مہنت صاحب کی خوب درگت کی۔ گورو صاحب پر جو دیوی پوجا کا الزام لگایا جاتا ہے یہ واقعہ نہایت شدومد سے اسکی تردید کرتا ہے۔ اگر گورو صاحب دیوی کے پوجاری ہوتے تو بالکل صاف اور ظاہر بات تھی کہ جوالاکھی یا جوالا دیوی کا مہنت ہرگز اس طرح گورو صاحب کے برخلاف لڑائی کے لئے نہ اٹھتا اور ہندوؤں کے جذبات سے اس طرح اپیل کرتا کہ گورو صاحب دیوی دیوتا کی پوجا کے دشمن اور ہندو دھرم سے بیزار ہیں۔ یہ واقعہ نہایت صریح اور صاف الفاظ میں دیوی پوجا کا الزام جو گورو صاحب پر

لگایا جاتا ہے اسکی تردید کرتا ہے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا دیکھنے والی بات یہ ہے کہ گورو صاحب کی جسقدر بھی لڑائیاں ہوئیں وہ ہندوؤں کے ساتھ اور ہندوؤں نے ہی سب سے پہلے گورو صاحب کی طاقت کو کچلنے کیلئے ہتھیار اٹھائے۔ اگر مسلمان لڑائی میں شامل ہوئے تو وہ محض ہندو راجاؤں کی شدید کوشش اور چال بازیوں کی وجہ سے۔ ہندو راجاؤں نے جب گورو صاحب کو اس طرف لڑائی میں مصروف پایا۔ تو گورو صاحب کی عدم موجودگی میں ہندو راجاؤں نے انند پور کو لوٹ کر بالکل ویران کر دیا۔ عمارتوں تک کو منہدم کر دیا۔ اور ایسا کرنیکے بعد ہندو راجے بالکل بے فکر ہو گئے کہ اب گورو گوبند سنگھ انند پور نہیں آ سکیگا۔ راجہ کلموتھہ کو شکست دینے کے بعد جب گورو صاحب انند پور پہنچے تو انہوں نے انندپور کو بالکل ویران اور خراب و خستہ حالت میں پایا مگر گورو صاحب ہیں ویران شدہ انند پور میں ہی بیٹھ گئے اور بہت سے مرید آپکے ارد گرد جمع ہو گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں انند پور پھر پہلے کیطرح آباد ہو گیا یہ دیکھ کر پہاڑی راجے پہلے سے بھی زیادہ سٹ پٹائے۔ اور اب کی دفعہ پہاڑی راجاؤں نے گورو صاحب کے برخلاف نہایت ہی کمینہ اور مکروہ چال چلی وہ بجائے صوبہ سرہند کے پاس جانیکے سیدھے دہلی میں اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ گورو گوبند سنگھ مذہب اسلام کا سخت خطرناک دشمن ہے اور وہ اسلام اور اسلامیوں کو بیخ و بن سے اکھاڑنا چاہتا ہے اگر جلدی سے اس فتنہ کو فرو نکیا گیا تو یہ نہایت خطرناک صورت اختیار کر جائیگا ابھی وقت ہے اور نہ صرف یہ سلطنت اور اسلام کا ہی دشمن ہے بلکہ بوجہ سلطنت کے فرمانبردار ہونیکے یہ ہمارا ابھی سخت خطرناک دشمن ہے ہم اس کے ہاتھوں بارہا لوٹے گئے ہیں کوئی دن چین کا نصیب نہیں ہوتا۔ یا تو شاہ معظم ہماری حفاظت کریں یا خراج لینا چھوڑ دیں مگر اورنگ زیب جیسا غیور آدمی اس طعن کو کیسے برداشت کر سکتا تھا صوبیدار کو گورو صاحب کی طلبی کا حکم بھیجا طلبی نامہ لیجانے والے سوار تین دفعہ قتل کئے گئے پھر فوج بھیجی گئی۔

اب جائے غور ہے کہ ہندو راجے پہلے خود گورو صاحب سے لڑے جب اس طرح ان کا مطلب حل نہوا تو صوبہ سرہند کو رشوتیں دیکر اپنے ساتھ ملایا اور جب اس طرح بھی دلکی بات پوری نہوئی تو پھر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور جا کر روئے پیٹے۔ ان سب واقعات پر غور کرنے سے یہ نتیجہ صاف اور واضح طور سے منکشف ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو گورو صاحب سے قطعاً کوئی عداوت اور دشمنی نہ تھی۔ گورو صاحب نے جسقدر دکھ اٹھائے وہ ہندو راجوں کے ہی ہاتھوں سے۔ عالمگیر نے جب ہندو راجاؤں سے گورو صاحب کے متعلق شکایات کا دفتر سنا تو مجبور ہو کر انہوں نے

ہندو راجاؤں کے ساتھ کچھ فوج کر دی اور نواب سرہند کو گورو صاحب کی طلبی کا حکم بھیجدیا اور شاہی فوج نے ۱۷ پھاگن ۱۷۵۹ سمت کو انندپور کا محاصرہ کر لیا۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ راجہ بھیم چند اور عظیم خان جو سرلشکر تھے وہ اس لڑائی میں کام آئے انکے مارے جانے کے بعد فوج میں ابتری پھیل گئی اور وہ بھاگ گئے۔ گورو صاحب کی طرف سے جن شخصوں نے اس لڑائی میں داد مردانگی دی انمیں میر بیگ اور ماموں خاں بہت مشہور ہیں مسلمانوں کا گورو صاحب کی فوج میں شامل ہونیسے یہ نتیجہ صاف نکلتا ہے کہ نہ گورو صاحب کو مسلمانوں سے کوئی عداوت تھی اور نہ مسلمانوں کو گورو صاحب سے کوئی دشمنی تھی اگر ایسا ہوتا تو نہ کوئی مسلمان گورو صاحب کی فوج میں بھرتی ہوتا اور نہ اس طرح سے داد مردانگی دیتا بلکہ گورو صاحب کی لڑائی راجہ بھیم چندر سے تھی جس طرح راجہ بھیم چندر سے گورو صاحب لڑنیکے لئے مجبور تھے اسی طرح سلطنت بھی اپنے ایک باجگذار کی مدد کے لئے مجبور تھی۔ پیارو غور کرو سکھوں کی طرف سے کون لڑا سکھ اور مسلمان کسی ہندو کا قطعاً نام و نشان نہیں پاؤ گے کیا اسوقت کے مسلمان اور سکھ اس طرح تعصب اور ہٹ میں ڈوبے ہوئے تھے نہیں ہرگز نہیں۔ انکا یہ طرز عمل صاف صاف بتلاتا ہے کہ وہ ٹھیک ایک دوسرے کے ساتھ بھائی بھائی کیطرح رہتے تھے گورو صاحب کے عہد میں موجودہ تعصب کا نام و نشان تک بھی نہ تھا۔ گورو مہاراج نے فقیرانہ طرز معاشرت کی شان سے بعید سمجھا کہ پہاڑی راجاؤں کی شکایات عالمگیر کے پاس لیکر جاتے۔ اگر گورو صاحب بھی اورنگزیب کے پاس پہاڑی راجاؤں کی شکایات اور انکے حرکات شنیعہ سے شہنشاہ عالمگیر کو اطلاع دیتے تو یقیناً یقیناً اورنگزیب گورو صاحب کی شکایات پر ویسے ہی کان دھرتا جس طرح پہاڑی راجاؤں کی شکایات پر توجہ کی +

راجہ بھیم چند اور شاہی فوج کے پسپا ہونیکی خبر جب عالمگیر کو پہنچی تو عالمگیر نے فوراً سرہند کے علاوہ لاہور اور کشمیر کے صوبہ داروں کے نام احکام بھیجے۔ کہ انندپور جا کر گورو گوبند سنگھ کو گرفتار کرو شاہی فوج نے انندپور پر حملہ کیا اور گورو صاحب کو محصور کر لیا۔ مگر شبخون کیوجہ سے پھر فوج کو بھاگنا پڑا۔ جب یہ خبر اورنگزیب کو پہنچی تو وہ بہت حیران ہوا۔ اور ابکی دفعہ اس نے سب احکام پنجاب کو فوج کشی کیلئے حکم دیا اور گورو صاحب محصور ہو گئے۔ ایسی حالت میں جبکہ حلوہ مانڈہ کھانیوالے مریدوں نے کہا کہ اب تو ہم بھوکے مرنے لگے ہیں اب ہم میں لڑائی کی ہمت نہیں رہی۔ بہتر ہے کہ اب بھی صلح کر لیجاوے مگر جوش شجاعت اور خودداری نے آپ کو تلوار ہاتھ سے چھوڑنے کی اجازت نہ دی گورو صاحب نے ان کو کہا کہ اگر یہی بات ہے اور تم نے ایسا ہی بزدلی کا نمونہ دکھلانا ہے تو لکھ دو

کہ نہ ہم تمہارے چیلے اور نہ تم ہمارے گورو۔ خدا کی قدرت ہے بہت حلوہ مانڈہ کھانیوالے چیلوں نے لکھ دیا صرف چالیس راسخ الاعتقاد مرید باقی رہ گئے جنہوں نے عسر و یسر میں ساتھ دینے کا پختہ عہد کیا۔ وقت تنگ تھا گورو صاحب نے پہلے تو زنانہ سواریوں کو مع چند عقیدت کیش مریدوں کے باہر نکالا۔ اور پھر خود مع چند عقیدتمند چیلوں کے باہر نکلے زنانہ سواریاں کسی طرح بھیس بدلکر نکل گئیں۔ اور گورو صاحب چمکور پہنچ کر ایک عالیشان مکان میں پناہ گزیں ہوئے اور پھر لڑائی شروع ہوئی۔ گورو صاحب کے حالات تو ہم پھر لکھینگے فی الحال ہم اس دردناک نظارہ کا بھیانک سین آپکو دکھلاتے ہیں جب گورو مہاراج کی بوڑھی والدہ اور دو چھوٹے چھوٹے لخت جگر اس افراتفری کی حالت میں روپڑ کے قریب موضع کھیڑی میں اپنے خاندانی پروہت گنگو برہمن کے ہاں رات آرام کرنیکے لئے ٹھیرے وہ گنگو برہمن جو گورو صاحب کا نمکخوار تھا جسپر گورو صاحب کے بے پایاں احسانات تھے مگر اس ظالم اور سفاک نے جب گورو مہاراج کے جگر کے ٹکڑوں کو بے سروسامانی کی حالت میں پایا تو اس خونخوار کی نظر بدل گئی اپنے ہاتھوں کو ان معصوموں کے خون میں رنگنا چاہا۔ اسکی بدلی ہوئی نظر کو دیکھ کر گورو مہاراج کی والدہ مکرمہ نے زیور اتار کر دیدیا مگر اس خونی اور سفاک و ستم کیش کا دل ٹھنڈا نہوا یہ بھینٹ (نذر) لیکر بھی برہمن دیوتا پرسن نہوئے بلکہ انہوں نے اپنی دکھشنا (نذر) میں گورو مہاراج کے لخت جگروں اور نونہال فرزندوں کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہا۔ چنانچہ گنگو برہمن نے فی الفور حاکم سرہند کو اطلاع دی کہ اس طرح گورو گوبند سنگھ صاحب کے لڑکے میری حراست میں ہیں چنانچہ حاکم سرہند نے لڑکوں کو مع انکی بوڑھی دادی کے بلا بھیجا حاکم سرہند اگرچہ مسلمان تھا لیکن وہ ظالم و سفاک نہ تھا اسنے تا فیصلہ گورو صاحب کے صاحبزادگان کو نظر بند کر دیا آخر اسنے بچوں کو اپنے سامنے بلایا کہ انکی قسمت کا فیصلہ کرے آگے ان دو معصوم بچوں کے ساتھ کیا گذری ہمارے وطنی دوستوں نے بیچارے مسلمانوں پر یہ ازسرتا پا لغو اور بیہودہ الزام لگایا ہے کہ صوبہ سرہند نے ان بچوں کو زندہ دیوار میں چنوا دیا تھا۔ لیکن واقعات کی موجودگی میں یہ سراسر جھوٹ ہے کیونکہ صوبہ سرہند اگرچہ حاکم وقت تھا۔ لیکن اسکی پوزیشن گورو گوبند سنگھ کے بارہ میں بعینہ وہی تھی جو کہ ہیرودیس کی مسیح کے صلیب پر کھینچے کے متعلق تھی جس طرح گنگو برہمن نے اپنے محمد و معاون کے خلاف رپورٹ کرکے انکو حاکم وقت کے ہاتھ میں گرفتار کروایا تھا بعینہ اسی طرح مسیح کے ایک خادم نے اپنے مخدوم کو پکڑوایا تھا جس وقت حضرت مسیح کو ہیرودیس کے سامنے لایا گیا اور اس نے بطور حاکم وقت کے اس مقدمہ کی سماعت کی تو اس نے فتویٰ دیا کہ میں اس شخص کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا کہ جسکی بدولت انکو قتل کیا جاوے میں اپنے ہاتھ پانی سے دھوتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ یہ ایک بیگناہ شخص ہے لیکن مسیح

کی قوم کے آدمیوں نے شور مچایا کہ اسکو پھانسی دو۔ اسکو پھانسی دو۔ اگر تم چھوڑنا چاہتے ہو۔ تو چور اور ڈاکو کو چھوڑ دو لیکن مسیح ہمارے نزدیک چور اور ڈاکو سے بھی بُرا ہے اسکو پھانسی دو۔ اسکو پھانسی دو۔ حاکم وقت نے مسیح کی قوم کے اس واویلا کو سُنکر کہا میں اس شخص کو بیگناہ سمجھتا ہوں اور میں اسکے قتل کے حق میں نہیں ہوں لیکن میں اسکو تمہارے سپُرد کرتا ہوں تم اسکے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔ چنانچہ ان ملعون لوگوں نے مسیح کو صلیب پر کھینچا ٹھیک اسی طرح جب گورو گوبند سنگھ کے نازک اور ننھے ننھے بچے سوبہ سرہند کے پاس لائے گئے تو نواب شیر محمد خاں والیئے مالیر کوٹلہ نے کہا کہ یہ معصوم اور بیگناہ بچے ہیں انکا کوئی گناہ نہیں ہے انکو ہرگز نہیں مارنا چاہیئے نواب مالیر کوٹلہ کی اس درخواست کو سنکر صوبہ سرہند کا دل پگھل گیا۔ لیکن اسکے شیطان صورت موذی دیوانچند سچدانند نے جو کہ ایک کھتری ہندو تھا نواب مالیر کوٹلہ اور صوبہ سرہند کو مخاطب کرکے کہا:۔

"افعی راکشتن و بچہ اش را نگہداشتن کار خردمنداں نیست چراکہ عاقبت گرگ زادہ گرگ شود" اس موذی سچدانند کھتری کا گورو مہاراج اور انکے فرزندوں بابت یہ تقاضا بعینہ اسی قسم کا تقاضا تھا جس قسم کا تقاضا کہ عیسٰی کی قوم کے یہودی لوگوں نے مسیح کو صلیب پر دینے کے لئے کیا تھا کہ چور اور ڈاکو چھوڑ دو لیکن مسیح کو ضرور پھانسی دو۔ مگر حاکم وقت نے اپنے ہاتھ سے مسیح کو صلیب دینے کی بجائے یہ کہکر اسکو اپنی قوم کے سپُرد کردیا کہ یہ تمہارا آدمی ہے تم اسکے ساتھ جو سلوک چاہو کرو۔ اسی طرح ان مذکورہ بالا واقعات کی موجودگی میں صوبہ سرہند نے گورو مہاراج کے بچونکو اس موذی سچدانند کھتری کے سپُرد کردیا تھا اور کہدیا تھا۔ اگر یہی بات ہے کہ تمہارے نزدیک ان کا باپ بھی زہریلا سانپ یا بھیڑیا ہے اور یہ بھی زہریلے سانپ کے بچے ہیں تو یہ تمہاری اپنی ہندو قوم کے ممبر ہیں میں انپر ہاتھ اُٹھانیکے لئے تیار نہیں ہوں بلکہ تمہاری قوم کے بچونکو تمہارے ہی سپُرد کرتا ہوں تم انکے ساتھ جو سلوک چاہو کرو۔ اور یہ کونسی بڑی بات ہے کہ جس صورت میں کہ پہاڑی ہندو راجگان گورو گوبند سنگھ کے خون کے اسقدر پیاسے تھے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہونیکے لئے ہر ممکن سے ممکن ذریعہ بہانہ اور حیلہ کو کام میں لانا ضروری اور لازمی سمجھتے تھے۔ جس صورت میں کہ ایسے ہندوؤں کے انتقام کی یہ حالت ہو کہ گورو مہاراج کا پُرانا خدمتگار تک بھی انکے بچونکے خون تک کا پیاسا ہو رہا ہو۔ خود دیوان سچدانند ہندو کھتری بھی انکے خون کا اسقدر پیاسا ہو کہ وہ ان کو سانپ اور بھیڑیئے کے بچے بناکر حاکم وقت کو اُنکے قتل پر زور دے رہا ہو۔ اس صورت میں یہ کہنا بالکل درست ہوگا۔ کہ گورو مہاراج کے لخت جگروں کے خون کا ذمہ وار سرہند کا

مسلمان صوبیدار نہیں تھا۔ بلکہ یہودا اسکریوطی کیطرح گنگو رام برہمن اور دیوان سچا نند کھتری ہی ان معصوم بچونکے خون کے ذمہ دار تھے۔ واقعات کی اس لڑی کی موجودگی میں سرہند کا مسلمان صوبیدار گورو گوبند سنگھ کے بچونکے خون سے بالکل بری الذمہ ثابت ہو جاتا ہے ۔

پیارو! جب یہ خبر حضرت اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچتی ہے کہ اس طرح دو معصوم بچے دیواروں میں چنے گئے تو باوجود یہ سمجھنے کے کہ اس گناہ اور ظلم کا بار گنگو برہمن اور سچا نند دیوان کی گردن پر ہے مگر پھر بھی حضرت اورنگزیب رح نے حاکم سرہند کو ہمیشہ اور ہمیشہ کیلئے معطل کر دیا۔ حالانکہ پہلے زمانہ میں نواب یا حاکم نسلاً بعد نسل چلے آیا کرتے تھے کیا یہ نواب سرہند کو تھوڑی سزا ملی کہ اسکے خاندان کو ہی نوابی اور حکومت سے ہمیشہ کیلئے جدا کر دیا۔ یا بقول کسی ہندی دان کے "کل ناش" یا خاندان ہی تباہ کر دیا اس سے زیادہ اور کیا سزا ہو سکتی تھی بیشک گورو مہاراج کے دو معصوم بچوں کا قتل دنیا کی تاریخ میں ایک چمکتا ہوا سرخ ورق ہے اور خون چکان کی ایک مہیب تصویر سفاکی اور خونخواری کا ایک بھیانک نظارہ ہے جسے دنیا کی سخت سے سخت سیاست بھی روا نہیں رکھے گی۔ مگر پیارو قابل غور یہ سوال ہے کہ یہ فعل نہ تو سلطنت کے حکم سے ہوا۔ اور نہ شرع نے یہ فتویٰ دیا۔ اصلیت جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے گنگو برہمن اور دیوان سچا نند کے اصرار سے یہ ہوش ربا واقعہ ظہور میں آیا۔ مگر پھر بھی حضرت اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ نے خبر پاتے ہی نواب سرہند کو ہمیشہ کیلئے معطل کر کے اسکی "کل ناش" یا خاندان ہی کو برباد کر دیا۔ اب اس سے بڑھ کر اور کیا سزا ہو سکتی تھی چنانچہ اسکے بعد جن دنوں مالیر کوٹلہ اور سکھ ریاستوں میں بگاڑ ہوا اور ریاست ہائے پھلکیاں نے مالیر کوٹلہ پر چڑھائی کی۔ تو مہارانی صاحبہ پٹیالہ نے صرف اس بنا پر نواب مالیر کوٹلہ کو مدد دی کہ ایک دن نواب مالیر کوٹلہ نے گورو گوبند سنگھ کے بیگناہ بچوں کی سفارش کی تھی سکھوں کو وہ احسان نہ بھلانا چاہیئے۔ اس سے بھی اندازہ لگا لو کہ سمجھدار اور ذی علم سکھ دوست اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ آڑے وقت میں گورو صاحب کی کس نے مدد کی۔ ہماری یہ دل و جان سے خواہش ہے کہ ایام سابق میں جس طرح مسلمان اور سکھ بھائی باہمی محبت اور پیار سے رہتے تھے سکھوں کے گورو صاحبان اور مسلمانوں کے باہمی گہرے تعلقات تھے اور پریم و محبت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ شری گورو ارجن دیو مہاراج نے جب امرتسر کے مندر کے لیئے بنیادی پتھر رکھوانا چاہا تو آپ نے حضرت میاں میر رح کے مقدس اور مطہر ہاتھوں کو اس بات کے لئے منتخب کیا حالانکہ اسوقت بڑے بڑے پنڈت بھی ہونگے مگر گورو صاحب نے اگر کسی ہاتھوں میں برکت دیکھی اور رحمت پائی تو صرف حضرت میاں میر صاحب کے ہی مطہر ہاتھوں میں۔ کیا اب بھی مسلمانوں اور سکھوں میں باہمی محبت

اور پیار میں کوئی شک وشبہ رہ جاتا ہے۔ ہماری یہ دل وجان سے دعا ہے کہ خدا ہمارے لئے انہیں بھی وہی محبت اور پریم کی لہر جاری کردے اور آجکل کے سکھ اور مسلمان بھی اپنے بزرگان اسلاف کے نقش قدم پر چلکر ایکدوسرے بغلگیر ہوتے ہوئے انکی پاک اور مقدس ارواح کی ایشیر بادیں اور نیک دعائیں اپنے حق میں لیں۔

گورو مہاراج چمکور پہنچکر چالیس سکھوں کے ساتھ ایک عالیشان مکان میں محصور ہوگئے۔ باہر سب ہندو راجگان شاہی فوج کی اعانت سے محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ شام کے وقت گورو صاحب نے آنکھ بچا کر اپنی جگہ ایسے عقیدت کیش کو جسکی شکل گورو صاحب سے ملتی جلتی تھی کھڑا کر کے آپ قلعہ سے باہر نکل آئے مکان سے نکلنے پر دو مسلمانوں نے آپ کو دیکھ لیا اور تعاقب کیا مگر جب نزدیک جاکر دیکھا تو پہچان لیا اور ادب سے پیش آئے کسی قسم کا تعرض نکیا حالانکہ اگر وہ چاہتے تو نہایت آسانی کے ساتھ گورو صاحب کو روک سکتے تھے مگر نہیں نہیں انھوں نے اشارتاً اور کنایتاً گورو صاحب کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ تک بھی نہ نکالا اور بڑے ادب سے پیش آئے۔

گورو صاحب کئی راتوں سے تھکے ماندے تھے کھایا بھی کچھ نہ تھا فاصلہ پر جنگل میں جاکر ایک کھیت میں دو چار ڈھیلے سرہانے رکھ کر لیٹ گئے کئی راتوں سے نہ سونیکی وجہ سے گورو صاحب کو لیٹتے ہی نیند آگئی جب آنکھ کھلی تو رات کا پچھلا وقت تھا گورو صاحب مہاراج اٹھ کر تن تنہا وہاں سے روانہ ہوئے اور صبح ماچھی واڑہ پہنچکر باہر باغ میں لیٹ گئے باغ کے مالک نبی خاں اور غنی خاں دو بھائی بھی وہیں تھے جب انھوں نے قریب جاکر دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ گورو صاحب ہیں اور بے سروسامانی کی حالت میں شاہی فوج سے شکست کھا کر بھاگے ہیں تو وہ دونوں بھائی کمال عزت واحترام سے پیش آئے۔ بڑی محبت کے ساتھ انہیں اپنے ہاں لے گئے پہلے گورو صاحب کا وہاں پہنچکر ایک ہندو کے ہاں ٹھیرنے کا ارادہ ہوا مگر اس نے صاف جواب دیدیا کہ میں ہرگز آپ کو اپنے گھر میں نہیں ٹھیرا سکتا۔ مگر غنی خاں اور نبی خاں دو بھائی کمال ادب سے گورو مہاراج کو اپنے گھر لے گئے اس جگہ گورو صاحب کے تین عقیدت کیش سکھ بھی آملے۔ یہ معلوم ہونے پر کہ شاہی فوج تعاقب کئے آرہی ہے گورو صاحب نے غنی خاں کے ذریعہ بعض تاریخوں کے رو سے اپنے فارسی کے استاد اور بعض روایات سے ہم مکتب قاضی پیر محمد کو بلا بھیجا قاضی صاحب گورو صاحب کا نام سنتے ہی دوڑے آئے اور نہایت محبت سے ملے اور باہمی مشورہ کیا گیا کہ شاہی فوج کے تعاقب سے گورو صاحب کے بچانے کیلئے کیا ترکیب کی جائے آخر نبی خاں اور غنی خاں اور قاضی صاحب کے مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ گورو صاحب کو نیلے کپڑے پہنائے جائیں اور انہیں اوچ شریف کا پیر ظاہر کیا جاوے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور شاہی فوج بھی ماچھی واڑہ پہنچ گئی اور نبی خاں اور غنی خاں کو بلا بھیجا اور ان کو کہا گیا کہ تمہارے ہاں گوبند سنگھ

چھپا ہوا ہے انکو ہمارے حوالہ کر دو۔ انہوں نے کمال عقیدت سے یہ کہا کہ وہ تو اوچ شریف کے پیر ہیں اور ہمارے ہاں اُترے ہوئے ہیں افسر فوج نے کہا کہ بہت بہتر آپ پیر صاحب کو لائیں ہم بھی انکی زیارت کرینگے۔ چنانچہ گورو صاحب کو پالکی میں بٹھلا کر نبی خاں اور غنی خاں دونوں بھائیوں نے پالکی کو اپنے کندھوں پر اُٹھایا اور انھیں خاص عزت و احترام سے افسر فوج کے پاس لے گئے اور افسر فوج نے کہا کہ نہیں یہ تو گوبند سنگھ ہے مگر نبی خاں اور غنی خاں و قاضی پیر محمد نے گواہی دی کہ نہیں یہ اوچ شریف کے پیر ہیں اور چند دنوں سے ہمارے ہاں تشریف فرما ہیں۔ یہ صاف ظاہر ہے لباس بدلنے سے کبھی انسانی صورت میں کوئی ایسا فرق نہیں آجاتا کہ اس کا پہچاننا مشکل ہو جائے۔ افسر فوج خوب سمجھتا تھا کہ یہ گورو گوبند سنگھ ہے۔ مگر جب انھوں دیکھا کہ اس طرح چند شریف مسلمان آپکی حمایت میں ہیں تو افسر فوج نے زیادہ اصرار کرنا مناسب سمجھا صرف یہی کہا کہ ہم آپکے پیر صاحب کی دعوت کرتے ہیں۔ چنانچہ دعوت کی گئی۔ گورو صاحب نبی خاں غنی خاں اور قاضی پیر محمد صاحب نے بلکہ افسر فوج کے ساتھ دعوت کو تناول فرمایا اور شاہی فوج واپس چلی گئی۔ اب ذرا خدا کیلئے گنگو برہمن اور دیوان سچد انند کے سلوک کا غنی خاں اور نبی خاں پٹھان اور قاضی پیر محمد صاحب کے سلوک سے مقابلہ کرو کہ ہر دو کے سلوک میں کیسا زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک فریق گورو صاحب کے صاحبزادوں کو قتل کئے جانے پر زور دیتا ہے۔ دوسرا فریق نہ صرف یہ کہ ایسے نازک وقت میں جبکہ شاہی فوج گورو صاحب کا تعاقب کر رہی ہے پناہ دیتا ہے بلکہ انکو دشمن کے پنجہ سے رہائی دلانے کے لئے اپنا پیر ظاہر کرتا ہے اور انکی پالکی کو اپنے کندھوں پر اُٹھانا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا ہے ایسے آڑے وقت میں جبکہ اپنوں نے بھی گورو صاحب کا ساتھ چھوڑ دیا ایسے نازک وقت میں جبکہ گورو صاحب قطعی بے سر و سامانی کی حالت میں ہیں ایسے وقت میں اگر کوئی پناہ دیتا ہے تو مسلمان۔ اور پھر پیار و پناہ بھی معمولی رنگ میں نہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ گورو صاحب ایسی حالت میں دشمن کے پنجہ سے رہائی پا سکتے ہیں جب انھیں اوچ شریف کا پیر ظاہر کیا جاوے۔ اور خود حسن عقیدت کا جوا اپنے کندھوں پر رکھا جاوے اور انکی پالکی کو اپنے کندھوں پر اُٹھایا جاوے تو مسلمان نہایت خوشی سے محض گورو صاحب کے بچاؤ کے لئے ان امور کو بجا لاتے ہیں کیا گنگو برہمن دیوان سچد انند اور نبی خاں و غنی خاں اور قاضی پیر محمد ان ہر دو فریق کا گورو صاحب سے سلوک کا نمونہ دیکھ کر کوئی یہ طرفۃ العین کیلئے بھی خیال کر سکتا ہے کہ مسلمان گورو صاحب کے دشمن تھے نہیں نہیں ہرگز ہرگز نہیں۔ یہ وہ امور ہیں جن پر تعصب اور ضد کو پرے پھینک کر خالی الذہن ہو کر غور کرنا چاہیئے۔ ہماری دل و جان سے دُعا ہے کہ ایام سابق میں جس طرح سکھ اور مسلمان باہمی بھائیوں بھائیوں

کی طرح رہتے تھے۔ آج ہم بھی ان کے نیک نمونہ کو اپنا دستور العمل بنائیں۔

اس کے بعد گورو صاحب مالوہ کیطرف روانہ ہوئے راستہ میں ایک ہندو جاٹ سے سواری کے لئے گھوڑی مانگی مگر اُسنے دینے سے انکار کیا بعد ازاں جٹ پور پہنچکر ایک مسلمان کے ہاں آپ ٹھہرے اس نے بہت خاطر و مدارات کی اور سواری کے لئے ایک گھوڑی دی۔ جب گورو صاحب موضع ہیٹر میں پہنچے تو وہاں مہنت کرپا داس نے گورو صاحب کو ٹھہرانے سے انکار کر دیا اور بڑی درشتی سے پیش آیا۔ اب اسپر کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں ہے اس تکلیف میں گورو صاحب ایک ہندو سے گھوڑی مانگتے ہیں وہ قطعی انکار کر دیتا ہے آخر موضع جٹ پور میں ایک مسلمان گورو صاحب کے ساتھ نہایت حسن عقیدت سے پیش آتا ہے اور نہایت اخلاص اور شردھا سے گورو صاحب کی نذر اپنی گھوڑی کرتا ہے اس سے ہی اندازہ لگا لو کہ ایام سابق میں سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات کیسے برادرانہ تھے خدا کرے کہ ہم لوگ بزرگان اسلاف کے نمونوں پر چلتے ہوئے انکی نیک دعائیں اپنے حق میں لیں۔ اس سے آگے چلکر گورو صاحب کوٹ کپورہ پہنچے وہاں کا رئیس ہندو تھا۔ اور وہ اگرچہ بظاہر گورو صاحب کے ساتھ خاطر و مدارات سے پیش آیا مگر جب لڑائی کا موقع آیا۔ تو وہ گورو مہاراج کے برخلاف ہو کر لڑنے لگا اس مصیبت اور مشکل کے وقت میں پایندہ خان کی اولاد میں سے ایک شخص نے نہایت محبت کے ساتھ اپنا گھوڑا گورو مہاراج کی نذر کیا جسے لیکر گورو صاحب بہت خوش ہوئے اسی اثناء میں گورو صاحب نے از سر نو اپنی جماعت کو جمع کیا اور ایک خاصی جماعت گورو صاحب کے پاس جمع ہو گئی اور موضع دینا سے گورو صاحب نے بھائی دیا سنگھ کے ہاتھ ۱۰۸ اشعار کی نظم حضرت اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجی جس میں چند اشعار درج ذیل ہیں:۔

منم کشتہ ام کوہیاں بت پرست — کہ آن بت پرستند و من بت شکن
ببیں قدرت نیک یزدان پاک — کہ از یک بدہ لک رساند ہلاک
کہ پیمان شکن بے دریغ آمدند — بہ شمشیر و تیر و تفنگ آمدند
چو کار از ہمہ حیلتے را گسست — حلال است۔ بردن بہ شمشیر دست
ہمہ آخر چہ مردی کند کارزار — کہ بر چہل تن آمدش بے شمار
ترا ماندایم یزداں شناس — بر آمد نہ تو کار ہا پر خراش

اگر صد قرآن را بخوری قسم — مرا اعتبارے نہ ایں ذرہ دم
حضورت نیائم نہ ایں رہ شوم — اگر شاہ بخواند من آنجا درم
چرا شد کہ چوں بچگاں کشت چار — کہ باقی نمانم چو پیچیدہ مار
خویشتن شاہ شاہان اورنگ زیب — چہ چالاک و دستور چابک رکیب
کہ روشن ضمیر است حسن و جمال — خداوند بخشندۂ ملک و مال
شہنشاہ اورنگ زیب عالمیں — کہ دارائے دور است و دار از ہیں
شریعت پرست و فضیلت جناب — حقیقت شناس و مطیع کتاب
چو تشریف در قصبہ کانگر کند — در آنجا ملاقات باہم شود
نہ ذرہ دریں راہ خطرہ تراست — ہمہ قوم ہیٹر ارا حکم تراست
بیان شہ خود درازبانی کنم — بروئے شما مہربانی کنم
یکے اسپ شائستہ یک صد ہزار — بیا تا بگیری زمن ایں دیار
شہنشاہ راہ بندۂ چاکریم — اگر حکم آید بحاضر شویم
فرستندہ گر شاہ فرمان بمن — حضورش بیائم ہمہ جان و تن

یہ نظم صاف اور کھلی ہے اس میں کوئی پیچ اور گرہ نہیں ہے گورو صاحب کہتے ہیں کہ میں کانگڑہ کے پہاڑی راجاؤں کے ساتھ جو مشرک تھے لڑ رہا تھا اور اسلئے کہ میں بت پرستی کی بجائے توحید پرستی اور لاانتہا خداؤں کے بجائے ایک واحد اور حقیقی معبود کا نام روشن کرنیکے لئے مشرکوں کے ساتھ جنگ آزما تھا اور محض اسلئے کہ میں خداوند تعالے کا نام روشن کرنیکے لئے شرک اور بدعت کا قلع قمع کرنیکے واسطے برد آزما تھا۔ اس واسطے مجھ پر خدا کا اسقدر فضل تھا کہ میرا ایک ایک توحید پرست دس دس لاکھ مشرکوں پر بھاری تھا کہ اچانک صوبیدار سرہند مشرکوں کی مدد اور اعانت کیلئے آملا۔ اور اُسنے اپنے اس ناروا فعل سے اس عہد کو بُری طرح توڑا جو خدا کی کتاب میں اسنے یہ پڑھا تھا کہ شرک کی بجائے توحید کی اشاعت کرو۔ اصولاً چاہیئے تھا کہ صوبیدار سرہند میری مدد کرتا کیونکہ میں توحید کا نعرہ بلند کرنیکے لئے مشرکوں سے لڑ رہا تھا۔ مگر اسنے سب عہد و پیمان کو بہت بُری طرح درہم برہم کیا۔ اور مشرکوں سے ملکر شرک کی مدد اور توحید سے مخالفت کی۔ دریں حال اگر وہ سینکڑوں قسمیں

بھی قرآن مجید کی کھاتا تو بھی اسپر رتی بھر بھی اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ آدمی جو صریح اور بدیہی طور سے قرآن مجید کی تعلیم کی مخالفت کر رہا ہو۔ قرآن کریم کیلئے اسکی حلف کیا وقعت رکھ سکتی ہے اسکے آگے چلکر وہ کونسی خوبیاں اور محاسن اور نیکیاں ہیں جو شری گورو مہاراج نے حضرت اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ میں تسلیم نہیں کیں روشن ضمیر اور فضیلت کا مالک تک آپ کو کہا۔ وہ لوگ جو حضرت اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بُرے سے بُرے الزامات لگانا دوجہان کی نیکیاں سمجھتے ہیں خدا کیلئے انہیں شری گورو گوبند سنگھ صاحب جو سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہنے والے تھے جو بہادر نڈر اور شیر دل تھے جو لاکھوں کی جماعت کے واجب الاحترام مقتدا اور امام تھے جو اظہار حق کیلئے اپنی جان تک کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ دیکھو اور غور کرو کہ وہ حضرت اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں وہ کونسی خوبیاں اور محاسن ہیں جو وہ حضرت اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ میں تسلیم نہیں کرتے اور کس انشراح صدر کے ساتھ حضرت اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں رطب اللسان ہیں اور برضا و رغبت تام حضرت اورنگزیب رح کو اپنا شہنشاہ تسلیم کرتے ہیں اور کُفر گڈھ پر تسلط پانیکی ہدایت کرتے ہیں۔ کیا کوئی شخص کسی میں اسقدر خوبیاں اور محاسن تسلیم کرکے اور اُسے برضا و رغبت تام اپنا شہنشاہ تسلیم کرتا ہُوا اسکے ساتھ عداوت اور دشمنی کا اظہار کر سکتا ہے نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

اس کے بعد گورو صاحب تلونڈی پہنچے اسجگہ زنانہ ساتھ جو انندپور سے جُدا ہُوا تھا آملا۔ اور اورنگزیب رح کی طرف سے بھی وہیں جواب پہنچا۔ حضرت محی الدین اورنگزیب رح نے لکھا کہ اگر موقعہ ملا تو میں ضرور نیاز حاصل کرونگا۔ اگر آپ خود تکلیف فرماکر تشریف لائیں تو بہت بہتر ہوگا۔ اور حاکمانِ پنجاب کے نام احکام بھی جاری کردیئے کہ آیندہ آپ سے کوئی مقابلہ آراء نہ ہو۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہُوا۔ اور جب گورو صاحب کو ہر طرح سے اطمینان ہُوا تو آپنے گرنتھ صاحب کی تکمیل کی اس سے فارغ ہوکر آپ بطرف دکن سیاحت کے لئے روانہ ہوگئے کہ وہاں جاکر اورنگزیب سے ملیں جب آپ بھگور میں پہنچے تو معلوم ہُوا کہ حضرت اورنگزیب رح نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اور اورنگزیب رح کی وفات کے بعد انکے لڑکوں میں فساد ہُوا تو بہادر شاہ نے گورو صاحب سے مدد مانگی گورو صاحب نے بغیر کسی دریغ کے بہادر شاہ کو مدد دی۔ بہادر شاہ کامیاب ہوکر گورو صاحب کو دارالسلطنت میں اپنے ساتھ لے گیا۔ وہاں سے فارغ ہوکر بہادر شاہ نے دکن کی سیاحت کا قصد کیا اور گورو صاحب کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ بادشاہ نے دربار کیا اور بر سر دربار جبکہ راجے اور نواب سب جمع تھے بادشاہ نے گورو صاحب کی بہادری کی تعریف کی۔ اور جب بادشاہ احمد نگر روانہ ہُوا تو گورو صاحب برہان پور

ٹھہر گئے اور بہادر شاہ چند روز میں ہی احمد نگر کو جاتا ہوا گولکنڈہ میں گورو صاحب سے ملا۔ اور ایک نہایت ہی بیش قیمت ہیرا گورو صاحب کی نذر کیا۔ اور آپکو علاقہ ناندیر (دکن) کا حاکم مقرر کیا۔ جہاں گورو صاحب نہایت امن و سکھ سے اپنی زندگی کے دن گذارنے لگے ؛

وطنی دوستوں کیطرف سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ گورو صاحب دریائے گرداوری کے کنارے پر بیٹھے خدا کی یاد میں مگن تھے کہ ایک پٹھان نے آپکے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ مگر واقعات اسکی تصدیق نہیں کرتے شروع سے لیکر آخر تک مسلمانوں نے گورو صاحب کا ساتھ دیا۔ گورو صاحب کی پالکی کو اپنے کندھوں پر اٹھانے کو سعادت دارین سمجھا گورو صاحب کے حسن عقیدت کے جوتے کو اپنی گردن پر رکھنا اپنی خوش قسمتی خیال کیا۔ ہر ایک آڑے سے آڑے وقت میں مسلمان گورو صاحب کے کام آئے تو پھر یہ کیسے اور کس طرح ہو سکتا تھا کہ اس آخری وقت میں کسی مسلمان سے گورو صاحب کو گزند پہنچا ہو یہ امر وہم و گمان سے باہر ہے ہاں آخری ایام میں گورو صاحب کو گزند پہنچانے والا ضرور کوئی چندو لال یا دیوان سچدانند اور گنگو رام برہمن کا ہی ہم خصلت ہوگا ورنہ وہ پٹھان جنہوں نے گورو صاحب کی جان بچانے کیلئے پالکی کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور گورو صاحب کو دشمن کے گزند سے بچانے کیلئے اپنا پیر بنایا۔ وہ پٹھان جنکے قلوب میں گورو صاحب کے لئے اسقدر محبت اور اخلاص کا مادہ ہو بھلا پھر کیسے اور کس طرح ہو سکتا ہے کہ انکے دلمیں کبھی بھولے سے بھی گورو صاحب کی بد خواہی کا خیال پیدا ہو سکتا ہو ؛

نوٹ

شاید بعض دوستوں کو ۱۲؍ اس کتاب کی قیمت کچھ زیادہ معلوم ہو۔ مگر آجکل کاغذ شدید گراں ہے یعنی تقریباً چھ گنا زیادہ قیمت بڑھ گئی ہے اور علاوہ اسکے ایک خاص تعداد سکھوں اور نانک پنتھیوں وغیرہ میں بغرض تبلیغ مفت جائیگی اس لحاظ سے اگر اس کی قیمت ۴؍ رکھی جاتی۔ تو بھی زیادہ نہ تھی مگر میں نے اس کی قیمت ۱۲؍ رکھی ہے۔ جو نہ صرف ہر طرح سے مناسب بلکہ خاص تعداد مفت اشاعت کی نکالکر یہ تقریباً اصلی لاگت سے کم ہے ؛

ایڈیٹر نور کے شاندار کام تبلیغ اسلام کے متعلق پنجاب کے سکھوں سندھ اور یوپی کے نانک پنتھیوں کی شہادتیں

ایڈیٹر نور نے خدا کے فضل سے سکھوں اور نانک پنتھیوں میں ایک ہل چل ڈال دی ہے اور سمجھدار اور تعلیم سکھ اور نانک پنتھی خدا کے فضل سے اپنے گورو اعظم حضرت باوا نانک کی تعلیم سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف آ رہے ہیں اگرچہ نور کی اشاعت بہت قلیل بلکہ اقل ہونیکے باعث نور کی آواز بہت محدود حلقہ تک رہتی ہے۔ اگر صاحب توفیق توجہ کریں اور نور کی مالی اعانت فرما کر نور کے مشن کو مضبوط کر دیں تو پھر خدا کے فضل سے سکھوں اور نانک پنتھیوں میں نور کی مُفت اشاعت کی وجہ سے نور کی آواز بہت وسیع ہو سکتی اور اس طرح اس سے تبلیغی کامیاب نتائج برآمد ہو سکتے ہیں اگرچہ اس محدود اور بے سروسامانی کی حالت میں بھی نور نے جو سکھوں اور آریوں میں حیرت انگیز کام کیا ہے۔ وہ حسب ذیل خطوط سے ملاحظہ فرماویں۔ یقیناً جو ایک جماعت اپنی متفقہ طاقت سے کام کر سکتی ہے وہ بیچارے اکیلے نور نے اس سقیم الحالی میں کر دکھلایا خدا کرے کہ اسلام کے لئے اپنے پہلو میں دردمند دل رکھنے والے صاحب توفیق نور کے پاک مشن کی طرف توجہ فرماویں:۔

بھائی کرتار سنگھ صاحب اوپدیشک واعظ سکھ دھرم لکھتے ہیں کہ مینے آپ کی کچھ کتب اور اخبارات پڑھے میرا دل آپکے خیالات سے متاثر ہو رہا ہے۔ اگر میں آپکی طرف خیال کروں یا مسلمان ہو جاؤں۔ تو میری قوم کے لوگ یقیناً میرے دشمن ہو جائینگے۔ اگر آپ کے پاس آنے پر مجھے کوئی تکلیف نہ ہو تو ٹھیک ہے۔ اس سے آپ یہ نہ سمجھیں کہ مجھے کسی قسم کا طمع ہے ہرگز نہیں۔ صرف آپ کے مذہب کے خیالات مجھے پیارے لگتے ہیں ؛

بھائی گوجر سنگھ صاحب سب اوورسیر فیروز پور جھرکہ سے لکھتے ہیں۔ آپ اپنی

رائے مبارک سے مطلع کریں کہ آیا کمترین آپکے ساتھ ملکر اشاعت اسلام میں حصہ لے سکتا ہے۔ کوئی کامیابی کی راہ ہے۔ اگر کامیابی ہوسکے تو کمترین موجودہ ملازمت کو دینی کام پر نثار کرنے کے لئے آمادہ ہے +

بھائی لچھمن سنگھ صاحب موضع سوہل سے لکھتے ہیں:۔ مجھے آپکا اخبار پڑھنے کا ازحد اشتیاق ہے پرچہ کی تعریف تو اس عاجز سے ہو نہیں سکتی۔ حیرانی کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ آپکے سکھ دھرم اور آریہ دھرم کی گہری واقفیت کا ثبوت صرف آپکا پرچہ ہی دیتا ہے۔ اگرچہ دیگر اخبارات کی طرح اشتہارات سے پُر نہ تھا مگر امرت کا ایک گھونٹ زہر کے پیالے سے اچھا ہے +

سردار کرپال سنگھ صاحب میرٹھ سے لکھتے ہیں۔ آج آپکا نور ملاحظہ کیا۔ آپکی لیاقت وحق کی واقعی زبان تعریف کرتی ہے۔ کیا آپ اس غریب پر نظر پروری فرمانے کے لئے برکات مذہب اسلام ایک خط میں تحریر کرینگے؟ تاکہ میں انکو پڑھ کر میں اپنے دلکو فرحت دیتا ہؤا اسلام میں قدم رکھوں۔ کیونکہ آپکا پرچہ دیکھ کر یہ خواہش دل کو اُکسا رہی ہے +

شیخ محمد عبداللہ صاحب نومسلم مدہونی سے لکھتے ہیں۔ آپ کی سچی ہمدردی اور دینی جوش قابل رشک ہے اللہ آپکو ترقی دے اور ایمانی جوش اَور عطا فرمائے۔ میںنے نور کے مضامین کے ذریعہ دو احباب کو داخل مذہب اسلام کیا اور برابر ترقی اسلام میں مصروف ہوں۔ آپکا نور ہمیں اشاعت اسلام میں بہت مدد دیتا ہے انشاء اللہ تعالےٰ آپ کے نور سے بہت فائدہ ہوگا +

سردار سیوا سنگھ صاحب پنشنر سب پوسٹماسٹر روپڑ سے لکھتے ہیں +

اخبار نور ہے کہ صحیفہ ہے نور کا
حقگوئی اس کا شیوہ ہے راستہ وطیرہ
گفتار سے دلونکو تسخیر کر رہا ہے

مضمون ہر ایک اس کا نمونہ ہے نور کا
لکھنا جو بات سچ ہو طریقہ ہے نور کا
طرز سخن جہاں سے نرالا ہے نور کا

سارے جہاں کو نور سے معمور کر دیا
گویا کہ اس کے پاس خزانہ ہے نور کا

لایق ایڈیٹر اس کا سب خوبیوں میں کامل
یعنی محمدؐ یوسف چشمہ ہے نور کا

باطن کی میل دھوو اور نور دلکو بخشے
کون ایسا کر رہا ہے یہ حصہ ہے نور کا

مخلوق کی بھلائی پیش نظر ہے ہر دم
ہور اسنی جہاں میں یہ منشا ہے نور کا

نور اپنے ہمسروں میں ہے خیر خواہ سب کا
سب خیر خواہ اس کے یہ رتبہ ہے نور کا

بیس سنگھ اس کا مداح ہوں جان و دل سے
بخشا ہے نور جسکو یہ کرشمہ ہے نور کا

نور کے مضامین سے سندھ کے نانک پنتھیوں میں ہلچل

جناب چودھری گل باز خان صاحب کنٹونمنٹ مجسٹریٹ حیدرآباد سندھ سے لکھتے ہیں کہ ہمارے سندھی ٹریکٹ نے نانک پنتھیوں میں بہت کام کیا۔ نانک پنتھی مانتے ہیں کہ خوب لکھا ہے۔ بہت اسلام کے قائل ہو گئے مگر انکی حالت قابل رحم ہے۔ عیال و اطفال چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ ایک دیوان ہندو بہت قائل ہو گیا ہے اپنے قبیلے کو سمجھا رہا ہے۔ قبیلہ کے ساتھ اس کا خیال ہے کہ اسلام قبول کرے۔

پھر پانچ ماہ کے بعد چودھری صاحب کا خط آیا کہ مبارک باد دیتا ہوں کہ جس دیوان عامل ہندو صاحب کی نسبت لکھا تھا کہ وہ مسلمان ہونے والا ہے وہ گذشتہ ہفتہ مع اپنے بچوں مشرف بہ اسلام ہوا۔ یہ صاحب سب اسسٹنٹ سرجن کے عہدہ پر ہیں اور آجکل کشمور ہسپتال میں ہیں عرصہ ہوا حیدرآباد سول ہسپتال میں بھی کام کر چکے ہیں سندھ کے نانک پنتھی اسلام کے بہت قریب آ رہے ہیں۔

نور کے مضامین سے ممالک متحدہ کے نانک پنتھیوں میں ہلچل

جناب پنڈت جے لعل صاحب اٹاوہ سے لکھتے ہیں

جناب مشفق۔ مراسم بندگی کے عرض ہے کہ جپ جی کی پوڑی معنوں کے ساتھ ضرور اخبار میں درج کیا کریں۔ اور آپکی

تصنیف کردہ سوانح عمری شری گورونانک دیوجی مہاراج نانک پنتھی بڑے شوق سے سُنتے ہیں۔ بطور لیکچرار کے میں نانک پنتھیونکی سبھاؤں (مجلسوں) میں بُلایا جاتا ہوں آپ کی تصنیف کردہ سوانح عمری شری گورونانک دیو بطور لیکچر لوگوں کو سُنائی جاتی ہے یہ لوگ بُت ہو کر سُنتے ہیں۔ گورو مہاراج نے چاہا تو جپ جی صاحب کا ترجمہ نانک پنتھیوں میں اور بھی قابل قدر ہوگا۔ جسقدر جلدی ترجمہ ہو اتنا ہی اچھا ہے۔ گورد مہاراج کی تعلیم شکشا ضرور اپنا رنگ لائے گی +

ایک سکھ سردار نے دفتر نور سے چار سو کتابیں خریدیں

آجتک شاید ہی کسی مسلمان دوست نے خاکسار ایڈیٹر نور کی تصانیف کی دو سو تو الگ۔ ایک درجن کا پیاں خریدی ہوں مگر یقیناً نور کے ناظرین یہ امر حیرانی اور تعجب سے سُنینگے کہ سردار موہن سنگھ صاحب میونسپل کمشنر ترنتارن نے خاکسار ایڈیٹر نور کے معرکۃ الآرا تصنیف آریہ دھرم کے پول کے متعلق لکھا کہ یا تو آپ مجھے آریہ دھرم کے پول کے دوبارہ چھپوانے کی اجازت دیں یا آپ خود چھپوالیں میں چار صد خرید لُونگا + چنانچہ میرے چھپوانے کے بعد سردار صاحب مذکور نے چار صد کا پیاں مذکورہ بالا تصنیف کی خرید فرمائیں +

مگر حیرت تو یہ ہے جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ شائد ہی کسی مسلمان دوست نے ایڈیٹر نور کی قابل قدر تصانیف میں سے ایک درجن خرید فرمائی ہوں۔ حالانکہ یہ مسلمانوں کا فرض تھا کہ وہ اس کار خیر میں دامے درمے قدمے سخنے میرا ہاتھ بٹاتے مگر دوستوں نے اس طرف بہت ہی کم توجہ فرمائی۔ مگر میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اخلاص کو ضائع نہیں کرے گا۔ اگرچہ دوستوں نے میرے کام کی قدر نہیں مگر خدا میرے اخلاص کی قدر کریگا اور وہ وقت قریب آرہا ہے جب انشاء اللہ تعالیٰ میرا لگایا ہوا پودہ بڑھے گا۔ پھلے گا اور پھولے گا۔ کیونکہ وہ مہربان خدا اپنے بندے کی سچی محنت اور اخلاص کو کبھی ضائع نہیں کرتا +

نور بک ڈپو کی نہایت ہی مفید مذہبی کتابیں

سوانح عمری باوا نانک رح

اس کتاب میں نہایت وضاحت سے اور صراحت سے اس امر کو ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت باوا نانک رح راسخ الاعتقاد مسلمان اور ولی اللہ تھے سکھ مذہب سے واقفیت حاصل کرنیکے لئے اور سکھ صاحبان میں تبلیغ کے واسطے اس سے بہتر اور کوئی کتاب نہیں ملیگی قیمت مجلد ۱۴ غیر مجلد ۱۲

فتح مبین

ایڈیٹر نور کا ایک مشہور آریہ پنڈت سے زبردست مباحثہ جسمیں آریہ پنڈت کو اپنے منہ سے اپنی شکست فاش کا اعتراف کرنا پڑا اور سکھ صاحبان نے بھی ہمارے حق میں گواہی دی آریہ مذہب سے واقفیت حاصل کرنیکے لئے نہایت ہی مفید کتاب ہے قیمت صرف ۴

گورو کی بانی

ایک ایم اے پروفیسر کے جواب میں کہ باوا صاحب ہندو مذہب سے دور اور اسلامی نور سے بھر پور ہیں اسکی خوبی اس سے ظاہر ہے کہ ہندوستان کے ۳۰ چوٹی کے اخبارات نے خالصہ ایڈیٹر نور کے حق میں گواہی دی قیمت صرف ۲

قدیم ہندوستان کی روحانی تعلیم

یہ وہ معرکۃ الآراء کتاب ہے کہ جسپر ہندوستان کے اٹھ چوٹی کے اخبارات نے نہایت ہی عمدہ ریویوز کئے اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رض نے فرمایا کہ یہ کتاب مجھے اسقدر پسند آئی ہے کہ جبتک مینے شروع سے لیکر آخر تک کتاب کو پڑھ نہیں لیا مجھے چین نہیں آیا بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا گواہی ہوسکتی ہے صرف چند کاپیاں باقی ہیں۔ قیمت ۸

نیر اسلام

ایک نومسلم عیسائی کی تصنیف ہے جسمیں اس نے اپنے قبول اسلام کے وجوہات اور مسیحی مذہب پر اسلام کی فضیلت اور برتری دکھلائی ہے قیمت ۵

بھارت برکش

آریہ مذہب کے متعلق نہایت ہی مفید کتاب ہے سچ ہے کہ مصنف نے دریا کوزہ میں بند کر دیا ہے قیمت ۸

فتح یزدان

ایک دہریہ کے جواب میں نہایت ہی مفید و معرکۃ الآراء کتاب ہے دلچسپ نکات سے لبریز ہے قیمت ۶

دھرم کسوٹی

مشہور و معروف آریہ سوامی درشنانند کے اسلام پر چودہ سوالوں کے مکمل اور مفصل جوابات پڑھنے کے قابل۔ قیمت ۱

مینیجر نور قادیان سے طلب کرو

ایک عاجزانہ دعا

اے میرے قادرِ مطلق خدا
تُو جو ٹوٹے دلوں کو سہارا بیماروں کو
شفاء۔ اندھوں کو آنکھیں لنگڑوں
کو پاؤں۔ لُولوں کو ہاتھ اور مُردوں کو
زندگی بخشتا ہے تیری بارگاہِ معلّیٰ میں اخلاص اور
درد سے بھرے ہوئے دل سے یہ خاکسارانہ عرض ہے
کہ میری اس حقیر محنت کو قبول فرما۔ اور میرے سکھ و نانک پنتھی
بھائیوں بلکہ کل بنی نوع انسان کو اسلامی نور سے منور فرمادے
آمین یا ربّ العالمین

تیرا عاجز بندہ محمد یوسف

قرآن شریف کا سکھ گورمکھی ترجمہ

باوا نانک صاحب کے اسلام کے متعلق نور کے معرکۃ الآرا دلائل نے ہمارے سکھ دوستوں میں ایک خاص ہل چل ڈالدی ہے دلائل کے زبردست ہتھیاروں کے سامنے عاجز آکر ہمارے بعض جوشیلے قومیت پرست سکھ دوستوں نے نور کے پیدا کردہ نیک اثر کو اپنی قوم سے زائل کرنیکے لئے ایک عجیب راہ اختیار کی۔ وہ یہ کہ قرآن کریم کا ازسرتاپا غلط گورمکھی ترجمہ جسمیں سخت برے سے برے اور گندے سے گندے حملات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی) کی مقدس ذات والاصفات پر کئے گئے ہیں جسکو پڑھکر ایک غیور مسلم کا دل پاش پاش ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کی سطہر اور پاکیزہ تعلیم سے بدظن کرنے کے لئے یہ غلط ترجمہ سکھ نوجوانوں اور سکھ واعظین میں بکثرت مفت تقسیم کیا گیا ہے۔ اور اس غلط ترجمہ کا سب خرچ صرف ایک ہی جوشیلے سکھ نے ادا کیا ہے ٭

خاکسار قرآن کریم کے صحیح گورمکھی ترجمہ کرنے میں مصروف ہے جس میں اول متن اسکے نیچے لفظی ترجمہ اور پھر سکھ مترجم کے اعتراضات کے عقلی اور نقلی جوابات۔ نقلی جوابات میں ان امور کو خصوصیت سے مدنظر رکھا گیا ہے کہ قرآن کریم کی جس آیت کریمہ پر سکھ مترجم نے اعتراض کیا ہے اسکے لئے باوا نانک کا ایسا قول درج کیا گیا ہے جو کما حقہٗ اُس آیت کریمہ کا ترجمہ ہو۔ جیسا کہ اس کتاب کے صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۷ میں بھی کچھ نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ اس ترجمہ کی طبع کے لئے کم از کم دس ہزار روپیہ کی ضرورت ہے کوئی اسلام کے لئے اپنے پہلو میں دردمند دل رکھنے والا صاحب توفیق اللہ کا بندہ اس طرف توجہ کرے تو یقیناً یہ کار خیر حسنات دارین کا موجب ہوگا ٭

محمد یوسف ایڈیٹر نور قادیان

ضلع گورداسپور